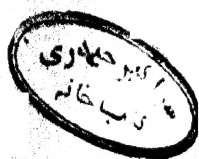


234/84





بعونہ  
محبوب الاخلاق

مترجمہ اردو  
اخلاق محسنی

مترجمہ  
کتاب حیدری  
خانہ

راجہ راجیشور راؤ۔ آصف خان راجا واپت راؤ ہمالیہ تبت پلازہ سہان دو مکس ڈہ

مؤلف و مترجم کتب مقدودہ

۱۹۱۵ء

باہتمام بابو منوہر لال بھارگوپتہ پرنٹ

پمطبع منشوری نوکشو پکھن طبع ہوا

**اطلاع** - اس مطبع میں ہر علم و فن کی کتب کا ضخیم سلسلہ و افز وخت کے لیے موجود ہے جسکی فہرست مطول ہر ایک شائق کو چھاپہ خانہ سے مل سکتی ہے جسکے معائنہ و ملاحظہ سے شائقین اصلی حالات کتب کے معلوم فرما سکتے ہیں قیمت بھی ارزان ہے اس کتاب کے ٹیٹل پیج کے تین صفحہ جو سادے ہیں انہیں بعض کتب اخلاق و تصوف اُردو کی درج کرتے ہیں تاکہ جس فن کی یہ کتاب ہے اُس فن کی اور بھی کتب موجودہ کارخانہ سے قدر دانوں کو آگاہی کا ذریعہ حاصل ہو۔

قیمت	نام کتاب	قیمت	نام کتاب
۷/۶	سیرت محمدیہ - مطبوعہ غیر		کتب اخلاق و تصوف اُردو
۷/۶	جہان مع الاخلاق - ترجمہ		اُردو ترجمہ غنیۃ الطالبین عربی
۷/۶	اخلاق جلالی		قدیم مستند تصنیف غوث الاعظم
۷/۶	باب دانش - مولفہ مولوی		حضرت شیخ سید عبدالقادر جیلانی کا
۷/۶	محمد کریم بخش		حاصل المتن اُردو ترجمہ ہے - خوبی یہ
۷/۶	ذخیرہ سعادت - ترجمہ		ہے کہ ہر صفحہ میں دو کالم ہیں ایک میں
۷/۶	بھامنی بلاس کی پستک و فضل		عربی عبارت اسی قدر ہے جس قدر دوسرے
۷/۶	اول و آخر کا ترجمہ تہذیب اخلاق		کالم میں اُردو ترجمہ ہے جدید ترجمہ
۷/۶	میں - مولفہ لالہ جی صاحب		اوسا قدر مقبول ہوا کہ اگرچہ ترجمہ کو
۷/۶	اوقات سنہ زری - از سید		تھوٹا زمانہ ہوا مگر دوسرا ایڈیشن
۷/۶	غلام حیدر خان		طبع ہوا ہے جسکا کاغذ وغیرہ کل اموا
۷/۶	ترجمہ عوارف المعارف - کامل	۷/۶	ایڈیشن اول سے بہتر یہ ہمارے ہاں
۷/۶	دو جلد میں ترجمہ مولانا ابوالحسن	۷/۶	ایضاً کاغذ زرد
۷/۶	فرید آبادی مرحوم	۷/۶	ایضاً کاغذ درجہ دوم
۷/۶	خزینہ دانش - ہوشمند کی تعلیم	۷/۶	



بعونہ  
محبوب الاخلاق

ترجمہ اردو

اخلاق محسنی

ترجمہ

راجہ راجیشور راؤ۔ اصغر خلیفہ راجا داپت راؤ ہمالیہ بھارت بہادر سمستھان دو ملک ٹڈہ

مؤلف و مترجم کتب متعددہ

۱۵۹۴ء

باہتمام بابو منوہر لال بھارگوپترٹ ٹڈٹ

پمطبع منشوری فکشن پکچر ٹیٹو طبع ہوا

اعلان۔ حق تالیف اس کتاب کا بحق دولت کشور پریس محفوظ ہے

## فہرست ابواب کتاب ہذا

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۷۶	میسوان باب خیرات و مبرات کے بیان میں	۳	دیباچہ از مترجم
۸۰	اکیسوان باب سخاوت و احسان کے بیان میں	۱۲	دیباچہ از مصنف
۹۳	بائیسوان باب تواضع و احترام کے بیان میں	۱۵	پہلا باب عبادت کے بیان میں
۹۸	تیسیسوان باب مانت و دیانت کے بیان میں	۱۶	دوسرا باب اخلاص کے بیان میں
۱۰۲	چوبیسوان باب وفاء و عہد کے بیان میں	۱۷	تیسرا باب دعا کے بیان میں
۱۰۸	پچیسوان باب صدق کے بیان میں	۱۹	چوتھا باب شکر کے بیان میں
۱۱۰	چھیسوان باب حاجت روائی کے بیان میں	۲۲	پانچواں باب صبر کے بیان میں
۱۱۲	ساتیسوان باب آہستگی اور تامل کے بیان میں	۲۴	چھٹا باب رضا کے بیان میں
۱۱۵	اٹھائیسوان باب مشاورت اور تدبیر کے بیان میں	۲۵	ہاتھواں باب توکل کے بیان میں
۱۱۹	انیسوان باب خرم و دوراندیشی کے بیان میں	۲۶	آٹھواں باب حیا کے بیان میں
۱۲۲	تیسوان باب شجاعت کے بیان میں	۳۰	نواں باب پرہیزگاری کے بیان میں
۱۳۲	اکتیسوان باب نجاست کے بیان میں	۳۲	دسواں باب ادب کے بیان میں
۱۳۸	بیسوان باب سیاست کے بیان میں	۳۴	گیارہواں باب علم و ہمت کے بیان میں
۱۴۴	تینتیسوان باب تیقظ و خیرت کے بیان میں	۳۶	بارہواں باب ارادہ کے بیان میں
۱۵۳	چونتیسوان باب فراست کے بیان میں	۳۸	تیرہواں باب جدوجہد کے بیان میں
۱۵۹	سینتیسوان باب اخفاے راز کے بیان میں	۴۲	چودھواں باب ثبات و استقامت کے بیان میں
	چھتیسوان باب اعتدال و فرصت اور	۴۴	پندرہواں باب عداوت کے بیان میں
۱۶۱	طلب نیکنامی کے بیان میں	۶۰	سولہواں باب عفو کے بیان میں
۱۶۶	سینتیسوان باب غایت حقوق کے بیان میں	۶۴	سترہواں باب حلم کے بیان میں
۱۸۲	ارٹیسوان باب صحبت اختیار کے بیان میں	۶۸	اٹھارہواں باب خلق اور رفیق کے بیان میں
۱۸۷	اثنائیسوان باب دفع اشرار کے بیان میں		انیسواں باب شفقت اور رحمت کے
۲۰۴	چالیسواں باب خدم و حشم کی تربیت کے بیان میں	۷۲	بیان میں



ایک غیر فانی ہستی نے قسم قسم کی خلقت پیدا کر کے عقول بشری کو عجب طرح کی کشمکش میں ڈال دیا ہے۔ اس نے نہ صرف اسی پر اکتفا کی کہ عالم کون و فساد کو تماشا گاہ کی طرح بنا کر رکھ کر دیا جہاں غیر انجام بین اور بے حس مادی اجسام کچھ دیر تک ہاتھ پاؤں مار کر اور دیکھنے والوں کو ہنسناڑ لاکر ہمیشہ کے لیے غائب ہو جائیں بلکہ ایک مسلسل خلقت پیدا کر کے اپنی لاتعد و لا تحصى نعمات اور نہ فنا ہونے والی ہستی کا ثبوت دیا ہے۔

اس گونا گون عالم اجسام میں کیسے کیسے تماشے نظر آتے ہیں اور کیسے دلچسپ اور کس قدر بھولناک نظارے پیش آتے رہتے ہیں جن سے نہ صرف ہمارے قلوب ہی متاثر ہوتے ہیں بلکہ ہمارے دل و دماغ پر ایک پائدار کیفیت طاری ہو جاتی ہے اگر ایسا ہی تماشا گاہ عالم میں خلقت کا وجود ہوتا جو بغیر کسی قسم کے احساس ثبات کے اپنی زندگی پورا کرتی رہتین تو بلاشبہ نہ ہم اپنی موجودہ حالت میں رہتے

نہ مشکلات اور افکار میں مبتلا ہوتے۔ باقاعدہ اور مہذب طرز زندگی کا نہ کھوج لگتا نہ بے انتہا ذمہ داریوں کا بوجھ لاداجاتا۔ مگر اب اس قسم کی حکایتوں کا راکٹ لا چھیڑنا ہمارے لیے بیکار ہے اور ہم دیکھ رہے ہیں کہ طرح طرح کی خلقت میں اُس قاعدہ مطلق نے مساوات کا قاعدہ مرعی نہیں رکھا درجہ بدرجہ۔ رفتہ رفتہ ہر ایک حالت میں جس طرح تغیر ہوتا ہے ویسا ہی مخلوق اکی میں بھی اعلیٰ و ادنیٰ کی ظاہری طور پر حیثیت قائم رکھی ہے اور فضیلت نے ہر ایک نوع مخلوق کی جداگانہ حالت بنا رکھی ہے اور جب تک کہ ہر ایک نوع و صنف مخلوق اپنی زندگی کے دن پورا کرتی ہے۔ اسی دوران حیات میں ایک بدیہی فرق آپس میں محسوس ہو رہا ہے۔ بیشک یہ امتیازی حالت بہت کچھ غور و فکر کے لائق ہے۔ کیونکہ اس نے نہ صرف طرح طرح کی جداگانہ حیثیتیں قائم کی ہیں بلکہ عام فرق کے ساتھ ذمہ داریوں کا بار گران بھی افضل و اعلیٰ مخلوق پر ڈال دیا ہے اور وہ سو حضرت انسان کے اور کون ہو سکتے ہیں جو مخلوقات اکی میں بڑی شان و شوکت کے ساتھ جلوہ افگن ہوئے ہیں اور اشرف المخلوقات کہے جانے کے ساتھ ہی ایسی گران بار ذمہ داریوں کو اپنے سر پر اٹھا لیا ہے کہ بسا اوقات طاقت برداشت ہونے میں شک ہوتا رہتا ہے۔

انسان کو ایسی ایسی ظاہری اور باطنی قوتیں دی گئی ہیں جنہوں نے اُنکے محل حیات اور چند روزہ مقام زندگی کو آراستہ و پیراستہ کر کے نہایت دلچسپ بنا دیا ہے عقل و ہوش اور قوت ادراک نے اُنکھیں کھول دی ہیں۔ اور وہ اپنے اپنے مقصود امور کی انجام دہی میں مصروف ہونے کے لیے انسان کو مجبور کر رہی ہیں۔ جو بات کہ اول ہی وہلہ میں طے کرنے کے لیے ہمارے سامنے پیش ہوتی ہے وہ حیات یا زندگی گانی ہے۔ کیونکہ انسان اپنی بیش بہا قوتوں کے ساتھ ایک ایسی زنجیر میں جکڑ دیا گیا ہے کہ بغیر دورانِ زندگی اور عقل سے کام لے ہوئے اُسکے مصائب سے رہائی نہیں ہو سکتی

اس کا کام یہ ہے کہ مدت معینہ تک زندگی بسر کرے گویا وہ ایک خاص اور محدود مدت کے لیے زنجیر قید میں پھنس گیا ہے مگر حضرت انسان نے بھی اسی چند روزہ حیات کے لیے کیسی سرگرمی اور عام جدوجہد کے لیے اپنے کوتیا کیا ہے۔ زندگی اگر عجیب ہے یا وہ بے انتہا صدمات کو اپنے ساتھ لیے ہوئے ہے یا وہ اس قابل نہیں جو اسے کوئی اختیار کرے تو یہ سب صورتیں انسان ہی نے اپنی قوتوں کے استعمال سے پیدا کی ہیں۔ ہزار کچھ وہ اس کا لبد خاکی میں گھیر لیا کرے مگر اب تو اسی کی بے انتہا اور ہمیشہ جاری رہنے والی کوششوں نے زندگی کے صفحات روشن کر دیے ہیں اور دنیا میں بسر کرنے کے لیے ہر قسم کا سامان جسے وہ اپنے رفع حاجات اور خواہشوں کے لیے ضروری سمجھتا ہے مہیا کر دیے ہیں۔ ہر ایک طرح کی سوسائٹیاں قائم ہیں جا بجا بستیاں موجود ہیں مختلف اطراف میں ملک آباد ہیں اور ہر جگہ معاشرت انسانی کا حیرت میں ڈالنے والا منظر پیش ہے۔ نہ صرف خشکی میں بلکہ غور سے دیکھو تو بحری آبادیاں بھی ان جہازوں کی بدولت قائم ہیں جو مشرق اور مغرب اور شمال و جنوب کی طنائیں اپنی تیزی رفتار سے ملاتے رہتے ہیں۔ یہ تمام حالات جو عجیب عجیب صورت میں ہمارے سامنے پیش ہیں وہ ہماری توجہ کو اپنی جانب کھینچ رہے ہیں اور ہم کو مجبور کر رہے ہیں کہ ہم غور و فکر سے کام لیں اور سوچیں کہ آخر اس کا مقصد کیا ہے یہ تو سمجھی جانتے ہیں کہ گو نوع انسان کا وجود نہیں مٹا اور کوئی نہیں کہہ سکتا کہ کب مٹے گا مگر فرداً فرداً ہر ایک شخص کی زندگی بہت ہی قلیل ہے۔ نہ وہ زمانہ دراز تک شخصی زندگی کا وجود قائم رکھ سکتا ہے۔ لہذا ہر ایک کے لیے یہ سوال قابل غور ہے کہ اس مختصر سی زندگی کا مقصد کیا ہے کیا جو انقلابات روز پیش آتے رہتے ہیں کیا جو غمناک اور اندوگین حادثات تل کو توڑتے رہتے ہیں اس انجمن کے غم میں رہنا اور انجمن تفکرات میں جان دے کر زندگی سے نجات پانا مقصود

یا یہ کہ مسرت اور خوشی کی حالت میں جب تک وہ زندہ رہے بسر کرے اور خاک  
برسر کن غم ایام ما، کے مقولہ پر عمل کرے۔

حقیقت یہ ہے کہ اگر مقدم الذکر حالت میں زندگی بسر ہو یعنی دشکن واقعات  
پیش آتے رہیں اور اسی کے دائرہ غم میں آدمی پھنسا رہے تو ایسی زندگی بسر ہو ہی نہیں  
سکتی اور چند دنوں کے بعد دنیا پاگلوں کی بستی کہلائی جائے۔ نہ ایسا مقصود ہے اور  
نہ موخر الذکر صورت ہی قائم ہو سکتی ہے کیونکہ یہ صورت ان ذمہ داریوں کے منافی ہے  
جو انسانی گردہ پر عائد ہیں۔ اپنی قوت لاپوت مہیا کرنے کے واسطے ہر ایک شخص کو  
محنت و سعی کرنے کی ضرورت ہے اور اپنے خاندان اور گھر بار کی فکر معیشت اسی  
کے سر ہے۔ لہذا نہ غم و فکر کی ایک ہی حالت رہ سکتی ہے۔ نہ خوشی و مسرت کی۔ بلکہ  
ہر ایک باہم کچھ عرصہ کے لیے تبادلہ کرتی رہتی ہیں اور ایک کی جگہ دوسری حالت لیتی رہتی ہے  
مگر اسے فراموش نہ کرنا چاہیے کہ بچ و مسرت آمیز زندگی بسر کرنے کیلئے صرف نیکو کاری  
کی ضرورت ہے اور یقین کرنا چاہیے کہ زندگی صرف نیکو کاری کا نام ہے۔ جو اس اصول  
کو سمجھ گیا ہے اور اپنی زندگی اسی پابندی کے ساتھ بسر کرتا ہے وہ بیشک زندگی میں  
ہر قسم کے پیش آنے والے مصائب اور مسرت کا مقابلہ کرنے کے لیے تیار رہتا ہے  
اور یہ نیکی کی زندگی کیونکر بسر ہو سکتی ہے فلسفہ اخلاق کے ماہر ہونے سے عادات  
و اخلاق حسنہ کے اختیار کرنے اور زشت و معیوب افعال کے پرہیز کرنے سے۔

غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ جو سوسائٹی ایسے افراد پر مشتمل ہے یا قوم کے کل اشخاص  
حسن اخلاق میں مشہور رہیں تو زندگی کے برکات اور فیوض ربانی کے مستحق بھی وہی  
ہیں، اسے بلا شک مقصود زندگی سمجھ لیا ہے اور وہ اپنے افعال و حرکات و نیکی کے  
سانچہ میں ڈھال کر ہر ایک قسم کی خوبیوں اور فوائد معیشت سے تمتع اٹھا رہی ہے اور  
جو سوسائٹی اس سے بے بہرہ ہے وہ معاشرت کے اصول سے بے خبر ہے اور عام تباہی

میں مبتلا ہے کیونکہ تمدنی اور معاشرتی شیرازہ محض حسن اخلاق سے پیوستہ ہے۔ اسکے بغیر تمدنی شیرازہ کچھ جانے سے محفوظ نہیں رہ سکتا۔

اس روشن اور مہذب زمانہ میں جبکہ تعلیم و تربیت عام ہو رہی ہے اور جہالت کے دل بادل آسمان ہند سے چھٹتے جاتے ہیں تو یہ دیکھنا خالی از دہیسی نہوگا کہ فلسفہ اخلاق کی اہمیت کہاں تک پہلک کے ذہن نشین ہے۔ عام طور پر تو ہر ایک سنجیدہ مزاج شخص اور سمجھدار آدمی حسن اخلاق کی ضرورت روزمرہ کے امور میں پاتا ہی ہوگا مگر مجھے یہ کہنے کی اجازت دیجیے کہ فلسفہ اخلاق کی اہمیت کا اندازہ کسی نے بھی نہیں کیا نہ کسی نے سنجیدگی کے ساتھ اسپر غور کیا ہے کہ فلسفہ اخلاق کی ضرورت اور اصول سب سے بڑھ کر قابل تعلیم ہیں۔ یہ ملک و قوم کی حقیقت میں بدبختی ہے کہ وہ اسے ایک معمولی چیز تصور کرتی ہے۔ اس موقع پر میں چاہتا ہوں کہ فلسفہ عملی کی نسبت تفصیل سے بحث کر کے ناظرین کو اس کی اہمیت دکھا دوں۔

فلسفہ یا حکمت کے صرف یہی معنی نہیں ہیں کہ رصد گاہ میں بیٹھے ہوئے سیاروں کی حرکت کا اندازہ کریں، برقی قوت کو مطیع کریں، طبیعیات کے مسائل سلجھایا کریں اور آہستہ کے دقیق اور نازک سوالات کا جواب دیا کریں بلکہ فلسفہ کا ایک حصہ یعنی نظری، مذکور مطالب پر حاوی ہے اور اس کا دوسرا حصہ یعنی فلسفہ عملی انسان کی معیشت کے مدارج اور اسکی اصلاح و تنظیم پر مشتمل ہے جس کا بیان کرنا اس وقت مد نظر ہے۔ فلسفہ عملی سے وہ مسائل مراد ہیں جنہے انسان فرداً فرداً اپنے اخلاق و عادات کو درست کرے گھر بار کے تعلقات، انتظام خانہ داری میں اس سے مدد لے اور اطمینان سے تاحیات زندگی بسر کرے اور ملک و قوم یعنی مجموعی افراد پر اغیار کے جو غلام اور دست اندازی کا باحسن وجہ دفعیہ کرے۔ پس اس لحاظ سے فلسفہ عملی کی تین قسمیں ہوئیں سیاست مدن، تہذیب الاخلاق، تدبیر منزل، اب ان تینوں صورتوں

کا بیان ذیل میں ہم کرتے ہیں۔

سیاست دن | جسے پالیٹکس بھی کہتے ہیں۔ غور سے دیکھو تو مطامع انسانی کی بدولت ہمیشہ کشت و خون ہوتا رہتا ہے۔ جس کی وجہ سے ملک اور ملک کی وجہ سے قوم اور قوم کی وجہ سے ہر فرد ایک مصیبت میں مبتلا رہتا ہے۔ بجائے خود سیاست انسانی زندگی کا فیصلہ کن مسئلہ ہے جس سے کرہ ارض کا کوئی بڑا عظیم محفوظ زمین کہا جاسکتا ہر ایک شخص سمجھ سکتا ہے کہ اس کا کتنا تعلق سیاست سے ہے۔

تدبیر منزل | اب فلسفہ عملی کی دوسری شاخ پر نظر کرو تو معلوم ہوگا کہ تدبیر منزل کا تعلق ہمارے ساتھ منطقی جسم اور دست و پا کے ہے۔ کیونکہ اب ہم مین کا بیشتر کیا کل حصہ خانہ بدوشی کو چھوڑ کر نصیبوں اور شہروں کو آباد کر چکا ہے۔ اہل و خیال کی مصیبت اور ہمارے طلبی کے لیے رکانات اور محلات بنائے گئے ہیں اور جس قدر ایک مقام پر سکونت اختیار کی جاتی ہے اسی قدر تعلقات خانہ داری بڑھتے جاتے ہیں۔

دن و دشوہر کے تعلقات۔ والدین کے فرائض۔ خانہ داری کا انتظام۔ بچوں کی نگہداشت۔ مراسم شادی و غمی۔ خدام سے برتاؤ وغیرہ وغیرہ ایسی ضروری باتیں ہیں جن میں ہر ایک شخص اعلیٰ و ادنیٰ گرفتار ہے۔ کہنے لوگ ہیں جو اپنی خوش قسمتی سے تدبیر منزل کے باب میں مطمئن ہیں ورنہ ایسے بھی لوگ ہیں جو شخص اس بد انتظامی کی وجہ سے موت کو زندگی پر ترجیح دیتے ہیں۔ کہیں میان بیوی میں کشا چھنی ہو رہی ہے۔ کہیں بچے آوارہ پھر رہے ہیں۔ کہیں والدین سے ایک منٹ نہیں ملتی یہ ایسی ناگوار باتیں ہیں جن سے خلاصی پانے کی آرزو ہر شخص رکھتا ہے مگر تدبیر منزل کے فلسفہ کو وہ بالکل نہیں جانتا۔ تہذیب الاخلاق | یہ فلسفہ عملی کا تیسرا حصہ ہے جس کا تعلق ہر ایک فرد سے ہے۔ لفظ

انسان کی تخلیقی میں خلوق کے معنی یہاں ہیں کیونکہ یہ لفظ انس سے بنا ہے جس کا لازمہ خلوق ہے۔ پس انسان کو چاہیے کہ وہ مجسم خلوق ہو جائے۔ کچ خلقی۔ اور برے عادات



جس شخص میں موجود ہوں گے وہ زمرہ انسانیت سے بالکل خارج ہے۔ اُسٹھتے بیٹھتے۔ چلتے پھرتے۔ ملتے جلتے غرض کہ انسان کی روزمرہ ہر ایک حالت کو دیکھو کہ انہیں اعلیٰ سے اعلیٰ اور بہتر سے بہتر اخلاق سے کام لینے کی ضرورت ہے۔

انسان بچاڑ کھانے کے لیے نہیں ہے بلکہ وہ ایک ایسے رشتہ میں منظم ہے کہ مجموعی حیثیت سے دیکھو تو صرف لفظ انسان کہہ کر ہم ہر ایک فرد مراد لے سکتے ہیں۔ جس طرح کہ موتی کی لڑیان ہوتی ہیں۔ اسی نکتہ پر غور کرنے سے تہذیب الاخلاق کی ضرورت کا ادراک ہم کر سکتے ہیں۔ دعوت اتحاد کی ہمیں کیا ضرورت ہے اگر تہذیب الاخلاق کے فلسفہ کو ہم سمجھیں ہوئے ہیں۔ اتفاق و خود غرضی کا ذکر ہی کیا اگر ہم بااخلاق ہیں۔ اگر اس کا عکس ہے تو بیشک ہم کو تہذیب الاخلاق سے کچھ مس ہی نہیں بلکہ اس کا ہم کچھ ادراک ہی نہیں کرتے جس کی وجہ سے قعر مذلت اور گناہی کی طرف آپ ہی آپ بڑھے چلے جاتے ہیں۔ یاد رکھنا چاہیے کہ ترقی کی بنیاد اخلاق و عادات کی درستی پر ہے۔ ورنہ جس طرح کہ ایک عالیشان محل کی بنیاد ریت پر ہو اسی طرح کج خلقی اور بد اطواری کی زندگی ہے جو نہایت ہی حقیر اور بے وقعت سمجھے جانے قابل ہے۔

فلسفہ اخلاق کا معلم اول۔ یونان کا مشہور فلاسفر سقراط کہتا ہے۔ لوگ فلسفہ اخلاق کی ضرورت سے ناواقف ہیں ورنہ وہ سمجھتے کہ زندگی نیکو کاری کا دوسرا نام ہے۔ بیشک آج بھی یہی حالت ہے جو ہزاروں برس پہلے کی سقراط بیان کر گیا ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ اپنے خیالات کو میں تفصیل سے بیان کر چکا ہوں اور اس قدر لکھنے کے بعد اسکی ضرورت نہیں کہ اس مسئلہ پر زیادہ قلم فرسائی کی جائے۔

مجھے عرصہ سے خیال تھا کہ اس باب میں کسی مفید اور دلچسپ کتاب کا ترجمہ کروں۔ اخلاق و عادات کے بیان میں بیشتر کتب تالیف ہوئے ہیں اور اکثر فارسی میں ہیں

علامہ دوانی و محقق طوسی کی کتابیں زیادہ دقیق اور مشہور رہیں۔ مشہور ایشیائی فلاسفر شیخ سعدی کی مقبول عام اور دلچسپ کتاب گلستان اس راہ میں چراغ ہدایت ہے۔ اندون ایک مشہور کتاب اخلاق محسنی میرے مطالعہ میں آئی۔ اس کے دیکھنے کے بعد مجھے خیال پیدا ہوا کہ اردو زبان میں اسکا ترجمہ کر دینا ملک و قوم کے لیے نہایت مفید ہے۔ ناظرین مطالعہ کریں گے تو ان کو معلوم ہوگا کہ ملا حسین واعظ نے جو دلچسپی انوارِ ہیبلی میں قائم رکھی ہے وہی اس میں بھی ہے کیونکہ بہر حال وہ ایک واعظ تھے اور اپنے بیانات کو بہر پہلو سے دلچسپ اور قابل مطالعہ بنانے کی انکو فکر تھی۔

اگرچہ انھوں نے اس کتاب میں بادشاہوں کے اخلاق سے بحث کی ہے مگر ہر ایک مسئلہ ایسے میں جو خاص و عام سے تعلق رکھتے ہیں اور ہر سہ مسائل فلسفہ عملی یعنی تہذیب الاخلاق سیاست مدن تدبیر منزل سمین آگئے ہیں جنکا مطالعہ نہایت سودمند ہے ہمارے فرزندہ بنیاد سلطنت اصفیہ کے محبوب تاجدار اور شہزادہ کامگار زینر دستو و معظم میں مصنف کے بیان کردہ اصول بوجہ اتم پائے جاتے ہیں خصوصاً ہمارے محبوب خلایق شاہ دکن تو خیر مجسم ہیں کیا عجب کہ انھیں برکات کے اثر سے پہلے اس کتاب سے فائدہ اٹھائے جو میرا مقصود ہے۔

یہ بھی میری خوش قسمتی ہے کہ اس کتاب کا نام حضرت بندگانِ عالی عالم عالمیان حضور پر نور سلطان دکن میر محبوب علی خان بہادر خلد اندر ملکہ و سلطنت کے اسم گرامی پر مشتمل ہے جو نہ صرف بطور یادگار ہے بلکہ ان جذبات اور خیالات و فاداری و اخلاص و ہمدلی پر دال ہے جو مجھ سے جان نثارانِ قدیم کے قلوب میں موجزن ہیں۔ آخر میں اپنی کم لیاقتی اور عدم قابلیت کا اعتراف کر کے ناظرین سے مستدعی ہوں کہ جو عیوب طرز بیان اور ترجمہ میں نظر آئیں اسے چھپوٹی کر دیں۔ فقط

## دیباچہ از مصنف

شہنشاہ علی الاطلاق حضرت علامہ نے جلالت عظمیٰ نے سلطان المسلمین حضرت محمد صلوٰۃ اللہ وسلامہ علیہ کے فرمان دولت کو وائیک لعلی الخلق عظیم سے مزین کیا ہے کیونکہ حسن اخلاق انوار حکمت الہی کا ایک نور اور سر اعرّت شاہی کا ایک راز ہے جس سے چشم بھیرت منور ہوتی ہے اور معرفت حسن صفات کا پتہ چلتا ہے اس عظیم المرتبہ حدیث نبوت ﷺ لا تم مکرم الا اخلاق سے صاف سمجھا جاتا ہے کہ بعثت سرور عالم کا فائدہ محاسن اوصاف اور مکرم اخلاق کی تکمیل ہے۔ آنحضرت کے زبان معجز بیان سے جو تخلقوا باخلاق اللہ کا فقرہ نکلا تو وہ اسلئے کہ بلند مہمت قوم یقین کہے کہ اس تخلق کا وجود، اور ایسے بلند مرتبہ پر پہنچنا امر لازم اور فرض ضروری ہے۔

میزان قیامت میں پہلی چیز جو تولی جائے گی وہ یہی اخلاق حسنہ ہیں۔ بعد ازاں اعمال حسنہ کی باری آئیگی اور حدیث میں آیا ہے کہ اخلاق حسنہ سے متصف شخص کا وہی درجہ ہے جو قائم اللیل وصائم الدہر کا ہے حکمایان کرتے ہیں کہ تہذیب اخلاق ایک ایسی روشن راہ ہے جس پر چلنے کے بغیر شرف سروری حاصل نہیں ہو سکتا۔ نہ حیوانیت کے درجہ سے دائرہ انسانیت میں داخلہ ہو سکتا ہے۔ مثنوی

آدمی از آدمیان اوبود  
خوئے نکو مایہ نیکو میست

ہر کہ در وسیرت نیکو بود  
نیکو مردم نہ نکور و میست

۱۵ غالب ہے اس کا کلمہ اور مری ہے اسکی عظمت ۱۵ اور بیشک تو بڑے خلق پر ہے ۱۵ میں اسلئے بھیجا گیا ہوں کہ مکرم اخلاق کی تکمیل کروں ۱۵ عادت ڈالو اخلاق خدا کی ۱۵ جا گئے والے رات بھر کے اور روزہ رکھنے والے ہمیشہ کے۔

ہر ایک شخص کے لیے اخلاق ستودہ اور اوصاف پسندیدہ وجہ زیبائش و تحسین ہیں۔ خصوصاً اس جماعت کے لیے جن کے قبضہ اختیار میں حکم و ربکۃ یخلق مایشاء و یختار زمام اقتدار دی گئی ہے اور مانشائے فرمان توفی الملک من تشاء جہانداری اور حکومت سے سرفراز کیے گئے ہیں۔ ۵

خوبی اخلاق کان دنیا و دین رازیور است  
یا نقیری خوش بود یا پادشاہے خوشتر است

الحمد للہ کہ حضرت پادشاہ ظل اللہ سلطان حسین والی مرو و خلد اللہ تعالیٰ لہلال خلافتہ اور شہزادگان و اوتبار اور فرزندان کامگار اخلاق سنئیہ اور اوصاف رضیہ سے بہرہ مند ہیں۔ ۵

ہر یکے در مکالم احلاق  
شدہ چون آفتاب عالمگیر  
خصوصاً شہزادہ عالیان شاہ ابوالحسن کے عدل و انصاف کا شہرہ چارہ رنگ عالم میں پہونچ گیا ہے۔ ۵

بہر طرف کہ نہی گوش مدح او شنوی  
فقیر حقیر حسین کا شفی المشہور بہ عین و اعظی قیصد ملازمت شاہی کر کے سعادت باریابی سے بہرہ اندوز ہوا اور بطریق دولت خواہی و دعا گوئی اخلاق و اوصاف کے بیان میں یہ رسالہ موسوم بہ اخلاق حسنی لکھنے کی جرأت کی تا کہ اولاد سلاطین کیلئے دستور العمل کا کام دے۔ و التوفیق من الملک المعبودہ

۵ شروع کتاب سے پہلے یہ عرض کرنا ضروری ہے کہ انسان مدنی الطبع ہے یعنی اسکو باہمی میل جول اور الفت و محبت کے بغیر چارہ نہیں۔ اور طبائع و امزجہ کارنگ ۵ اور تیرا رب پیدا کرتا ہے جو چاہتا ہے اور چن لیتا ہے۔ ۵ جسکو چاہتا ہے تو تک دیتا ہے ۵ اور توفیق بادشاہ معبود کی طرف سے ہے ۱۶

ہر ایک کا مختلف ہے اور ہر نزل و طبیعت جداگانہ متقاضی ہے۔ پس زندگی بسر کرنے کے لیے انکو ایک قانون کی ضرورت ہے تاکہ کوئی شخص کسی پر ظلم و جور نہ کرنے پائے اور وہ قانون شریعت ہے جس کی تعیین وحی الہی پر مبنی ہے اور اس کے وضع کو پیغمبر کہتے ہیں اب کہ قانون ایجاد ہوا تو ایسے شخص کی ضرورت لاحق ہوئی جو اپنی قدرت و شوکت سے اس قانون کی حفاظت کرے اور کسی کو قانونی حدود سے متجاوز نہ ہونے دے۔ ایسے شخص کو بادشاہ کہتے ہیں۔ پس درجہ شاہی بھی ایک طرح کی نبوت ہے کیونکہ نبی وضع قانون ہے اور بادشاہ اس کا حامی و حافظ۔ اسی جگہ کے لیے کہا گیا ہے۔ **الْمَلِكُ وَالِدُ الْمَنَاسِكِ**

یون ونگینڈ ویک انگلشی  
کابینہ دو ایک اصل نسب زادہ اند

نزد حسنہ و شاہی و پیغمبری  
گفتہ آنہاست کہ آزادہ اند

لہذا حق سبحانہ و تعالیٰ نے اپنی اطاعت اور پیغمبر کی فرمان پذیری کے بعد مسلمانین کی اطاعت کا حکم دیا ہے۔ **أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَاطِيعُوا أَوْلِيَ الْأَمْرِ مِنْكُمْ** پس بادشاہ کو صاحب شریعت کے اخلاق سے متصف ہونا چاہیے تاکہ حدود قوانین کی حفاظت بشرط کر سکے۔ دوسرے یہ کہ اُسے غور کرنا چاہیے کہ جب خداے لایزال نے اُس کو اپنے بندوں پر حاکم بنایا ہے اور امر و نفی کا اختیار اُسے عنایت فرمایا ہے تو ضرور اخلاق حسنہ اختیار کرنا چاہیے۔ بادشاہ کو چالیس صفات کا لحاظ رکھنا چاہیے بعض ایسے ہیں جو اس کے اور خدا کے درمیان کار آمد ہیں اور بعض خلق خدا سے تعلق رکھتے ہیں۔ اور انھیں چالیس ابواب میں درج کیا ہے۔ عبارت فارسی ہے مگر نیشاںہ تعلقات سے خالی ہے۔ ہر ایک باب میں موقع موقع پر حکایتیں بھی داخل

۱۔ بادشاہی اہل مذہب دو توام پہنچے ہیں۔

۲۔ اطاعت کرو اللہ اور رسول کی اور اپنے حکام کی۔

کی گئی مین۔ و مین اللہ الامانۃ والتوفیق

## پہلا باب عبادت کے بیان میں

اور وہ حق سبحانہ تعالیٰ کی پرستش ہے یعنی فرائض و واجبات کو ادا کرنا۔ برائیوں اور حرام کاموں کو ترک کرنا اور دنیاوی چیزوں کے مطابق چلنا اور احکام حضرت رسالت پناہ کی پیروی کرنا ہے۔ یہ بات ثابت ہے کہ خدا کی عبادت دنیا میں سلامتی کا باعث اور عقبی میں نجات و کرامت کا وسیلہ ہے۔

سرمایہ سعادت دنیا عبادت است۔ پیرایہ کرامت عقبی عبادت است

پس بادشاہ کو چاہیے کہ اپنے صفیہ احوال کو تقویٰ عبادت سے آراستہ کرے تاکہ خداوند تعالیٰ دنیا اور آخرت کے لائق جو چیز ہو اس کو دے اور اس کی فرمانبرداری اپنے حکام کی تعمیل کی طرح لازم جانے۔ دن کے وقت خلالت کے کام میں اور راتوں کو اپنے کام میں مشغول ہونا چاہیے۔

حکایت ہے کہ حضرت رضی علی زمانہ خلافت میں دن کو مہمات خلالت کی درستی اور راتوں کو عبادت خالق میں مشغول رہتے تھے۔ لوگوں نے عرض کیا کہ اے امیر المومنین اس قدر محنت و مشقت آپ اپنے اوپر کیوں برداشت کرتے ہیں۔ نہ دن کو اسائن ہے نہ رات کو آرام۔ فرمایا اگر دن کو آرام کروں تو رعیت ضائع ہوتی ہے اور اگر رات کو آرام کروں تو کل بروز قیامت میں ضائع ہوتا ہوں۔ اس لیے دن کو لوگوں کا کام انجام دیتا ہوں اور رات کو کا حق میں مشغول رہتا ہوں۔

ہرات کے ایک بادشاہ نے شاہ سبحان قدس سرہ سے التماس کیا کہ مجھے کچھ نصیحت کیجیے۔ شاہ موصوف نے فرمایا اگر نجات دنیا اور درجات آخرت کی خواہش ہے۔

لے خدا ہی سے امانت و توفیق ہوتی ہے۔

تو راتوں کو درگاہ الہی میں داؤد گدائی دے اور دن کو دربار میں انصاف کیا کر قطع

تو نیند بندگی کن و فرمان حق بیر

چون بندگان حق ہمہ فرمان بر تواند  
ہر بادشہ کہ خدمت حق را کمر بست

اور چونکہ رعایا کی خدمت بادشاہ کی عادت کے تابع ہے جیسا کہ مشہور ہے  
الناس علی دین ملوکہم پس اگر بادشاہ طاعت الہی اور عبادت کی طرف متوجہ ہو  
تو رعیت بھی اس جانب مائل اور راغب ہوگی اور رعایا کی عبادت کے برکات  
بادشاہ کو بھی پہونچتے ہیں۔

### دوسرا باب اخلاص کے بیان میں

اور وہ دیا۔ غرض اور تمام علتوں سے عمل کا پاک کرنا اور خدا سے غرض کی  
ساتھ نیت کا درست کرنا ہے۔

میسری وقت ست کہ دم میزند

ہر کہ باخلاص قدم میزند

پس چاہیے کہ جس کام کی طرف متوجہ ہو اس کی نیت طلب خوشنودی  
حق سبحانہ تعالیٰ کی ہو۔ اور اس میں اپنے نفس کو دخل نہ دے کیونکہ اغراض نفسانی  
اعمال حقانی کو تباہ کر دیتے ہیں۔

حکایت ہے کہ خراسان کے ایک خلیفہ نے کسی مجرم کو سیارہ گاہ میں تازیانہ  
مارنے کا حکم دیا وہ شخص تازیانہ کھاتے ہوئے خلیفہ کو دشنام دینے لگا۔ خلیفہ نے  
حکم دیا کہ اس کو آزاد کر دیا جائے بارگاہ خلافت کے ایک خواص نے دریافت  
کیا کہ اس شوخ چشم بھیا کو زیادہ سزا دینے کے بجائے آزاد کرنے کی کیا وجہ تھی۔  
خلیفہ نے جواب دیا کہ میں اس کو خدا کے لیے سزا دیتا تھا۔ جب اُس نے مجھے

لے آدی اپنے بادشاہ کی راہ پر ہیں۔

گالیان دین تو میرا نفس تنفیہ اور متاثر ہوا اور بدلہ لینے کی خواہش ہوئی مگر نہ چاہا کہ حق سبحانہ تعالیٰ کے کام میں نفس کو دخل دوں۔ کیونکہ یہ صورت شیعہ اخلاص سے دور ہے اور صاحب عمل غرض آمیز فضیلت ثواب سے محروم رہتا ہے یہ نظم

از سخش آتش من تیز شد داعیہ نفس جو بنمود رود کار کنر اخلاص نشد ببرد	کار آہی غرض آمیز شد معنی اخلاص نما نہ اندر ترک چنان کار سزاوارتر
--	--

### تیسرا باب دعا کے بیان میں

اور وہ درگاہ الہی میں عرض نیاز اور فیض و فضل نامتناہی سے درخواست مرادات ہوتے ہیں جس صاحب دولت کو کلید دعا ہدایت ہوتی ہے تو ضرور حسب وعدہ ادعوتی استجب لکم۔ اس کی دعا قبول ہوتی ہے۔ خواہ وہ حصول منفعت کے لیے ہو خواہ دفع مضرت کے لیے۔ اور بادشاہوں کو بجز ان دو قسموں کے کوئی چارہ نہیں۔ ایک حصول منافع۔ کیونکہ وہ ناظم ملک اور ناظر سلطنت ہیں اس لیے حضرت غنی کا ساز سیمہ بجز علاج درخواست کرنی ضرور ہے تاکہ فراغت سے تحت سلطنت پر شکن ہو سکے۔

برسندناز کے نشیندہ بڑا	آن کس کہ وہ نیاز بردل کشاد
------------------------	----------------------------

دوسرا دفع مضرت و مکارہ کہ وہ غلبہ اور هجوم غلیم و لیات و امراض وغیرہ ہے اور یہ سب بجز دعا کے دفع نہیں ہو سکتے۔ چنانچہ حضرت مولوی رومی قدس سرہ فرماتے ہیں۔ نظم

ایکے نو ہی کز بلا جان و آخری	جان خود را در تضرع آوری
------------------------------	-------------------------

۱۷ دعا مانگو مجھے قبول کروں گا میں۔ ۱۲



<p>گر یہ کمن تابلے دہان خندان شوی          دہان ہما کا بنجاست اری با کجاست          دی ہمایون دل کہ آن بریان است          مرد آخر بین مبارک بندہ است</p>	<p>با تضرع باش تا شادان شوی          کین تضرع را بر حق قدر ہاست          ای خوشا چشمے کہ آن گرمان است          آخر ہر گر یہ ما خندہ است</p>
<p>لکھا گیا ہے کہ بادشاہ عادل کی دعا مستجاب ہوئی ہے اور جس تیر دعا کو سلطان عادل کمان امکان میں رکھ کر شست و رست اخلاص سے چلاتا ہے بیشک ہدف اجابت پر جا لگتا ہے۔</p> <p>حکایت ہے کہ ایک مرتبہ کسی اسلامی شہر میں شبانہ روز مسلا دھار پانی پرستار ہا جس کی وجہ سے لوگ بالکل تنگ آ گئے اور آمد و رفت موقوف ہو گئی۔ مکانات منہدم ہونے لگے۔ ہر کو وہہ کے دل پر پریشانی چھا گئی۔ نجومیوں نے کہا کہ نظرات فلکی سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ شہر کثرت بارش سے برباد ہو گا تمام لوگ جان و مال سے برداشتہ خاطر ہو گئے اور چاروں طرف کھرام مچ گیا۔ آخر کار رعایا نے بادشاہ سے دعا کی التجا کی جو کہ عادل اور نیک سیرت تھا۔ اہل شہر کو تسلی دیکر آپ خلوت میں گیا اور سربسجود ہو کے بارگاہ الہی میں دعا مانگی کہ اے خداے تو انا و بزرگ تمام لوگ شہر کے تباہ ہو جانے پر یک زبان ہیں تو قادر مطلق ہے۔ ان کے خیال کو باطل کر اور اس کے برخلاف اپنی قدرت کاملہ ظاہر کر۔ فی النور پانی کا برسنا موقوف ہو گیا اور آفتاب نمودار ہوا۔ پس یہ کھلی ہوئی دلیل ہے کہ اگر بادشاہ پاک اعتقاد کے ساتھ رعایا کی بھلائی کا خواہاں ہے تو جو دعا وہ اپنے لیے یا رعایا کے لیے کرے گا ضرور شرف قبولیت حاصل کرے گی قطعہ</p>	
<p>برسرت افسر شہنشاہی          دہوت ہر سپہ از و بخواہی</p>	<p>بادشاہ ہے کہ نہاد ازہ لطف          ہر چہ می خواہی از و خواہ کہ او</p>

## بچہ تھا باب شکر کے بیان میں

اور وہ خاص منعم حقیقی کی اس کے انعام پر سپاس و ستائش ہے اور چونکہ سلطنت کی نعمت تمام نعمتوں سے برتر ہے لہذا بادشاہ کو چاہیے کہ اس نعمت کی شکر گزاری اور سپاس داری میں مشغول رہے اور شکر بھی دل - زبان - اعضا سے ہو۔ دل سے شکر گزار ہونا یہ ہے کہ منعم حقیقی کو پہچانے اور جانے کہ جو نعمتیں اُسے حاصل ہیں اسی کی فیض بنے غایت اور لطف بے نہایت سے ہیں۔ اور زبان سے شکر گزار ہونا یہ ہے کہ ہمیشہ یاد حق میں مشغول رہے اور کلمۃ الحمد بہت کہے۔ گویا اس کلمہ کا کہنا شکر نعمت کرنا ہے۔ اعضا کی شکر گزاری یہ ہے کہ اس نعمت کی قوت منعم حقیقی کی طاعت میں صرف ہو اور ہر ایک عضو کو اس کی مفوضہ عبادت میں مشغول رکھے۔

مثلاً آنکھ کی عبادت یہ ہے کہ مخلوقات پر عجز سے نظر کرے اور علما و صلحا کو عزت کی نظر سے دیکھے ضعیف اور زیر دستوں پر شرفقت کی نگاہ رکھے۔ کان کی عبادت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا کلام۔ احادیث نبوی۔ حکایات اکابر دین۔ نصائح مشائخ اہل یقین سنے۔ ہاتھ کی عبادت فقر اور محتاجوں پر احسان کرنا ہے۔ پیر کی عبادت مسجد و عبادت گاہوں۔ مزارات اہل بیت پر حسانا اور درویشوں کو شہ نشینوں کی پرستش و زیارت علما کا کرنا ہے۔ چونکہ حسب شرمان للہ شکر کم لازماً لکم شکر گزاری دیادتی نعمت کا سبب ہے حق سبحانہ تعالیٰ اسکے ملک و مال و مرتبہ و بزرگی کو زیادہ کرتا ہے۔

ہر کہ کند شکر زیادت برد

شکر سوشہر سعادت برد

اگر تم شکر کرو گے تو ضرور میں تم کو زیادہ دین گا۔

حکایت ہے کہ سلطان سخر ماضی انار اللہ برہانہ کا گزرا ایک گاٹون میں ہوا۔ راہ میں ایک فقیر کھڑا تھا اُس نے سلام کیا۔ بادشاہ کچھ پڑھ رہا تھا جواب میں فقط سر ہلادیا اور زبان سے کچھ جواب نہ دیا۔ درویش نے کہا کہ سلام کرنا سنت ہے اور جواب دینا فرض۔ میں نے اداے سنت کی تو نے فرض کیوں ترک کیا بادشاہ نے از روئے انصاف و صداقت اسلام معذرت چاہی اور فرمایا کہ اے درویش میں شکر گزاری میں مشغول تھا۔ اس لیے سلام کا جواب نہ دے سکا۔ درویش نے پوچھا۔ کس کی شکر گزاری۔ جواب دیا خداوند تعالیٰ کی جو نعم حقیقی ہے۔ تمام نعمتیں اسی کی دی ہوئی ہیں اور تمام عطایا اسی کے بخشے ہوئے ہیں۔ درویش نے پوچھا کہ کس طرح شکر ادا کر رہا تھا۔ بادشاہ نے جواب دیا۔ کلمہ الحمد للہ پڑھتا تھا۔ کیونکہ اس میں جملہ نعمتوں کا شکر داخل ہے۔ درویش نے کہا کہ اگر بادشاہ تجھے طریق سپاسداری معلوم نہیں اور وظیفہ شکر گزاری نہیں بجالاتا بقدر فیضان نعمت اگئی اور حسبِ خشش نامتناہی تجھے شکر ادا کرنا چاہیے۔ کیونکہ تجھے دولت و شوکت حاصل ہے اور شکر فقط اس سے نہیں ادا ہوتا کہ ایک دم کے لیے فقط الحمد للہ زبان سے کہے بادشاہوں کا شکر جو درگاہ رب العزت میں درجہ اجابت حاصل کرتا ہے وہ یہ ہے کہ جو کچھ حاصل ہو اس کے حسبِ مناسب ادا کرے۔ سلطان نے فرمایا کہ مجھے اس طریقہ شکر سے آگاہ کر۔ درویش نے بیان کیا کہ سلطنت کا شکر رعایا سے انصاف و احسان کرنا ہے۔ اور وسعت ملک کا شکر یہ ہے کہ املاک رعایا پر طمع نہ کرے۔ فرمانروائی کا شکر فرمانبرداروں کے حق خدمت کا شناخت کرنا ہے بلند اقبالی کا شکر یہ ہے کہ محتاجوں اور سکیںوں پر رحم کرے اور جمہوری خزانہ کا شکر خیرات و مبرات ہے۔ قوت و قدرت کا شکر عاجزون اور ضعیفوں پر رحم کرنا ہی شکر صحت ستم رسیدہ بیماروں کو دوا سے عدل سے شفا دینا ہے۔ بلند مکانات

اور عالیشان باغات کا شکریہ ہے کہ رعایا کے مکانات اور مقامات میں اپنے خدم و حشم کو نہ اُترنے دے۔ شکر گزاری کا حاصل کلام یہ ہے کہ خوشی اور غصہ کے وقت انصاف اور حق کا خیال رکھے اور مخلوق کی آسائش کو اپنے آسائش پر مقدم جانے۔ ۵

نیا سید اندر دیار تو کس | چو آسائش خویش خواہی دس

سلطان جب درویش کے نصابِ گوش دل سے سُن چکا تو گھوڑے سے اتر کر اُس کی ملاقات کرنا چاہی مگر جب بار دیگر دیکھا تو درویش کا کہیں یہاں تھا کسی نے اُسکا پتہ دیا بادشاہ نے ان نصاب کو سونے کے حروف میں لکھوا کر دائم العمر اپنا دستور اہل بنایا۔ ۵

پسند حکیم صیقل آئینہ دل ست | مقصود ہر دو عالم ازان پسند حال ست

### پانچواں باب صبر کے بیان میں

اور وہ پنج مصیبت میں صبر کرنا ہے جو حق سبحانہ تعالیٰ کی طرف سے بندوں کو پہنچتا ہے۔ صبر نہایت معقول اور پسندیدہ صفت ہے۔ صبر کی تعریف میں یہ کافی ہے کہ بحسب مضمون **إِنَّ الشَّمْعَ الطَّيِّبَ** اور اُنہی دنیا میں صابرون کے ساتھ ہوتی ہے اور حسبِ خواہ اِتْمَايُوتُ النَّصَابِرُونَ **أَجْرُهُمْ** بغیر حساب اس کا معاوضہ آخرت میں زیادہ ملتا ہے۔

اخبار میں آیا ہے کہ حق سبحانہ تعالیٰ نے حضرت داؤد علی نبینا وعلیہ السلام پر وحی نازل فرمائی کہ اے داؤد تکلیف کر کے میرے اخلاق کو اپنا لباس بنا اور

۱۵ بے شک خدا صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔

۱۶ پورا ہی پائینگے صبر کرنے والے اپنا اجر ۛ

منجملہ میرے صفات کے ایک یہ ہے کہ میں صابر ہوں۔

صبر بہتر مردانہ ہرچہ بہت | تابیا بد بردمرا د خولیش دست

جو شخص کہ حوادث کے وقت صبر اختیار کرتا ہے اس کی امید نہایت جلد پوری ہوتی ہے۔ اس لیے کہ صبر غشی کی کنجی ہے اور بغیر اس کنجی کے خانہ راز کا دروازہ نہیں کھلتا۔ قطعہ

کلید در صبح مقصود صبر است | در بستہ آن کس کہ کبشو و صبر است  
چہ خارے کوہ و چہ دیباہی گردون | لباسے کہ ہرگز نفوس و صبر است

حکایت ہے کہ افراسیاب شاہ ترکستان نے اپنے امیر دن سے کہا تھا کہ جب تک لوگوں کو صبر و شکیبائی میں نہ آزا لو انکی شکل و شمائل اور شان و شوکت پر فریفتہ نہ ہو اور انکی لاف و گراف سے دھوکا نہ کھاؤ اور جب تک کہ وہ صبر و شکیبائی میں کامل نہ نکلیں ان کا اعتبار نہ کرو۔

نہ بد عویست قدر و قیمت مرد | قیمت مرد صبر دانہ کرد

حکایت ہے کہ ایک بادشاہ کے روبرو کوئی امیر کھڑا تھا اور بادشاہ کسی معاملہ کی نسبت اس مشورہ کر رہا تھا۔ ناگاہ کہیں سے ایک بچہ آسکے لباس میں گھس گیا اور متواتر دنگ مارتا رہا۔ حتیٰ کہ تمام زہر دنگ کا جسم میں پیوست ہوا مگر امیر نے دوران مشورہ میں مطلق قطع کلام نہ کیا اور کسی طرح کا تغیر اسکے چہرہ پر ظاہر نہ ہوا نہ اسکی باتیں عقل و قاعدہ کے باہر ہوئیں۔ جب بعد ختم مشورہ امیر گھر واپس ہوا تو بچہ کو علیحدہ کر کے زہر کا علاج کیا۔ بادشاہ کو بھی یہ حال معلوم ہوا تو وہ نہایت تعجب ہوا۔ جب دوسرے دن امیر بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوا تو بادشاہ نے اس سے فرمایا کہ نفس کی تکلیف دفع کرنی واجب ہے۔ اسی وقت تجھ کو بچہ کو دور کرنا تھا۔ امیر نے عرض کیا کہ میں وہ شخص نہیں ہوں کہ بچہ کے کاٹنے کی تکلیف سے آپ کے شرف مکالمہ میں خلل انداز ہوں اور اگر آج بزم میں بچہ کے

زہر کو نہ برداشت کر سکا تو کل بروز جنگ دشمن کے زہر آلود تیغ سے کیونکر صبر کر سکوں گا۔ بادشاہ اُسکے جواب پر نہایت غصہ ہوا اور اس کو مرتبہ اعلیٰ پر پہنچایا جس قدر کہ اُس نے صبر کیا اُسی قدر اپنی مراد و مقصد کو پہنچا ۵

گرت چو نوح بنی صبر بہت در غم طوفان | بلا لگے درد و کام ہمنہ از سالہ بر آید

### چھٹا باب رضا کے بیان میں

اور وہ ہر امر پر خوشنودی ہے جو خداوند سبحانہ کے حکم سے بندہ کو پہنچے۔ جاننا چاہیے کہ تیرے قضا یعنی حکم الہی کے لیے کوئی سپر رضا سے زیادہ بہتر نہیں ہے جو کوئی راضی برضا رہتا ہے وہ بہت جلد مرتبہ سروری و سرفرازی حاصل کرتا ہے اور قول رضی اللہ عنہم و رضوا عنہ اس حال کا نوید ہے اور منقبت الرضا بالقضایا باب اللہ الاعظم اس مقال کی تائید ہے۔ ۵

خبر بندگی در رضا و تسلیم چہ سود

تقدیر چو سابق ست تعلیم چہ سود

حکایت ہے کہ انبیاء کرام میں سے کوئی نبی مناجات میں کہتے تھے کہ اے قادر مطلق مجھے ایک ایسے علم کی طرف راہ نمائی کر جو تیری خوشنودی کا باعث ہو۔ جواب ملا کہ میری خوشنودی میرے احکام پر تیری خوشنودی سے منحصر ہے۔ اگر تو میرے احکام پر راضی ہے تو میں بھی تجھے راضی ہوں ۵

بہرے یابد از رضاے خدا

ہر کہ راضی شد از رضاے خدا

جو دل کہ نور رضا سے روشن ہوتا ہے وہ مقدرات الہی سے سربا نی نہیں کر سکتا اور مقتضای قضا سے الفت رکھتا ہے اور جو کچھ کہ اسے ملتا ہے نہایت خوشی

۵ خوش ہوا اللہ اسے اور خوش ہوے وہ اللہ سے ۱۲

۵ راضی رہنا قضا پر بڑا دروازہ خدا کا ہے ۱۱

سے قبول کرتا ہے اور اس وجہ سے رنج و مال اُسکو ہرگز نہیں ہوتا بلکہ ہمیشہ خوش و  
حُرْم رہتا ہے۔ نظم

ہر عزیزے کہ بار صفا خو کرد	فرح و عیش روے با او کرد
خوش در آمیز از صفاے ضمیر	باقضا و قدر چو شکر و شیر

### ساتواں باب توکل کے بیان میں

اور وہ اسباب سے دل برداشتہ کرنا اور حضرت مسیح الاسباب کی طرف  
متوجہ ہونا اور اپنے کاموں کی بہبودی حق سبحانہ تعالیٰ سے طلب کرنا ہے جو شخص  
کہ اپنے کام کو خداوند تعالیٰ کے سپرد کرتا ہے اور جو کچھ کہ وقوع پذیر ہوتا ہو اللہ تعالیٰ  
کے کرم پر اعتماد کرتا ہے اسکے جملہ کام حسب دلخواہ انجام پاتے ہیں مصرع

تو با خداے خود انداز کار و دل خوش دار

بادشاہوں کو لازم ہے کہ تمام کاموں میں توکل کو فر و گذاشت نہ کریں تاکہ بعنا  
اسی اس کے جملہ کام حسب مشار انجام پائیں۔

حکایت ہے کہ ایک بادشاہ نے کسی عالم سے دریافت کیا کہ اہل ایمان کی  
امداد کتنی چیزوں میں ہوتی ہے۔ جواب دیا دو چیزوں میں ایک اداے نماز دوسر  
توکل۔ بادشاہ نے اپنے جملہ کام کا دار مدار انھیں دو چیزوں پر رکھا اور انکی عادت  
ڈالی۔ ناگاہ ایک دشمن پیدا ہوا اور فوج گران لے کر دار الملک کی جانب بڑھا  
بادشاہ بھی اپنے لشکر کے ساتھ مدافعت پر آمادہ ہوا۔ جب فریقین قریب پہنچے  
تو اعلان جنگ دیا گیا جس دن کہ جنگ کا ہونا قرار پایا تھا اسکی رات بھر  
بادشاہ نماز پڑھتا رہا۔ کسی امیر نے عرض کیا کہ آپ شب کو آرام کریں کل مقابلہ  
ہونے والا ہے۔ بادشاہ نے جواب دیا کہ میں آج کی رات کا رخدا میں مشغول

ہوتا ہوں اور کل خدا کا کام ہے جو چاہے کرے گا نہ مجھے اس سے کچھ سروکار ہے  
 نہ اس میں کسی طرح کا اختیار ہے۔ امیر نے کہا کہ مناسب ہے آپ جنگ کی  
 تیاری کریں اور آمادہ نبرد ہوں۔ بادشاہ نے جواب دیا میں نے توکل کی زد پہنچی ہے  
 اور اپنا کام لطف حق کے سپرد کر دیا ہے ۵

ماکار خویش را بخداوند کار ساز | بگذاشتیم تا کرم او چہا کند

علی انصباح جنگ کے لیے دونوں فوجیں صف آرا ہوئیں اور اللہ تعالیٰ کی  
 امداد میدان و آنزل جنود ائم تر وھا سے پہنچی مصرع

شکر تائید حق از ملک عیب آمد برون

غنیم کی نظر جب باتوکل بادشاہ کے علم و خبر پر پڑی تو خوف زدہ ہو کر بغیر کسی قسم کی  
 چھیڑ چھاڑ کے بھاگ گیا اور بلا جنگ و جدل لشکر دشمن منتشر ہو گیا ۵

صبح طفہ از مشرق امید بر آمد | اصحاب غرض را شب سودا بسر آمد

آٹھواں باب حیا کے بیان میں

اور وہ پسندیدہ خصلت اور ستودہ عادت ہے۔ حضرت رسالت پناہ صلی اللہ  
 علیہ وسلم نے حیا کو درخت ایمان کی ایک شاخ فرمایا ہے انجیا و شعبۃ من الایمان  
 اور انتظام عالم کے لیے حیا کا ہونا نا بد ہے اگر حیا کا پردہ اٹھ جائے اور کوئی کسی سے  
 شرم نہ کرے تو دنیا کے انتظام میں خلل پیدا ہو جائے اور خلالت کے باہمی میل جول  
 میں اتاری پڑ جائے لیکن حیا اجازت نہیں دیتی کہ جس کا جو حیا چاہے کرے ۵

صف شکن قلب مناہی حیا ست | راہزن خیل مناہی حیا ست

۱۵ اور آثار ایسا لشکر جسکو تنہا نہیں دیکھا۔ ۱۲

۱۶ حیا ایک حصہ ہے ایمان کا ۱۲



لہذا معلوم ہوا کہ خاص و عام کو بوجہ حیا کے نہایت فائدہ ہے اور بغیر حرارت آفتاب حیا ثمرات اخلاق کچے اور خام رہتے ہیں ۵

اگر حیا بنو دبر افتد رسم عصمت از جہان  
و رجائے در میانست از تقاضای حیاست

مبجلہ اقسام حیا ایک حیا کننا ہون کی ہے یعنی گنہگار اپنے کردار سے شرم رکھتا ہے چنانچہ حضرت آدم علیہ السلام نے بہشت میں جب گیمون کھالیا تو جو لباس کہ زیب تن تھا وہ آپ کے جسم سے گر گیا۔ آپ ادھر ادھر بھاگتے اور ہر ایک درخت کے نیچے چھپتے تھے۔ خطاب ہوا اے آدم مجھ سے بھاگتا ہے۔ کہا نہیں۔ اے خداوند تجھ سے بھاگ کر کہاں جاؤں گا مگر اپنی خطا پر شرمندہ ہوں۔ مصرع

کہ گر گناہ نہ بخشند شرم ساری بہت

دوسرے قسم کی حیا حیاے کرم ہے یعنی کریم اپنی درگاہ سے عاجز و کمزور و دایس کرنے میں شرم کرتا ہے۔ اور حدیث میں آیا ہے کہ حضرت حق سبحانہ تعالیٰ حیاے کرم کی صفت سے متصف ہے۔ جب کوئی بندہ دونوں ہاتھ اُس کی بارگاہ میں دعا کے لیے بلند کرتا ہے تو شرم رکھتا ہے کہ اُس کے ہاتھوں کو اپنے فضل و رحمت سے خالی رکھے بلکہ تقدیر اُس کے کف آرزو میں دے دیتا ہے ۵

محال ست اگر سہ برین در تنے کہ باز آیدت دست حاجت تہ

اور انتہائے کرم یہ ہے کہ سائل کو اپنے در سے واپس نہ کرے۔ چنانچہ اخبار میں آیا ہے کہ خلیفہ مامون کے زمانہ میں ایک اعرابی تھا جو ملک شوریہ میں پیدا ہوا تھا۔ بجز کھاری پانی کے اور پانی نہ کبھی پیا نہ دیکھا ۵

مرغی کہ خبہ زدارد از آب زلال  
منقابر در آب شور وارد ہر سال

ایک مرتبہ قبیلہ اعرابی میں فخط پڑا تو وہ تحصیل رندق میں سرگردان باہر نکلا بلکہ شور سے پار ہوا تو ایک موضع میں آٹرا یہاں کی زمین سرسبز و شاداب تھی اور ایک صاف و شیریں پانی کا تالاب لبرز تھا۔ اس اعرابی نے آج تک آٹنا بڑا تالاب نہیں دیکھا تھا حیرت و استعجاب کے ساتھ اس کے کنارہ آیا اور اُس میں سے تھوڑا سا پانی لے کر پیا تو ذائقہ میں وہ پانی نہایت شیریں اور خوش گوار ملا۔ بھلا ایسا پانی اعرابی نے کہاں دیکھا تھا اس نے خیال کیا کہ میں نے سنا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بہشت میں اسی قسم کا پانی رکھا ہے کہ جس کا ذائقہ تغیر نہیں ہوتا چنانچہ قرآن میں آیا ہے ﴿فَمَا أَتَنَّا لِمُنَّاءٍ وَغَيْرِ أَسْنٍ﴾ اگر میں غلطی پر نہیں ہوں تو حق تعالیٰ نے میرے قانون پر رحم کر کے گرسنگی اور بچاؤ کے معاوضہ میں یہ پانی بہشت سے بھیج دیا ہے۔ مناسب یہ ہے کہ تھوڑا سا پانی خلیفہ وقت کے پاس لے جاؤں اور غالباً اس کے عوض میں وہ مجھے بہت کچھ احسان کرے گا۔ اور میرا قبیلہ قحط کے مصائب سے نجات پا جائے گا۔

یہ سوچ کر پانی سے وہ مشک بھری جو ہر ازہ تھی اور بغداد کا راستہ دریافت کیا کہ دار الخلافہ کی جانب روانہ ہوا ہنوز بغداد دور تھا کہ مامون کے حشم و خدم نظر آئے معلوم ہوا کہ خلیفہ شکار کی غرض سے آیا ہوا ہے۔ اعرابی خلیفہ مامون کی خدمت میں حاضر ہوا اور دعا و ثنا کے بعد کھڑا ہو گیا۔ خلیفہ نے پوچھا کہ کہاں سے آتا ہے اعرابی نے اپنا وطن بتایا اور کہا کہ وہاں کی مخلوق بوجہ قحط نہایت در ماندہ اور عاجز ہو گئی ہے خلیفہ نے پھر دریافت کیا کہ کہاں جائے گا جواب دیا کہ آپ ہی کی خدمت میں حاضر ہوا ہوں گر خالی ہاتھ نہیں ہوں بلکہ ایک تحفہ لایا ہوں جو آج تک کسی نے نہیں پایا بلکہ کسی نے دیکھا بھی نہ ہو گا۔ مامون نے متعجب ہو کر اس تحفہ کے

پیش کرنے کا حکم دیا۔ اعرابی نے مشک سامنے بٹھا دی اور کہا یہ پانی جنت کا ہے جس کو دنیا میں آج تک نہ کسی نے دیکھا نہ سنا ہے

آبِ مگو شیرہ شاخ حیات	درمزه ہمیشہ آبِ حیات
-----------------------	----------------------

مامون نے رکاب دار کو حکم دیا کہ ایک گلاس مشک کے پانی سے بھر کر لائے جب گلاس سامنے آیا تو اُس میں نہایت بدبو محسوس ہوئی۔ اُس کا رنگ بدل گیا تھا اور مشک کی چمکناہٹ اس میں اثر کر گئی تھی خلیفہ نے جبراً تھوڑا سا پانی پی لیا اور فرست سے اہل حقیقت معلوم کرنی۔ مگر شرم نے اجازت نہ دی کہ اس کا راز افشا کرے اور کہا اے اعرابی تو بہت صحیح کہتا ہے۔ ایسا لطیف پانی ہر ایک کو نہیں دیا جاسکتا رکاب دار کو حکم دیا کہ ایک گلاس پانی لے کر آبِ خاصہ میں شریک کرے اور مشک کا باقی پانی ایک گوشہ میں رکھ دے پھر اعرابی کی طرف متوجہ ہو کر کہا کہ تو عمدہ تبرک اور پسندیدہ تحفہ لایا ہے۔ اب تو بتا کہ کس چیز کا وظایف کا رہے۔ اس نے کہا کہ اے خلیفہ میرے اہل و عیال کا قون سے مرہ ہے میں اور اسیلے خداوند تعالیٰ سے فضل کی اور آپ سے کرم کی امید ہے خلیفہ نے ہر اردینا عنایت فرما کر وہیں سے چلے جانے کا حکم دیا۔

جب اعرابی رخصت ہو گیا تو ایک درباری نے خلیفہ سے دریافت کیا کہ اعرابی کو یہیں سے جانے اور کسی کو پانی نہ پلانے میں کیا مصلحت تھی۔ مامون نے فرمایا کہ وہ پانی بالکل بے مزہ اور بدبو دار تھا مگر اس شور پانی کے مقابلہ میں جس میں اس نے پرورش پائی تھی وہ پانی بہشت کا بھٹتا تھا۔ اگر تم میں سے کوئی پی لیتا تو اعرابی پر لعنت ملاوت کرتا اور وہ بیچارہ شرمندہ ہوتا۔ اور اگر اسی جگہ سے اسکو واپس نہ کرتا تو شاید اور آگے بڑھ جاتا اور آبِ وجہ کو زیادہ لطیف و شیرین پا کر اپنے تحفہ کے پیش کرنے پر شرمندہ ہوتا اس لیے مجھے شرم معلوم ہوئی کہ ایک شخص بامید کرم

میرے پاس آئے اور فرزند ہو کر واپس چلا جائے۔

سنجی را شرم می آید کہ سائل  
خجست از در گہ او باز گردد

تیسری قسم حیاے ادب ہے یعنی ایسے اعمال جن کا ارتکاب عقلاً و شرعاً اگرچہ  
ممنوع نہ ہو مگر حیاے ادب اُن سے مانع ہوتی ہے چنانچہ نوشیروان کی نسبت  
مشہور ہے کہ وہ اُس مکان میں جہان نرگس کا بھول ہوتا تھا اپنی عورتوں اور کنیزوں  
سے ہم بستر نہ ہوتا تھا اور کہا کرتا تھا کہ نرگس کی آنکھیں ٹھکی رہتی ہیں۔ حقیقت میں  
یہ صورت از قسم حیا نہ تھی کیونکہ حیا وہ ہے جو ایمان سے پیدا ہو مگر نوشیروان  
آتش پرست تھا بلکہ یہ ادب کی ایک صورت ہے جس کی اس نے رعایت  
کی اور اگر مسلمان بادشاہ اسی طرح عمل کریں تو وہ ادب کی حیا کہلائے گی نظم

دل کہ پر از وصف حیا می شود  
آئینہ نور خدا سے شود

دیدہ بے شرم پسندیدہ نیست  
در نظر عقل خود آں دیدہ نیست

### نوان باب پرہیزگاری کے بیان میں

اور وہ افعال ممنوعہ خصوصاً شہوت حرام سے پرہیز کرنا ہے۔ اور یہ جملہ  
اخلاق حمیدہ میں سے ایک ہے بزرگوں نے بیان کیا ہے کہ انسان دو قسم کی  
نسبت رکھتا ہے۔ ایک فرشتوں کے ساتھ اور یہ نسبت علم کی ہے۔ دوسری  
بہائم کے ساتھ اور یہ حرص کی نسبت ہے جیسے کھانا پینا اور مباشرت وغیرہ۔  
عقل مندی اس میں ہے کہ حتی المقدور نسبت ملائک کو تقویت دے اور نسبت  
حیوانی کی طرف متوجہ نہ ہو۔ ۵

از ملائک بہرہ داری و زہاکم نیز ہم  
بگذر از حظ بہاکم ز ملائک بگذری

پس جسوقت مثلاً کھانے کی خواہش پیدا ہوتی ہے تو انسان حلال و حرام میں تمیز نہیں کرتا۔ اسی طرح غالبہ شہوت کے وقت نکاح اور زنا کاری میں امتیاز نہیں کرتا۔ لہذا پرہیزگاری سے مراد یہ ہے کہ غالبہ شہوت کے وقت نفس کو اپنے اختیار میں رکھ کر عام کاری سے باز رہے اور شرع کے خلاف عمل نہ کرے اور افعال ناشائستہ کی جانب مائل نہ ہو تاکہ خیر و صلاح اور نیر و نوری و فلاح کے دروازے کھلے رہیں۔

اور اگر بادشاہ پارسائی کی صفت سے مستصف ہو تو فسق و فجور کی ظلمت ملک سے دور ہو جاتی ہے اور عیب و بدنامی کا دھبہ لوگوں کے بال بچوں پر نہیں لگتا۔

عفت آنجا کہ رایت افرازد	دل و دین را تمام انسر از د
نفس ازونیک خوار و زار شود	روح مقبول گردد گار شود

الحمد للہ ہمارے شہزادہ کامکار۔ عالی مقدار بخت و دولت سے متمتع ہیں۔

روے خوب سست کمال ہنر و دامن پاک	
لاجرم ہمت پاکان دو عالم با دوست	
دسوان باب ادب کے بیان میں	

اور وہ افعال ناپسندیدہ و اقوال ناستودہ سے نفس کی حفاظت کرنا۔ اپنی اور لوگوں کی عزت کا حسبِ دراج نگاہ بکھنا۔ کسی کی آبروریزی نہ کرنا ہے۔ ادب کی حقیقت یہ ہے کہ جملہ احوال میں حضرت رسالت پناہی کی متابعت کرے کیونکہ وہ ادیب کامل ہیں اور مکتب خانہ ادبی ربی قاضی حسن یاد دہی میں انکے لے ادب سکھایا مجھے میرے رب نے سوائے طرح ادب سکھایا

مثل کوئی مودب و مہذب نہیں ہوا۔ نظم		
ادب آموزان ادیب کہ او	ادب از حضرت خدا آموخت	
بر کسے خوان سبقت کہ در ہمہ حال	سبق از لوح کبریا آموخت	
یون تو تمام لوگوں کا ادب اچھا معلوم ہوتا ہے مگر خصوصیت کے ساتھ بادشاہوں کے لیے ادب ازلیس مستحسن ہے۔ کیونکہ جب بادشاہ راہ ادب میں مستقل ہوتا ہے تو ملازمین کو بھی ادب کی رعایت ضرور کرنی پڑتی ہے۔ باین وجہ ممکن نہیں کہ رعایا راہ ادب سے محروم ہو پس ملکیت کا انتظام بخوبی ہوتا ہو اور اہل عالم کے مصالح حسب دلتخواہ ہو یا ہوتے ہیں۔ غنوی معنوی میں ہے نظم		
از خدا خواہیم توفیق ادب	بے ادب محروم گشت از فضل رب	
از ادب پر گوشت است این فلک	وز ادب معصوم و پاک آمد ملک	
بڑے بڑے لوگوں کا قول ہے کہ اولاد آدم خصوصاً شاہان عالم کے لیے بہترین سرمایہ اور خوشترین زیور ادب ہے		
تاریخ میں لکھا ہے کہ عزیز مصر نے بادشاہ روم سے موافقت کر کے اُس کی شہزادی کو اپنے شہزادے سے منسوب کیا اور اپنی شہزادی اسکے بیٹے کے نکاح میں دی۔ یہ تمام امور رسل و رسائل سے طے ہوئے جو جانیں میں جاری تھے ان دونوں بادشاہوں کے اتحاد سے ہر ایک سلطنت نے بڑی ترقی کی۔ کیونکہ امور سلطنت کے ہر کلی و جزئی امر میں ایک دوسرے سے رجوع کرتا تھا۔ بغیر آپس کے مشورہ کے کسی مہم میں ہاتھ نہ دالتے تھے۔ ایک دن خدیو مصر نے قیصر روم کو یہ پیغام بھیجا کہ ہمارے لڑکے خلاصہ حیات و زندگی ہیں۔ ہمارے مرنے کے بعد انکے سوا کوئی یادگار باقی نہ رہے گی۔		
زندہ است کہ در دیار ش	ماند خلفہ بر یادگار شش	۴۱

لہذا ان کی حالت کی درستگی اور مجموعی کی سعی کرنی چاہیے۔ اور ان کے لیے اسباب معیشت و جمعیت کے بڑھانے کی فکر ہونی چاہیے۔ مین نے تو اپنے بیٹے کے لیے نفیس و نادر اشیاء کا ذخیرہ۔ لونڈی۔ غلام۔ چوپائے۔ نمرین۔ جامداد وغیرہ مہیا کر دیا ہے۔ آپ کی رائے اپنے شہزادے کے حسن انتظام مین کیا ہے۔ قیصر یہ پیغام سنکر مسکرایا اور کہا کہ مال و اسباب بے وفادوست اور فانی محبوب ہے۔ اس کا کچھ شمار نہ کرنا چاہیے۔ نہ دنیاے دنی کے متاع فانی پر فریفتہ ہونا چاہیے۔ مین نے اپنے بیٹے کو زیور ادب سے آراستہ کیا ہے اور مکارم و اخلاق کے خزانے اس کے لیے جمع کیے ہیں۔ مال تو مٹ جانے والا ہے اور ادب تغیر و انتقال سے محفوظ رہتا ہے۔ جب یہ خبر ملک مصر کو پہونچی تو اُسے کہا کہ قیصر بہت صحیح کہتا ہے۔ **الادب خیر من الذہب۔ نظم**

قرون ترز ملک فریدون بود  
کہ اموال را ہست رودر زوال  
کہ نام نکو از ادب یافتند

ادب بہتر از گنج فارس بود  
بزرگان نکر دند پر و اے مال  
عنان سوے علم و ادب یافتند

### گیا رھوان باب علوم بہت کے بیان مین

حدیث مین آیا ہے **ان السید محبت معالی الامور**۔ یعنی خدا بڑے بڑے کاموں کو پسند کرتا ہے۔ حق سبحانہ تعالیٰ بلند ہمت آدمی کو دوست رکھتا ہے اور بڑے بڑے کاموں کو شرف قبولیت بخشتا ہے۔ ہمت بلند کا جزو رفعت از جند ہے۔ اور ایک دوسرے کی علیحدگی محال ہے۔ **نظم**

غزو اقبالش آشیان یاشد

مرغ ہمت چو بال بکشايد

پیش قدمی کا ہمت عالی	کمترین گوئے آسمان باشد
سلاطین کے لیے ہمت عالی کافی پیشہ کا رہے۔ اور با وفادار ہوگا رہے۔ ان میں سے جن کی ہمت بلند ہے۔ شان و شوکت کے میدان میں ان کا قدم سب سے آگے ہے ۵	
ہمت بلند دار کردہ خدا و خلق	باشد بقدر ہمت تو اعتبار تو
یعقوب لیث سے عصفوان شباب میں قبیلہ کے کسی بزرگ نے کہا کہ میرا دل مجھے حال کا نگران ہے کیونکہ جس سن میں تو ہے وہ غلبہ شہوت اور علو ہمت کا وقت ہے مہر مہل نیا کرنا کہ تیرے لیے کسی معزز خاندان کی لڑکی تلاش کروں۔ یعقوب نے جواب دیا۔ جس وطن کو میں نے پسند کیا ہے اس کا مہر مہل تیار ہے۔ بزرگ قبیلہ نے کہا لاؤ میں دیکھوں کہ کیا تیار کیا ہے اور اس وطن کا نشان دو کہ مجھے معلوم ہو یہ سنکر یعقوب اپنے مکان میں آیا اور ایک تلوار لیے ہوئے باہر نکلا اور کہا میں ممالک مشرق و مغرب کے عروس سے شادی کرنا چاہتا ہوں۔ اور مہر مہل میں یہ جو ہر دار اور جویشن گزرا تو وار حاضر ہے ۵	
بے بخت نیک بیچ کسی را سیر نیست	مہر عروس ملک بہ از بیع نیز نیست
اسی مطلب کا یہ شعر بھی ہے ۵	
عروس مملکت آن مرد در کنار گزرت	کہ اول از گسرد تیغ داد کاویوش
اسی معنی میں یہ بھی مشہور ہے ۵	
عروس ملک کسے در کنار گیرد چہیت	کہ بوسہ بربل شمشیر آبدار زند
بیان کرتے ہیں کہ جس زمانہ میں اسکندر سرحد روم سے ملک عرب و عجم کی فتح کے لیے نکلا اور بحر و بر کو مطیع بنانے کا ارادہ کیا تو بہت اندیشہ ناک اور بخیلہ تھا۔ ارسطاطالیس حکیم نے جو اس کا وزیر باتدبیر تھا جب اسکندر کے چہرے پر حزن طالع	



کے آثار دیکھے تو کہا کہ اسے بادشاہ اسباب دولت تیار ہے۔ خدم و خشم فرمانبرداری پر کمر بستہ ہیں۔ خزانہ مالا مال ہے۔ سلطنت وسیع ہے۔ اقبال پائدار ہے۔ نہ سال دولت زیور استقلال سے آناستہ ہے۔ جاہ و جلال آستانہ عالی کا خدمتگار ہے پھر پریشانی مزاج اقدس کا کیا سبب ہے۔

اسکندر نے یہ سنکر جواب دیا کہ میں سوچ رہا ہوں کہ وسعت جہان محدود ہے اور مالک ہفت اقلیم کا میدان مختصر ہے۔ شرم آتی ہے کہ اسی مقدار ملک کے لیے فتح پر کمر بستہ ہوں اور تسخیر کے لیے روانہ ہوں۔ قطعہ

گر ای آن کند طول و عرض ہفت اقلیم	کہ من بنیت تسخیر آن سوار شوم
بزار عالم ازین گریو کم دست ہنوز	کہ من بعرض تصرف بدان دیار شوم

اسطونے جواب دیا بے شک اس جہان کی حکومت اور سرداری آپ کی بلند ہمت اور علم و تربیت کے لائق نہیں ہے۔ مگر اس کے ساتھ مملکت ابدی کو ملا دو تا کہ جس طرح ضرب تیغ سے جہان فانی قبضہ میں آئے عیال و انصاف کی برکت سے ملک سعادت بھی قبضہ استحقاق میں داخل ہو۔ اور اس نقصان کی تلافی اس کمال سے ہو اور یہ حقیر حصہ زیبائش کمال سے بڑی رونق پکڑے نظم

ملک عقبی خواہ کان جنرم بود	ذبحہ آن ملک صد عالم بود
جہد کن تا در میان این شست	عرصہ آن عالمیت آید بدست

اسکندر کو اس جواب سے بڑی تسلی ہوئی اور حکیم کی بڑی تعریف کی۔ اور آج ہر شخص اسکندر کی ثنا و صفت میں رطب اللسان نظر آتا ہے کہ اُس کی بلند ہمت نے حقیر مملکت جہان کو نہ چھوڑا۔

تو باز ساعد شاہی با ستخوان منکر
ہما بے ہمت خود را بلندہ پرواز

## بارھواں باب ارادہ کے بیان میں

اور وہ مقاصد و مراد کے قافلہ کا پیشرو۔ امور و مہمات کا پورا کرنے والا ہے کوئی بادشاہ بغیر مستقل ارادہ کی مدد کے کوئی ملک قبضہ میں نہیں لایا اور بغیر تگ و دو اور سعی و بلیغ کے سند جہان داری اور تخت شاہی پر نہیں پہنچا ۵

بے غم درست و سعی کامل

کس را نشود مراد حاصل

عزیمت درست کے معنی یہ ہیں کہ جب کسی کام کے کرنے پر کمر بستہ ہوا کسی مہم کے انجام میں مشغول ہو تو کسی رکاوٹ اور امر مانع سے تکمیل میں باز نہ رہے اور اپنے ارادہ میں کمی اور سستی کو راہ نہ دے لوگوں نے کسی حکیم سے دریافت کیا کہ بادشاہوں کا ارادہ کس مقام پر اچھا ہوتا ہے اور کس وقت کام میں آتا ہے۔ اُس نے جواب دیا کہ دشمنان ملک کے دفع کرنے میں نہایت پسندیدہ ہے۔ کیونکہ جب بادشاہ بغیر ارادہ مراد فاؤڈا عزمت فتوکل علی اللہ۔ اپنے ارادہ میں توکل کو دخل دے تو ضرور بغیر و فتح و تلف فی الفور حاصل ہو جائے گی کیونکہ ارادہ مستقل غلبہ و نصرت کا ذریعہ ہے ۵

شہ جو بغیر درست پائے کند در رکاب

دل شکند خضم را و ز کفش افتد عنان

حکایت ہے کہ کسی بادشاہ کو مٹی کھانے کی عادت تھی جکما و اطبانے اُس کو منع کیا اور ہر چند اس کا نقصان بیان کیا مگر بادشاہ باز نہ آیا۔ ایک دن کوئی اہل اللہ اُسکی ملاقات کو آیا اور بادشاہ کو نہایت خجست و زار پایا سرخ چہرہ زرد پڑ گیا تھا اور تاب و توان جسم سے رخصت ہو چکی تھی۔ درویش نے صورت حال دریافت کی بادشاہ نے تمام حقیقت بیان کی کہ مٹی کھانے سے اس حالت کو پہنچا جس پر نہایت

۱۵ پس جب ارادہ کیا تو نے خدا پر بھروسہ رکھو۔ ۱۲

افسوس و حیرت ہے درویش نے کہا جب تو جانتا ہے کہ اس سے تجھے نقصان پہونچتا ہے تو کیوں تدارک نہیں کرتا۔ بادشاہ نے کہا اس قدر کوشش پر مجھے اختیار نہیں ہے درویش نے جواب دیا اِن غزنیہ من غزات الملوک کہاں ہے وہ غم و استقلال جو بادشاہوں میں ہوتا ہے کہ کوئی وجہ انکو اس ارادہ سے روک نہیں سکتی بادشاہ اس گفتگو سے نہایت متاثر ہوا اور غم بالآخر کم کیا کہ اب کبھی مٹی نہ کھالے گا چنانچہ اس استقلال کی برکت سے ایسے مُہلک مرض سے نجات پائی قطعہ

مکن بدست تردد عنان خود رست  
مگر بسعی تمام و دیگر بغیرم درست  
بہ تہمتکاہ بزرگی رسید کام خست

عنان غم بہر جانبی کہ بر تابی  
کہ کس بمنزل مقصود رہ نئے یابد  
ہر آنکہ پائے طلب طریق غم نہا

### تیرھواں باب جد و جہد کے بیان میں

حصول مقصد میں سعی کرنے کو جد کہتے ہیں اور حاجات و مقاصد کے اکتساب میں بے محنت مشقت اٹھانا جہد کہلاتا ہے اور یہ جد و جہد شاہان کشورستان کے اخلاق میں داخل ہے یہ صفت ہمت کے تابع ہوتی ہے۔ جب قدر کہ ہمت بلند ہو اسی قدر طلب مقصود میں جد و جہد زیادہ ہوتی ہے۔ بلند ہمت آدمی کو چاہیے کہ مشقت کے برداشت کرنے سے خوف نہ کھائے کیونکہ دو صورتوں سے خالی نہیں ہے۔ اگر جہد سے مقصود حاصل ہو جائے تو بہتر۔ ورنہ اسکا عذر عقلا کے نزدیک واضح ہے اور طلب مفاخر میں اس کی علو ہمتی سب پر روشن ہے۔

در طلب می کو شتم اریا ہم زہے بخت بلند  
اور در نیابم عذر من افتاد بزرگان را پسند

حکماء ہند کی حکایات میں مذکور ہے کہ ایک چیتھی کسی تودہ خاک کے ہٹانے میں

مشغول تھی جس کا ہٹانا آدمیوں سے بھی مشکل تھا ذرہ ذرہ خاک چھوٹی اٹھاتی اور دوسری طرف پھینکتی تھی۔ اسی انسان میں ایک مرغ کا ادھر گزر رہا اس نے دیکھا کہ ایک ضعیف و نحیف چھوٹی بڑی مٹدی سے تودہ خاک کے ہٹانے میں مشغول تھی اُس نے کہا کہ اے ضعیف الجشتہ اور نحیف البدن چھوٹی تو یہ کیا کام کر رہی ہے اور تیرا کیا مقصد ہے جو اس صعب ترین کام میں گرفتار ہے چھوٹی نے جواب دیا کہ مجھے ایک چھوٹی سے عشق ہے جب میں وصل کی طالب ہوئی تو اُس نے یہ شرط پیش کی کہ اس تودہ خاک کو ہگڈر سے ہٹا دو تو اس خیال کو سر میں جگہ دو فی الفور اس کام پر میں مستعد ہوئی اور آرزو ہے کہ اس شہر کی تکمیل میں اقدام کر کے عہد سے نجات پاؤں۔ مرغ نے یہ سنکر کہا کہ یہ آرزو تیرے حوصلہ سے باہر ہے اور اس کمان کا کھینچنا تیرے قوت بازو سے بعید ہے چھوٹی نے جواب دیا کہ میں نے تو اس کام کے کرنے کا ارادہ کر لیا ہے اور جدوجہد شروع کر دی ہے اگر مقصد حاصل ہوا فہو المراد ورنہ مجھ کو معذور سمجھیے۔ **نظم**

من طریق سعی سے آرم بجا	لیس للانسان الاما سے
دا من مقصود اگر آرم بکھ	از غم و اندوہ مانم بر طرف
ور نشد از جہد من کا سے تمام	من در ان معذور باشم و اسلام
افریدون نے ابتدا سے سلطنت میں جب ریاض دولت سے متبع اٹھا رہا تھا اور ہواے کامرانی کے چلنے سے شادمان تھا۔ بعض مقامات کے تسخیر کرنے کا ارادہ کیا جو دوسروں کے قبضہ میں تھے۔	
کفاف نفس اگر چند اندک است و لے	
جہان بہ تیغ گرفتن ز ہمت عالی است	
چنانچہ اس مقصد کے لیے ارکان دولت سے مشورہ کیا۔ ایک جماعت نے	

کہا کہ اے بادشاہ ایک آراستہ اور کافی ملک تیرے قبضہ میں ہے پھر بے ضرورت فکر و تشویش کا مول لینا درست نہیں ہے جو کہ تجھے حاصل ہے اس سے فائدہ ہٹھا اور خطرناک امور کے ارتکاب سے محفوظ رہ۔

<p>در فراغت کوش و در لذت کہ نیست</p>	<p>آرزو را خسیج پایا نے پدید</p>
--------------------------------------	----------------------------------

فریدون نے جواب دیا کہ قناعت طبع بہائم کا شیوہ ہے اور ایک گنج میں بیٹھ جانا و نارت اور پست ہمتی کی دلیل ہے۔ وقت کو جو بحساب کی طرح گزر جاتا ہے غنیمت سمجھنا چاہیے اور مقام کے حامل کرنے میں خطرات کے دوچار ہوئیے اندیشہ نہ کرنا چاہیے۔ قطعہ

<p>اگر سلطنت نہ باید بست</p>	<p>ہر کر از غبت تن آسانی ست</p>
<p>از مشقت کجا بیا ساید</p>	<p>ہر کر اہمیت جہا نبانی ست</p>

حکایت ہے کہ کسی بادشاہ نے اپنے بیٹے کو غنیم سے مقابلہ کرنے کے لیے بھیجا تھا۔ خبر پہنچی کہ شہزادہ راستے میں کھجی کھجی بدن سے زرو اتار ڈالتا ہے اور ہر منزل پر دو شب قیام رکھتا ہے بادشاہ نے اُس کو لکھا کہ اے پسر حق نے جب عزت پیدا کی تو کلفت و مشقت کو اُس کا ہم نشین بنا دیا اور مذلت و پریشانی کو جب پیدا کیا تو آرام و راحت کو اس کا رفیق بنایا۔ اُس وقت کہ عزت بادشاہ کو دی اور مذلت رعایا کو تو بادشاہ کے ذمہ ملک کی حفاظت ہے اور رعایا کے حصہ میں امن و امان اور استراحت یہ دونوں حصے کجا نہیں ہو سکتے۔ بادشاہ کو چاہیے کہ آرام و آسائش کو حضرت کر دے اور راحت کو رعیت کے لیے چھوڑے اگر اس طرح نہ کرے تو آرام سے بسر کرے اور حفاظت ملک سے دست بردار ہو جائے۔

<p>لذت شاہی تر ایں راحت دیگر محوے</p>	<p>با وجود سلطنت سرمایہ دیگر مخواہ</p>
---------------------------------------	--

یعقوب لیث نے ابتداءے حال میں اپنے کو خطرناک معاملات میں ڈالا اور بڑے بڑے خطرات برداشت کیے آسائیش نفس سے بالکل علیحدہ تھا۔ اور محنت و مشقت اٹھانے سے ایک لمحہ بھی آرام نہ لیتا۔ لوگوں نے اس سے کہا کہ تجھ جیسے عظیم کو اصل قدر محنت کرنے پر رنج و تعب اٹھانے اور غرقاب ہلاکت ہونے کی کیا وجہ ہے۔ اس نے جواب دیا کہ مجھے افسوس ہوتا ہے کہ عمر عزیز کو اصلاح کا سر و سر میں صرف کر دوں۔ میری کوشش تو ضرور اس پیشہ میں ہے جس میں بکثرت لوگ شریک ہیں مگر رنج و مشقت برداشت کرنا اس لیے ہے کہ ایسا رتبہ حاصل کروں جس میں کوئی شریک دار نہ ہو اس نے جواب دیا یہ تو میں جانتا ہوں کہ شربت مرگ چکھنا ہے اور گرداب فنا میں پھنسنا ہے مگر کار بلند میں فنا ہونا ادنیٰ کاموں میں فنا ہونے سے بہتر سمجھتا ہوں۔ بیشک وہ اپنے جد و جہد سے جس منصب پر پہنچا مقنونی

مے باش مجد و جہد در کار	دامان طلب ز دست مگذار
ہر چیز کہ دل بران گراید	اگر بہت کنی بدست آید

العرض بنائے بزرگی کی تمہید جد و جہد ہے۔ اس صفت کی ضد بطالت و کسالت ہے جو شوکت و دولت کو درہم برہم کر دیتی ہے۔ خاندان طاہرہ میں سے کسی سے سوال کیا گیا کہ تمہاری حکومت و دولت کے زوال کی کیا وجہ ہے اس نے جواب دیا کہ راتوں میں شراب پینا اور صبح میں سونا یعنی کاہلی سے انتظام نہ کیا اور کسالت سے جرات کھو دی۔ لہذا ضرور ہو کہ ہمارا سفینہ دولت گرداب زوال میں غرق ہو جائے اور کشتی امید ساحل تک نہ پہنچے۔

بنائے دولت خویش آن کسے خراب کند	
کہ شام سے غور و صبح گاہ خواب کند	

## چودھوان باب ثبات و استقامت کے بیان میں

اور وہ ایک ایسی پابنداری ہے جو مہمات میں سکارہ و بلیات کے دفع کرنے کی ہمیشہ ضمانت ہے حقیقت میں ثبات سے میامن و برکات کے پھل پیدا ہوتے ہیں۔ اور فلاح و نجات کا ذریعہ ہے مخلوق میں سے کسی گروہ اور جماعت کو اس سے اس قدر وابستگی نہیں ہے جس قدر کہ بادشاہ کو ہے کیونکہ بغیر ثبات کے بادشاہ فرمانبرداروں سے رعایت کرنے، اشرار و اعدا کے قلع و قمع کرنے کے لیے خاص عام میں ہر دفعہ نئے نہیں ہو سکتا۔ نہ چشم و خدم اطاعت پر سر جو بکا سکتے ہیں نہ اہل بغی و فساد عصیان و تمرد سے باز آ سکتے ہیں پس ملک کو ثبات کی ضرورت ہے اور بادشاہ کو اس سے کام لینے کی حاجت ہے ۵

ہر سرکہ یافت افسری از گوہر ثبات  
در اقامت دار بگذرد از حیرت نا ثبات

کسی حکیم کا قول ہے کہ جو بادشاہ چاہے کہ اس کی سلطنت کی بنیاد منہدم نہ ہو تو اسے چاہیے کہ اپنے کاموں کی بنیاد ثبات و وقار پر رکھے ۵

بنائے کار بنہ بر ثبات و امین باش  
ثبات قدم آدمی وہ ہے جو اپنی راہ و روش سے کسی وسوسہ ڈالنے والے کے دغدغہ سے منحہ نہ پھیرے اور اپنے رسم و طریق سے کسی پریشان کرنے والے کے وسوسہ سے انحراف نہ کرے جس طرح کہ حکیم الہی کہتا ہے نظم

در تر و در و ثبات مدان  
میل داری برفوت در جات  
پہنچ خصلت بہ از ثبات مدان  
در معالی ثبات و رز ثبات

ثبات کے لیے دو چیز ضروری ہے ایک یہ کہ جس کام کو شروع کرے۔ اس کا

اتمام اپنے اوپر لازم کر لے حکایت ہے کہ قیصر روم نے نو شیروان سے پوچھا کہ بقاے شاہی کس امر پر منحصر ہے۔ اُس نے جواب دیا کہ میں ہرگز بیہودہ کام نہیں کرتا۔ اور جس مہم کا حکم دیتا ہوں اُسے انجام کو پہنچاتا ہوں۔ قیصر نے سنکر کہا کہ تمام حکماء یونان کا یہی قول ہے نظم

ہر طرح کہ فک گئی چو مردان	بہدی بکین و تگم گردان
یعنی علی کہ بر نہ ازی	باید کہ دگر نگون نسازی

دوسری بات یہ ہے کہ جو سخن اس کی زبان پر جاری ہو جیسا کہ اس کے خلاف گفتگو نہ کرے چنانچہ تاریخ میں مذکور ہے کہ ایک دن سلطان صنی غزنین کے میدان سے گزرا تو ایک مزدور دیکھا جو بھاری پتھر کندھے پر رکھے ہوئے اپنے گھر کی طرف جارہا تھا اور اُس کے اٹھانے میں بڑی تکلیف برداشت کر رہا تھا۔ سلطان نے جب ایسی سخت مشقت دیکھی تو اپنی جلی مہربانی اور نرمی سے کہا کہ اے مزدور اس پتھر کو ہمیں لکھو دے۔ مزدور نے اسی میدان میں پھینک دیا۔ ایک مدت تک وہ پتھر گزر میں پڑا رہا۔ گھوڑے وہاں پہنچنے پر بھڑکتے تھے چند خاص لوگوں نے موقع دیکھ کر بادشاہ سے عرض کیا کہ فلاں دن حسب فرمان عالی ایک مزدور نے میدان میں پتھر پھینک دیا تھا وہاں سے گھوڑے بدقت گزرتے ہیں اور کوئی مزدور اسے نہیں اٹھا سکتا اگر حکم ہو تو پتھر اٹھو ادا جائے تو مناسب بات ہوگی سلطان نے کہا کہ میں ایک مرتبہ اُسے وہیں رکھنے کا حکم دے چکا ہوں۔ اب اگر اٹھانے کا حکم دوں گا تو لوگ اسے میری بے ثباتی پر محمول کریں گے۔ کہتے ہیں کہ وہ پتھر سلطان صنی کی آخر عمر تک وہیں پڑا رہا۔ اس کی وفات کے بعد اسی کے حکم کی رعایت سے کسی جانشین نے بھی اٹھانے کا حکم نہ دیا۔ قطعہ

سخن شاہ شاہ ہر سخن است	بہ حال پاس باید داشت
------------------------	----------------------



باید آن ابوح دل بنگاشت

تازہ گرد و نقیض آن ظاہر

## پندرھواں باب عدالت کے بیان میں

عدل ملک کا آراستہ کرنے والا کو تو ال ہے۔ اور نور افزا اور دفع ظلمت روشنی ہے اور حق سبحانہ تعالیٰ اپنے بندوں کو اسی صفت کے متعلق فرماتا ہے۔ "اِنَّ الْعَدْلَ اَمْرٌ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانَ" عدل یہ ہے کہ مظلوموں کی داد رسی کی جائے اور احسان یہ ہے کہ مرہم راحت مجروحوں کے زخم پر رکھا جائے حدیث میں آیا ہے کہ بادشاہ کا ایک گھڑی عدل کرنا میزان اطاعت میں ساڑھ برس کی عبادت سے بڑھ کر ہے۔ کیونکہ عباد کا نتیجہ عامل کی ذات تک محدود رہتا ہے اور عدل کا فائدہ خاص و عام خرد و بزرگ کو پہونچتا ہے۔ ارباب دین و دولت کے طریقے اور اصحاب ملک و ملت کے مصالح اس کی برکت سے قائم اور منظم رہتے ہیں اور عدل کا ثواب حد شمار سے زیادہ اور قیاس سے باہر ہے۔

حکایت ہے کہ کسی بادشاہ کو خواہش ہوئی کہ خانہ خدا کا حج کرے اور طواف حرم کے کرنے سے غرت مائل کرے اور مزید صفا اور قبولیت دعا سے اپنے امثال وہم جنس میں ممتاز ہو۔

درد و جہان واسطہ افتد ادا

ہست طواف حرم کردگار

ارکان دولت اور اعیان مملکت نے موقع پر عرض کیا کہ اے بادشاہ حج کرنا اسوقت درست ہے بشرطیکہ راستہ بے خوف و خطر ہو۔ حالانکہ سلاطین کے بہت دشمن ہوتے ہیں۔ اگر خدوم و شتم کو ساتھ لے چلنے کا ارادہ ہے تو انکا ہمیں اس دور و داندہ راستہ میں نہایت مشکل ہے۔ اگر چند ملازموں کو ساتھ رکھیے گا تو خطرات کلی

۱۵ البتہ عدل و انصاف کا خدا حکم کرتا ہے۔ ۱۲

کے پیش آنے کا اندیشہ ہے۔ دوسرے یہ کہ شہر میں بادشاہ کا رہنا جسم میں جان کے ہونے کا حکم رکھتا ہے جس وقت کہ سایہ دولت رعایا کے سر سے دور ہوگا تو ہرج و مرج کا ظہور ہوگا۔ عوام و خواص کے تمام مہام سلک انتظام سے باہر ہو جائیں گے بادشاہ نے فرمایا کہ جب یہ سفر میسر نہ ہو تو میں کیا کام کروں جس سے حج کا ثواب پاؤں اور اس اطاعت کی برکت سے بہرہ مند ہوں امرائے عرصہ کیا کہ اس ملک میں ایک درویش ہے جو مدتوں حرم کا مجاور رہا ہے اور پابندی شرائط کے ساتھ ساٹھ حج اُس نے کیے ہیں۔ اب گوشہ تنہائی میں بیٹھا ہوا ہے اور لوگوں کی آمد و رفت کا دروازہ بند کیے ہوئے ہے۔

پاے کشیدہ است بدامن کوہ

گشتہ ز غوغائے خلایق ستوہ

شاید اُس سے آپ حج کا ثواب خرید سکیں اور اُس کے ثواب کا کل کا حامل ہونا ممکن ہے۔ بادشاہ اپنی خوش اعتقادی سے جو اہل اللہ کے ساتھ رکھتا تھا درویش کی خدمت میں گیا اور دوران گفتگو میں کہا کہ حج کی آرزو میرے دل سے لگی ہوئی ہے اور ارکان دولت توقف میں بہتری دیکھتے ہیں۔ سننے میں آیا ہے کہ آپ نے بہت سے حج کیے ہیں۔ کیا ہو اگر ایک ثواب حج میرے ہاتھ بیچ ڈالیے تاکہ مجھے ثواب ملے اور آپ کو توشہ حاصل ہو۔ درویش نے کہا کہ میں اپنے کل حج کا ثواب تیرے ہاتھ فروخت کرتا ہوں بادشاہ نے ایک حج کی قیمت دریافت کی۔ اُس نے جواب دیا ہر ایک قدم کے معاوضہ میں جو میں نے راہ حج میں اٹھایا ہے تمام دنیا اور دنیا کی تمام چیزیں لون گا، بادشاہ نے جواب دیا کہ میرے قبضہ میں دنیا اور متاع دنیا کا ایک قلیل حصہ ہے جو ایک قدم کی بھی قیمت نہ ہوگی۔ لہذا ایک حج کی قیمت بتاؤ جسے میں خرید سکوں۔ درویش نے کہا کہ تمام حج کی قیمت ادا کرنا آپ کے لیے بالکل آسان ہے۔ بادشاہ نے پوچھا کہ طرح۔ جواب دیا جب کسی مظلوم کے

مقدمہ میں تو عدل کرے اور ایک گھڑی داد خواہی کے کام میں مصروف رہے تو اُس کا ثواب مجھے بخشدے اور ساٹھ حج کا ثواب میں بخش دوں۔ پھر بھی میں فائدہ میں رہوں اور اس سودا میں نفع بسیار حاصل کروں۔

اس سے معلوم ہوا کہ بادشاہ کو فرائض اور سنن کے ادا کرنے کے بعد بندگان خدا کی اصلاح میں مشغول ہونے سے واجب ترک کوئی کام نہیں ہے اور انصاف سے مہضوف ہو کر زندگی بسر کرنا اور رعایا کو عدالت و حمایت کی نظر سے دیکھنا چاہیے کیونکہ اگر عدالت کا پاس نہ ہو تو ارباب قوت و شوکت مخلوق کی کمزوری سے نصیبت ڈھائیں اور جب ضعیف ہلاک ہوں گے تو اقویا بھی اپنی جگہ پر نہیں ٹھہر سکتے کیونکہ خلافت کی زندگی ایک دوسرے سے وابستہ ہے اور احوال مردم کا انتظام بغیر عدل کے ممکن نہیں۔ قطعہ

عدل نورست کز و ملک منور گردد	وز سیمش ہمہ آفاق معطر گردد
عدل پیش آرد و مراد دل درویش برآرد	تا ترا ہر چہ مرادست میسر گردد

عدالت کی فضیلت میں صرف یہی نکتہ کافی ہے کہ عادل تمام لوگوں کا محبوب ہوتا ہے اگرچہ اُن لوگوں کو اُس کے عدل سے فائدہ نہ پہونچا ہو اور ظالم تمام جہان کا دشمن ہے اگرچہ اُس کے ظلم سے اُن کو کچھ ضرر نہ پہونچا ہو۔ اس حالت کا مصداق اور اس گفتگو کا مقياس نوشیروان عادل اور حجاج ظالم کا قصہ ہے۔ باوجودیکہ نوشیروان کافر اور آتش پرست تھا اور حجاج نے بحالت اسلام صحابہ و تابعین کو دیکھا تھا مگر جب لوگ نوشیروان کو یاد کرتے ہیں تو اُس کی تعریف کرتے ہیں اور جب حجاج کا ذکر آتا ہے تو اُس کے ظلم کی وجہ سے نفرت اور بُرا بھلا کہتے ہیں۔ مثنوی

دادگری شرط جہانداری ست	دولت باقی ز کم آزاری ست
مملکت از عدل شود پایدار	کار تو از عدل تو گیر دستار

خانہ فردا سے خود آباد کرد	ہر کہ درین خانہ بیٹے داد کرد
ایک دن عبداللہ ظاہر نے اپنے بیٹے سے کہا کہ ہمارے خاندان میں حکومت کب تک رہے گی۔ اُس نے جواب دیا کہ جب تک عدل و انصاف کی بساط اس ایوان میں بچھی رہے گی۔ قطعہ	
بر فرق او نہادہ بود تاج سردری باشد نصیب گردن او طوق بدری	نایاے بادشاہ بود بر بساط عدل چون دست ز بستین تغلب و کیند
حدیث میں آیا ہے کہ بادشاہ عادل خدا کی مہربانی کا سایہ ہے کہ ہر مظلوم اُس کے نیچے پناہ لیتا ہے ظاہر ہے کہ آفتاب کی تابش سے جس کسی کو تکلیف پہنچتی ہے تو آرام کے لیے سایہ میں پناہ لیتا ہے تاکہ اُس کی تکلیف راحت سے بدل جائے اسی طرح مظلوم بھی ہے کہ آفتاب ستم کی تابش اور شرارت ظلم کی حرارت سے تنگ آکر سایہ خدا میں پناہ لیتا ہے جو بادشاہ سے مراد ہے تاکہ ظالموں کی بیداد سے امن و امان کے دراز سایہ میں آسائش و آرام حاصل کرے۔ مثنوی معنوی میں ہے نظم	
ہر کہ دارد عدل لطف مطلق است وز شرف بر فرق گردن پائے نہ	شاہ عادل سایہ لطف حق است خلق را در سایہ خود جاے ده
حکما لکھتے ہیں کہ مخلوقات میں مساواة کا لحاظ رکھنا عدل کہلاتا ہے یعنی ایک گروہ کو دوسرے گروہ پر غالب نہ بنائے اور ہر ایک جماعت کی حفاظت اُس کے مقام پر کرے۔ بادشاہ کے خدام اہل میں چار گروہ ہیں۔ اول اہل شمشیر کیونکہ امرا و اہل فوج اور یہ لوگ بنز لہ آتش کے ہیں۔ دوم اہل قلم کیونکہ وزراء اور مشنٰی وغیرہ شل ہوا کے ہیں سوم اہل معاملہ کیونکہ بیوپاری اور صنایع وغیرہ پانی کے قائم مقام ہیں۔ چہارم	

زراعت ہمیشہ لوگ کیونکہ یہ لوگ بنزلہ خاک کے مین پس جس طرح کہ عناصر اور بعہ مین سے ایک عنصر کا دوسرے پر غالب آنا انسان کا مزاج بگاڑ دیتا ہے اسی طرح ان اصناف چار کا زمین سے کسی گروہ کا غلبہ ملک کو تباہ کرتا ہے اور اصلاح عالم نیز نظام امور بنی آدم منقطع اور شکست ہو جاتا ہے۔

ہر یکے کا راز خلق مرتبہ ایست	پیش ازین دور یافتہ تعین
گر کس از حد خویش در گزرد	فتنہ باخیزد از یسار و یمین
ہر کسے را بجائے او بنشان	پس بدولت بجائے خود بنشین

فضائل عدل مین سے ایک یہ ہے کہ بادشاہ عادل کے اجزائے جسم مین خاک لہرن نہیں کرتی۔ حکایت ہے کہ کسی عالم نے مامون کی مجلس مین یہ حدیث بیان کی کہ بادشاہ عادل کی نعش قبر مین پر آگندہ نہیں ہوتی اور اعضا ایک دوسرے سے الگ نہیں ہوتے۔ مامون نے کہا کہ حدیث نبوی کے صحیح ہونے مین مجھے کچھ شبہ نہیں ہے لیکن خواہش ہے کہ نو شیر وان کو دکھوں جو فی الحقیقت عدل کا نمونہ تھا اور حضرت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مجر نشان پر آیا ہے کہ مین بادشاہ عادل کے عہد حکومت مین پیدا ہوا ہوں۔ لہذا مامون نے مدائن جانے کا ارادہ کیا۔ جب وہاں پہنچا تو نو شیر وان کا تابوت اُس کے سامنے کھولا گیا۔ مامون نے دیکھا کہ وہ اس طرح لیٹا ہوا ہے جیسے کہ کوئی شخص خواب مین ہو۔ انگلیوں مین انگلیاں تعین ہر ایک کے نگینہ پر ایک پند کندہ تھا۔ اول پند۔ دوست و دشمن کی خاطر داری کرو۔ دوم عقلا کے مشورہ بغیر کسی کام کو شروع نہ کرو۔ سوم رعایا کی رعایت مین غرو گزارشت نہ کرو۔

دوسری روایت مین ہے کہ اس کے بالین پر ایک تختی آویزاں تھی اور اُس مین لکھا تھا کہ جو شخص چاہے کہ خداے دو جان اُسے بزرگوں اور کمرے تو اُس سے کہہ دے کہ

وہ اپنے زمانہ کے علما و حکما کی عزت و وقعت کرے اور جو شخص چاہے کہ اس کا ملک بڑھے تو اُسے چاہیے کہ انصاف کا دامن گیر ہو۔ مامون نے ان نصائح کی نقل لی اور اُس خاک نشین کو عطر آلود کر کے پوشیدہ کر دیا۔ منقول ہے کہ اسی معائنہ کے وقت مامون کے کئی مجلس نے اجازت لیکر کہا کہ عدل کی ایک خاصیت یہ ہے کہ مرنیکے بعد خاک اُس کا نقصان نہیں کرتی اور اگر کا فر عادل سعادت اسلام کا خواہاں ہو تو کیا عجب ہے کہ عقبیٰ میں ضرر آتش کو اُس سے دور رکھا جائے مامون نے اُسکے قول کو پسند کیا اور کہا کہ اُن وصایا کے پیچھے اسے بھی لکھ دو۔ مثنوی

عدل در دنیا نگو نامت کند	در قیامت خوب فرجامت کند
اندرین عالم معظم سازد	چون بدان عالم رسی بواز دت

ارکان عدل میں داد و خواہ کا کلام سننا ہے یعنی مظلوموں کی بات کان لگا کر سننے اور اُن کے کام کے درست کرنے میں توجہ کرے۔ طول کلامی پر بلول ہو نہ کشیدہ غلط کیونکہ بادشاہ طبیب کے مانند ہے اور مظلوم بمنزلہ بیمار کے ہے۔ مریض چاہتا ہے کہ اپنا تمام حال طبیب کے سامنے بیان کرے پس اگر طبیب اُس کی باتوں پر کان نہ لگا تو حقیقت مرض پر مطلع نہیں ہو سکتا پھر بغیر تشخیص مرض علاج کیونکر ہو سکتا ہے۔

تو طبیبی و منت بیمارم	حال دل از توجہ پنهان دارم
-----------------------	---------------------------

حکایت ہے کہ ایک دن کسی بزرگ سے ایک شخص نے اپنا حال بیان کیا اُس نے توجہ نہ کی دوسری بار کہا۔ پھر متوجہ نہ ہوا۔ تیسری بار کہا تو اُس نے جواب دیا کہ کیوں در دس میں مجھے مبتلا کرتا ہے۔ اُس نے جواب دیا کہ سر (سر دار) تو آپ ہی ہیں در دس میں کہاں لے جاؤں اسپر وہ بزرگ خوش ہوا اور اُسکی حاجت روائی کی۔

سر بردار دی بدولت پائے مروی کن بطف
دسترس دادت خدا افتادگان را دست گیر

ایک بادشاہ نے کسی بزرگ سے دریافت کیا کہ کتے مین ہر چیز کی زکوٰۃ ہوتی ہے۔ سلطنت کی کیا زکوٰۃ ہے اُس نے جواب دیا کہ بادشاہی اور جہان داری کی زکوٰۃ یہ ہے کہ اگر کوئی مظلوم دادخواہی چاہے اور کوئی فریادی اپنی حاجت بیان کرے تو اسکی بات توجہ سے سنی جائے اور غمخواری و دلدہی سے بات کرے سخت جواب نہ دین۔ صغفا اور فقر سے بات کرنے میں شرم نہ کریں۔ کیونکہ چھوٹوں سے گفتگو کرنا بزرگوں کی خصلت میں داخل ہے۔ دیکھو حضرت سلیمان علی نبینا وعلیہ السلام نے باوجود مالک سلطنت اور مشرف بہ نبوت ہونے کے موضعیف کی بات سنی۔ یثعر

نظر کردن بدرویشان بزرگی را بیفزاید  
سلیمان باچنان حشمت نظر با بود با مورش

حکایت ہے کہ دار السلطنت چین میں ایک بادشاہ تھا جو زیور عدل سے آراستہ تھا اور نہال حال انصاف کی صفت سے پرستہ تھا۔

ستم رازیان عدل را سوداوند | خدای ارضی و خلق خوشنوداوند

ناگاہ اسکی سماعت میں فرق پڑ گیا اور کان میں گرانی پیدا ہو گئی۔ اُس نے ارکان دولت کو جمع کیا اور اس طرح زار و نزار ہو کر رویا کہ تمام حاضرین اُسکے حال پر رو پڑے اور اُس کی تسلی کے لیے تدبیریں کیں بادشاہ نے سب کو مخاطب کر کے کہا کہ تم لوگوں نے خیال کیا ہو گا کہ میں جس سماعت کے کھو جانے پر رو رہا ہوں نہیں بلکہ میں جانتا ہوں کہ قصور و کارناحق کا انجام قوی اور عواس پر ظاہر ہوتا ہے پس ان میں نقص پیدا ہونے پر ایک خردمند کس قدر اندوگمین ہو سکتا ہے۔ میرا رونا اس لیے ہے کہ ناگاہ کوئی مظلوم دادخواہ بارگاہ میں فریاد کرے اور اسکی آواز مجھ تک نہ پہنچ سکے اور وہ محروم ہوٹ جائے اور میں عند اللہ ماخوذ ہوں۔ اسی بارے میں میں نے غور و فکر کیا ہے۔ تمام شہر میں منادی کرادو کہ سوا دادخواہ

کے کوئی شخص سرخ لباس نہ پہنے تاکہ اس طرح میں مظلوموں کی شناخت کر سکوں اور اُن کی داد کو پہونچوں ۵

داد مظلومان پرہ مقصود محسرومان برآکر  
دین و دنیا را بدین داد و دہش معمور دار

بکثرت ایسے بادشاہ ہو گزرے ہیں جنہوں نے داد و خواہوں اور مظلوموں کی فریاد کو پہونچنے سے عذاب عقبی سے نجات حاصل کی۔ چنانچہ اخبار میں آیا ہے کہ سلطان ملک شاہ سلجوقی نے ایک دن زندہ ندی کے کنارے شکار کھیلا اور کچھ دیر آرام کرنے کے لیے ایک سبزہ زار میں قیام کیا۔ بادشاہ کا ایک غلام دربان خاص قریب کے گائوں میں داخل ہوا۔ اُس نے ایک گائے دیکھی جو نہر کے کنارے چر رہی تھی اُس نے گائے کو پکڑ کر ذبح کیا اور گوشت کا کباب بنایا۔ یہ گائے ایک پیر زن کی تھی جس کے چار یتیم بچوں کی زندگی گائے کے دودھ پر منحصر تھی۔ جب اُسکو یہ حال معلوم ہوا تو بے تابانہ اُس بل پر آئی جس پر سے کہ بادشاہ گزرتا تھا اور اُسکے گزرنے کے منتظر ہوتی۔ ناگاہ بادشاہ کی سواری آپہونچی۔ اُس نے دوڑ کر عنان مرکب پکٹلی خداموں نے تازیانہ نکال کر اُسکو ہٹانا چاہا مگر بادشاہ نے کہا کہ یہ مظلوم معلوم ہوتی ہے اسے نہ ہٹاؤ۔ دیکھو کس نے اس پر ظلم کیا ہے۔ پس پیر زن کی طرف روتی سخن کر کے حکم دیا کہ جو کچھ کہنا ہے بیان کر پیر زن نے بہ مطابق قول مصرع

مظلوم دلیر باشد و چیرہ زبان

زبان کھولی اور کہا کہ اے جو انفراد اگر میری داد کو اس بل پر نہ پہونچا اور گزر گیا تو قسم ہے عزت و جلال احدیت کی کہ پل صراط پر اپنا انصاف نہ چھوڑو گی اور تیرے دامن سے دستِ مخاصمت نہ ہٹاؤں گی اس وقت سوچ لے کہ ان دو بلوئین سے کس کو اختیار کرتا ہے ۵



انصاف خود و داد من امروز بدہ	بد ہی بہ ازان بود کہ بستانندت
<p>بادشاہ اُسکی گفتگو سے خوف زدہ ہو کر پاپیادہ ہوا اور پیرزن سے کہا کہ ہرگز ہرگز تیرا جواب پل صراط پر دینے کی طاقت مجھے نہیں ہے۔ اپنا حال بیان کرنا کہ میں انصاف کروں۔</p>	
<p>پیرزن نے عرض کیا کہ اے بادشاہ اسی غلام نے میرا چشمہ ایش مکدر کر دیا ہے اور میری اُس گائے کو ذبح کر ڈالا ہے جس پر کہ میری اور میرے یتیم بچوں کی زندگی منحہ تھی جسے کہ میرے مارنے کے لیے ابھی تازیانہ اُٹھایا تھا۔</p>	
<p>بادشاہ نے یہ سن کر اُس غلام کو سزا دینے کا حکم دیا اور ایک گائے کے عوض ستر گائے اُسے دیں۔ تھوڑے زمانہ کے بعد جب بادشاہ فوت ہوا پیرزن ہنوز زندہ تھی اور اسی رات کو وہ بادشاہ کی قبر پر آئی اور بارگاہِ احدیت میں اُسے دعا مانگی اور کہا کہ اے الہی اس بندہ نے جو اس وقت خاک میں ہے جس وقت کہ میں عاجز تھی میرا ہاتھ پکڑا اور مدد کی اب کہ وہ عاجز ہے تو اپنے کرم سے اُس کی دستگیری کر میں مجبور تھی اس نے تیرے عاجز مخلوق پر بخشش کی اب کہ وہ عاجز ہے تو اپنی شانِ خالقیت سے اُسے بخش دے ایک عابد نے بادشاہ کو خواب میں دیکھا اور دریافت کیا کہ خدا نے تیرے ساتھ کیا معاملہ کیا ہے۔ بادشاہ نے جواب دیا کہ اگر اُس پیرزن کی دعا میری فریاد کو نہ پہنچتی تو خدا کے چنگلِ عذاب سے رہائی ناممکن تھی۔ <b>نظم</b></p>	
<p>گفت کہ بر بگذر آن گندہ پیر بے نظرِ رحمتِ بادشاہ زاد من اور ابد عارہ نمود</p>	<p>گر بد عالم نشدی دستگیر حال من غنم زدہ بودی تباہ فیضِ دعائیش در رحمت کشود</p>
<p>عدل کا دوسرا رکن احکامِ الہی کی بجا آوری ہے۔ احکامِ شرع کے موافق و مطابق عمل ہونا چاہیے خشم و رخصا کی حالت میں جس کو نہ چھوڑنا چاہیے۔ کیونکہ</p>	

اس کا حکم تمام احکام سے بالاتر ہے جس نے کہ حکم الہی سے سربانی نہ کی اُسکے حکم سے کوئی سربانی نہیں کر سکتا ۵

ہر جا کہ بادشاہ و سلاطین و سروری ست  
محکوم آستان در کب ریاے اوست

نقل ہے کہ خلافت مامون کے زمانہ میں کسی نے گناہ کیا اور شہر سے فرار ہو گیا اُس کے بھائی کو حکام نے مامون کے سامنے پیش کیا۔ خلیفہ نے اُسے حکم دیا کہ اپنے بھائی کو حاضر کر دو ورنہ اُسکے عوض میں قتل کیے جاو گے اُس شخص نے کہا کہ اے خلیفہ اگر تیرا کوئی ملازم مجھ کو قتل کرنا چاہے اور تو حکم بھیجے کہ اسے چھوڑ دو تو وہ حاکم چھوڑ دے گا یا نہیں۔ مامون نے جواب دیا کہ ہاں چھوڑ دے گا اُس نے کہا پس میں اپنی رہائی کے بارے میں ایسے حاکم کا حکم لایا ہوں جس کی مہربانی سے تو حاکم ہو گیا ہے مامون نے کہا وہ کیا حکم ہے۔ اُس نے بیان کیا کہ خداے عزوجل فرماتا ہے ولا تزدوا زرعہ و زرعہ اخری۔ مامون اس کلام سے نہایت متاثر ہوا اور کہا کہ اسے چھوڑ دو کیونکہ اس نے نہایت محکم حکم بیان کیا ہے۔ الا کہ حکم دہو خیر الحاکمین قطعہ

بالا تر از مقولہ چون و جب ابود  
خود ز ہرہ مخالفت آن کر ابود

حکمی کہ آن ز بار گز کب ریا بود  
حکمی کہ صادر است ز دیوان لم یزل

حکایت ہے کہ عرو لیث نے ایک شخص کو کسی صاحب غرض کے کہنے پر قید کر دیا قیدی کی ماں عرضی لکھا کہ سر راہ کھڑی ہو گئی۔ جب عمر واس جگہ پر پہونچا تو پیر زن نے جلدی سے کاغذ نکالا کہ عمرو کے ہاتھ میں دیدے۔ عمرو کا گھوڑا تیز و تند تھا بھڑک گیا اور عمرو غصہ میں آیا اور کہا کہ اس ضعیفہ کو ہٹا دو اور وہاں سے چلا گیا۔ پھر دوسری بار ضعیفہ

۱۵ اور نہ اٹھائے گا کوئی دوسرے کا بوجھ۔

۱۶ آگاہ ہو کہ حکم اُسی کا ہے اور وہ اچھا حاکم ہے۔ ۱۲

کھڑی ہوئی اور عمر و گزر گیا۔ تیسری بار اس نے فریاد کی۔ عمرو نے پوچھا یہ کون ہے۔ لوگوں نے بیان کیا کہ فلان قیدی کی ماں ہے عمرو اس سے خفا تھا۔ منہ پھیر لیا اور متوجہ نہ ہوا۔

ضعیفہ نے کہا اے بادشاہ میرے بے گناہ لڑکے کے باپے میں تیرا کیا حکم ہے اُس نے کہا کہ سو ضرب بید لگائے جائیں اور منہ سیاہ کر کے شہر میں گشت کرائیں اور منادی کریں کہ بادشاہ کی عدالت میں گنہگاروں کی یہی سزا ہے۔ پیرزن نے کہا کہ یہ حکم تو دیتا ہے عمرو نے کہا ہاں میں حکم دیتا ہوں۔ ضعیفہ نے کہا کہ جب ہر حکم تو ہی دیتا ہے تو خدا کا حکم کدھر گیا۔ اس گفتگو کے سننے سے عمرو کے بدن میں لرزہ پڑ گیا اور بیہوش ہو گیا۔ جب ہوش میں آیا تو حکم دیا کہ قیدی کو باہر لاکر خلعت خاص پہنایا جائے اور خاص مرکب پر سوار کر کے شہر و بازار میں گشت کرائیں اور منادی کریں کہ جو حکم خدا کرے عمر و لیث اپنا حکم خاطر میں نہیں لاتا۔

او حاکم است و اہم محکوم حکم او	ما را چه اعتبار بود حکم اوست
--------------------------------	------------------------------

عدل کا دوسرا رکن رعیت کے باپے میں خلوص نیتی اور اُن کی خیر خواہی ہے کیونکہ اس باب میں بادشاہ کی نیت کا بخوبی اثر پڑتا ہے۔ اگر عدل کی نیت کرے تو برکت سے اچھا نتیجہ پیدا ہو اور اگر نفوذ باللہ اُس کے خلاف ہو تو برکت اٹھ جاتی ہے اور رعایا کی جمیعت پر آگندہ ہو جاتی ہے شیخ مصلح الدین سعدی نے اسی معنی کو نظم میں ادا کیا ہے۔

در ان کوش تا ہر چیزیت کنی	نظر در صلاح رعیت کنی
کہ سلطان اگر نیت بد کند	مہم جہاں نے ہم پر زند

حکایت ہے کہ ایک دن بادشاہ قبادشکار گاہ میں اپنے لشکر سے جدا ہو گیا ہو اگر مٹھی پیاس کے مارے بے طاقت ہو رہا تھا۔ ہر طرف دیکھتا اور سایہ و چتر نہ

دوہونڈھتا تھا دور سے کچھ سیاہ چیز نظر پڑی۔ گھوڑا اُس طرف لے گیا دیکھا کہ جنگل میں ایک پُرانا خیمہ قائم ہے اور ایک ضعیفہ اپنی بیٹی کے ساتھ بیٹھی ہوئی ہے جب قباد پہونچا تو ضعیفہ خیمہ سے باہر نکلی اور باگ تھام کر بادشاہ کو اتارا اور ماحضہ پیش کیا قباد نے کھانا کھایا اور پانی پیا۔ خواب کا غلبہ تھا۔ کچھ دیر تک آرام کیا۔ جاگا تو شام ہو گئی تھی۔ رات کو وہیں ٹھہرا۔ نماز شام کے بعد صحرا سے ایک گائے آئی۔ لڑکی نے دو دھن دو ہا جو بہت سا نکلنا قباد کو اس پر نہایت تعجب ہوا اور دل میں کہا کہ یہ جماعت صحرا میں اس لیے اقامت گزین ہے کہ اُنکے اسرار پر کسی کو اطلاع نہ ہو۔ روز اس قدر دو دھن ان کو ملتا ہے۔ اگر ہفتہ میں ایک دن بادشاہ کو دے دیا کریں تو حیرانہ میں تو فر ہو اور اُنکے مال میں کچھ کمی نہ ہو۔ اس تے ارادہ کیا کہ دار السلطنت میں پہونچکر اس حکم کو نافذ کروں گا۔

جب صبح ہوئی تو لڑکی نے پھر دو دھن دو ہا مگر اس مرتبہ تھوڑا ہی سا دو دھن نکلا۔ وہ لڑکی فریاد کرتی ہوئی اپنی ماں کے پاس دوڑی اور کہا کہ اے ماں دعا کر کیونکہ بادشاہ نے ظلم کی نیت کی ہے قباد کو نہایت تعجب ہوا اور کہا کہ تجھے کس طرح معلوم ہوا اُس نے جواب دیا کہ گائے روز دو دھن زیادہ دیتی تھی آج اُسے بہت کم دیا ہے جب بادشاہ کی نیت بد ہوتی ہے تو حق سبحانہ تعالیٰ برکت اٹھا لیتا ہے۔ قباد نے کہا تو سوچ کہتی ہے اور اس نیت کو دل سے دور کیا اور کہا کہ اب تو دوہو لڑکی نے ایسا ہی کیا اور نسل سابق خوب دو دھن نکلا۔ دوڑ کر اپنی ماں کو اس کا فردہ سنایا۔ اسی موقع کے لحاظ سے کہتے ہیں کہ بادشاہ عادل برسنے والے ابر اور چمکنے والے آفتاب سے بہتر ہے۔ حکیم فردوسی کہتا ہے۔

ہر آن نم کز ابر بہار ان بود	در اندیشہ شہر یار ان بود
چو بدر گردانندیشہ بادشاہ	بنیاد زمین نم پو قست ہوا

چو عادل بود شہ ز سخی منال

کہ عدش بہت از فراخی مال

اسی مطلب کی ایک اور حکایت ہے کہ کسی وقت جب کہ ہوائے گرم چل رہی تھی بہرام گور ایک باغ میں پہونچا بڑھا باغبان موجود تھا۔ بہرام نے کہا کہ لے باغبان اس باغ میں انار بھی ہے۔ اُس نے کہا ہاں بہرام نے کہا کہ تھوڑا سا شربت انار لاؤ۔ باغبان گیا اور ایک پیالہ شربت انار سے بھرا ہوا لایا بہرام نے اُسے پیا اور باغبان سے دریافت کیا کہ اس باغ کی کتنی آمدنی ہے۔ جواب دیا تین سو دینار پھر پوچھا کہ محصول کس قدر دیتا ہے۔ اُس نے جواب دیا کہ ہمارا بادشاہ درختوں پر کچھ محصول نہیں لیتا اور زراعت سے عشر حصہ محصول لیتا ہے۔ بہرام نے سوچا کہ میری مملکت میں بہ کثرت باغ ہیں اگر ہر باغ کی آمدنی کا دسواں حصہ خزانہ میں داخل ہو تو رقم کثیر ملے گا اور رعایا کو بھی چند ان نقصان نہ ہو بعد ازیں خرچ محصول باغات کے لینے کا بھی حکم دون تھوڑی دیر کے بعد شربت انار کا دوسرا پیالہ مانگا۔ باغبان گیا اور بڑی دیر کے بعد ایک پیالہ لایا بہرام نے پوچھا کہ پہلی مرتبہ تو جلد آیا تھا اور اب کی اس قدر دیر میں اور پھر بھی پیالہ خالی ہے۔ باغبان کو یہ معلوم نہ تھا کہ یہی بادشاہ ہے۔ اُسے جواب دیا کہ اے جوان میری کچھ خطا نہیں بلکہ بادشاہ کی خطا ہے جس نے کہ اس وقت ظلم کی نیت کی ہے۔ اسی وجہ سے میوہ کی برکت جاتی رہی پہلی مرتبہ ایک ہی انار سے اس قدر پانی کھنچا تھا اور اس مرتبہ دس انار کے پنور نے پر بھی اس قدر حاصل نہ ہوا۔ بہرام اس گفتگو سے نہایت متاثر ہوا اور اپنے منصوبہ کو دل سے نکال کر پھر شربت انار مانگا باغبان گیا اور جلد ہنستا ہوا باہر نکلا اور بھرا ہوا پیالہ بہرام کے ہاتھ میں دیکر کہا کہ اے سوار عجیب بات ہے کہ بادشاہ کی نیت ظلم بدل گئی اور فی الفور اُسکا اثر ظاہر ہوا کہ ایک ہی انار میں پیالہ بھر گیا۔ بہرام نے صورت حال باغبان سے

بیان کی اور اپنی نیت اور اُسکے تغیر کا قصہ سنایا۔ یہ گفتگو اُس دولت مند بادشاہ کی صفحہ دروزگار پر باقی رہ گئی تاکہ سلاطین اس سے نصیحت حاصل کریں اور اپنی نیت کا مقصود فلاح رعیت میں منحصر کریں ۵

ہر شاہ کہ او نیت خود راست کند  
یا بد ز خداے انجہ درخواست کند

حکما کا قول ہے کہ عدل خوب ترین فضیلت ہے اور ظلم بدترین رذیلیت ہے عدل کا نتیجہ بقائے ملک تو وسیع ملک۔ خزانہ کی معموری۔ قصبات اور شہروں کی آبادی ہے۔ اور ظلم کا ثمرہ زوال مملکت اور بربادی خزانہ ہے۔ ہوشنگ سیامک نے جو نصیحت اپنے بیٹے کو کی تھی اُس میں مذکور ہے کہ اے پسر علامات ظلم کو متادینا اور جو رجفہ کے پھریرے سرنگوں کر دینا۔ مظلوموں کے ناوک آہ اور محروموں کے نالہ زار سے پرہیز کرنا چاہیے ۵

انجہ یک پیر زن کند بہ سحر  
انکند صد ہزار تیر و تبر

اپنے انجام اور بھلائی کے لیے غور کرو کہ ظلم و جور تبدیل نعمت اور تغیر دولت کا سبب ہے رعیت سے مناقشہ نہ کرو جو بے شبہ تباہی کا باعث ہے ۵

از رعیت شہمے کہ مایہ رلود  
بن دیوار کند و بام اندود

ارباب حکمت نے اس باب میں بطور مثل اور اہل ظاہر نے بطور حکایت بیان کیا ہے کہ سلطان محمود نے اپنے ارکان دولت سے بیان کیا کہ جو آدمی سب سے زیادہ ہموق ہو اُسے تلاش کر کے لاؤ۔ چنانچہ تمام حکما اور مصائبین چاروں طرف بھیجے گئے۔ یہ لوگ احمق کی تلاش میں مشغول ہوئے اور ڈھونڈنے میں بڑی محنت کی۔ بالآخر ایک آدمی کو دیکھا جو ایک بلند شاخ پر بیٹھا ہوا کھڑکی سے اُسکی جڑ کاٹ رہا تھا۔ یہ ظاہر تھا کہ اگر وہ شاخ کٹ جائیگی تو وہ شخص اس قدر

بلندی سے ضرور نیچے گر پڑیگا اور اگر بالفرض ہزار جان بھی رکھتا ہو تب بھی ایک جان سلامت بچ سکتی تھی۔ سبھون نے اتفاق کیا کہ اس سے بڑھ کر اور کوئی ہو تو دنیا میں نہیں ہے۔

چنانچہ اُسے پکڑ کر سلطان کے پاس لے گئے اور سارا ماجرا اُس کا بیان کیا۔ سلطان محمود نے فرمایا کہ اس سے بھی زیادہ احمق ایک شخص ہے۔ سبھون نے نام دریافت کیا تو فرمایا کہ وہ ظالم حاکم ہے جو رعیت پر جو روستم روا رکھتا ہے اور اپنے کو اُس سے بد بخت اور پریشان حال بتاتا ہے۔ نظم

رعیت پر جو خند و سلطان درخت	درخت لے پسر باشد از بچ سخت
بتر بر بن آن درختے مزین	کہ بالائے شاخش گرفتے وطن
کہ چون گسست گردید بچ درخت	زیادے اندر آید بیک باد سخت
کسے کو جفا و ستم می کند	یقین ست کو بچ خود می کند

امالی میں خواجہ امام المصطفیٰ مدنی نے ذکر کیا ہے کہ سمرقند میں ایک ظالم تھا۔ تمام خلایق اُسکے ظلم و ستم اور تعدی سے شکوہ عذاب میں تھی۔ جب بارگاہ رب الصمدین اُسکے ظلم و ستم کی بے انتہا فریاد ہوئی تو ایک رات کو جب کہ وہ بالاخانہ میں سو رہا تھا۔ ہو اسے ایک تیر آیا اور اُس کے سینے میں گھس کر پشت سے پار ہو گیا۔ فی الفور ہلاک ہوا۔ صبح کو تیر سینے سے نکالا گیا۔ اُس پر یہ شعر لکھا تھا۔

بتغی و لم یغنی سہام نیتظر	انفذ فی الاضلاع من خنزیر
تو ظلم کرتا ہے حالانکہ مظلوم کے پاس ایسے تیر	جو سینے میں سوئی ہے جی زیادہ پوست ہوتا ہے میں
ایک بزرگ نے اسی معنی کو نظم میں یوں ادا کیا ہے۔ قطعہ	
ہاں لے نہادہ تیر جفا پر کمان ظلم	اندیشہ کن زناؤک و لدوز و رکین

پیکان آہ بگذرد از کوه آہینمن	اگر تیر تو ز جوشن فولاد بگذرد
کہ ہرگز ضعف نالان قوی زخم پیکانش تو خوش خفتہ بیا لیں تو آید سیل بارانش	حکیم خاقانی نے کیا خوب لکھا ہے نظم تیرس از تیر باران ضعیفان در مین شب تیرس از آہ مظلومے کہ بیدارست خون بار
الحمد للہ کہ شہزادہ کامکار کی بدولت اس وقت وہ کیفیت ہے کہ تمام اہل جان خوش ہین نہ صرف ساکنان مریو بلکہ تمام اہالی خراسان کمال شادمان ہین کہ اہل عدل و فضل کے آثار و انوار تمام اطراف میں پھیل گئے ہین اور فرش اقبال بساط شفقت پر بچھا ہوا ہے۔ خیر خواہ مملکت اسپرنا کرتے ہین اور اعدائے بدنہ ساد تیغ آبدار سے لرزان و ترسان ہین۔ قطعہ	
کہ باشد رایت قدرش منہ از قبہ خضرا رعیت شاد ملک بادخلق آسودہ از غوغا کشیدہ کاتب حکم ازل طغرائی استعلا بود گردون تر آتالع بود دوران تیرامولا	معین دولت و ملت ابو الحسن شہنشاہی زمین از عدل و تازہ زمان از فیض او خرم زہے واری دین پرور کہ بر نشور اقبالش ہمیشہ تابود دوران ہمیشہ تابو و گردون
سوٹھوان باب عفو کے بیان میں	
اور وہ گنہگار کی سزا کا ترک کرنا ہے بجا ایک اس پر قدرت حاصل ہو اور خیر صلت فضیلت میں تمام خصلتوں سے بڑھ کر ہے۔ اور حق سبحانہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اسی صفت کے متعلق حکم کیا ہے کہ تذا العفو یعنی عفو کی عادت اختیار کر اور ان گناہوں سے تجاؤز کر جو تیری طرف منسوب کیے گئے ہوں اسی وجہ سے جس دن حضرت رسالتآب نے مکہ فتح کیا تو تمام سرداران قریش کو آزاد کر دیا جنھوں نے آپ کو طرح طرح کی تکلیفیں پہنچائی تھیں اور فرمایا اَنَّمَا اَلطَّلَقُ عَنَّا	



یعنی تم لوگ آزاد ہو اور اُنکے دلون کو مردہ عفو سے خوش کیا اور فرمایا لا تثریب علیکم۔ رباعی

ما عادت خود بہانہ جونی نکینم	جز نیکی خلق و نیک خوئی نہ کینم
و انہما کہ بجائے مابدیس کر دند	ما با ایشان حجت نکوئی نہ کینم

حکما کہتے ہیں کہ جس قدر گناہ بڑا ہو۔ عفو کرنے والے کی فضیلت زیادہ ہے۔ حکایت ہے کہ کوئی مجرم شاہان عرب میں سے کسی کے پاس آیا جس نے بادشاہ کے کئی عزیز مار ڈالے تھے۔ بادشاہ نے کہا کہ کس قدر جرات کی بات ہے کہ باوجود ایسے گناہ کبیرہ کے جو تو نے میرے عزیزوں کے ساتھ کیے ہیں میری عقوبت سے نہ ڈرا اور میرے پاس چلا آیا۔ مجرم نے جواب دیا اس کی وجہ یہ ہے کہ میں جانتا ہوں جس قدر میرا گناہ بڑا ہوگا۔ اسی قدر تیری جانب سے عفو بھی بڑی ہوگی۔ ملک ب نے اُس کا کہنا پسند کیا اور اُس کے گناہوں کو معاف کر کے مواہب و عطایا سے سرفراز کیا۔ کسی مقرب خادم نے بادشاہ سے دریافت کیا کہ ایسے دشمن پر قابو پا کر انتقام کیوں نہ لیا اور اُس کی باتوں میں آگیا۔ بادشاہ نے جواب دیا یہ بات نہیں ہے بلکہ میں نے خود سوچا کہ اگر انتقام لون تو میرا نفس خوش ہوگا اور تسلی پائے گا اور اگر معاف کر دوں تو اس کا دل خوش ہوگا اور مجھے دنیا میں نیکنامی اور عقبی میں ثواب حاصل ہوگا میں یہ جانتا ہوں کہ مصرع

در عفو لذتے ست کہ در انتقام نیست

خلیفہ مامون سے منقول ہے کہ اگر لوگوں کو معلوم ہو کہ عفو میں مجھے کیا لذت حاصل ہوتی ہے اور کسی کے گناہ سے درگزر کرنے میں کیا خوشی ملتی ہے تو میری بارگاہ میں بجز تحفہ گناہ کے اور کچھ نہ لائیں۔ قطعہ

۱۷۔ تیر کچھ سزائش نہیں ہے ۱۲

<p>مارا چہ لذتیت ز عفو گنت ہنگار پیوستہ نزد ما گنہ آرد با عذار</p>	<p>مجرم گراں دقیقہ بداند کہ دبیم ہموارہ ارتکاب جرا گم کند بعد</p>
<p>اسکندر نے ارسطو سے پوچھا کہ فلان گنہگار کے بارے میں تیری کیا رائے ہے حکیم نے جواب دیا اے بادشاہ اگر گناہ نہ ہوتا تو عفو کی صفت جو بہترین صفت ہے ظاہر نہ ہوتی۔ پس گناہ عفو کا آئینہ ہے اور گنہگار اس صفت کے ظاہر ہونے کا ذریعہ ہے۔ اس کے بارے میں چاہیے کہ اس معنی کا اظہار ہو۔ ۵</p>	
<p>گناہ آئینہ عفو و رحمت است اے شیخ مہین بچشم حقارت گنت ہنگار ان را</p>	
<p>اسکندر نے پوچھا کہ عفو کس وقت اچھا ہے۔ جواب دیا جب دشمن پر قدرت اور غلبہ حاصل ہو جائے تاکہ اس عفو سے غلبہ کی شکر گزاری ہو سکے۔ حکایت ہے کہ کسی بادشاہ نے اپنے دشمن پر فتح پائی۔ بادشاہ نے غنیمت کے سردار کو قید کیا اور سیاست گاہ میں لا کر اُس سے دریافت کیا کہ اپنے کو کس حالت میں دیکھتا ہے۔ اُس نے جواب دیا کہ خدا جس چیز کو دوست رکھتا ہے وہ عفو ہے اور تو جس چیز کو دوست رکھتا ہے وہ فتح و ظفر ہے۔ جب اُس نے تیری محبوب چیز فتح تجھ کو عنایت کی تو عفو پر اب تو کار بند ہو جس کو وہ دوست رکھتا ہے۔ پس سلاطین کو چاہیے کہ مجرم سے ترک انتقام کریں اور قدرت انتقام کے شکرانہ میں خجالت زدہ گناہگار کو عفو سے سرفراز کریں جو کہ سلاطین عالم کا طریقہ تھا۔ ۵</p>	
<p>زابتد اے دور عالم تا بعد یاد شاہ از بزرگان عفو بود دست از فروستان گناہ</p>	
<p>حکایت ہے کہ کسی مصاحب شاہی نے گناہ کیا تھا اور تا دیب و تغذیب</p>	

کے لیے گرفتار ہو کر آیا تھا۔ بادشاہ نے اپنے کسی خاص شخص سے مجرم کے بارے میں مشورہ کیا۔ اُس نے جواب دیا کہ اگر زندہ آپ کی جگہ پر ہوتا تو سزا کا حکم دیتا بادشاہ نے کہا کہ اس وقت تو میری جگہ پر ہے۔ لہذا میرا عمل تیرے عمل کے خلاف ہونا چاہیے۔ میں نے اسے معاف کر دیا کیونکہ اگر گناہ نے اس کے ساتھ بُرائی ظاہر کی ہے تو عفو میرے ساتھ نیکی کرے گا ۵

گر عظیم ست از فردستان گناہ	عفو کردن از بزرگان اعظم ست
----------------------------	----------------------------

اور جب کوئی شخص اپنے کیے ہوئے گناہ پر پشیمان ہو اور جانے کہ خداوند کریم اُسے معاف کر دے گا تو اپنی طرف سے گناہگار کے معاف کر دینے میں تامل نہ کرنا چاہیے تاکہ خدا بھی اُس کو معاف کر دے ۵

اگر توقع بخشایش خدا داری	ز رو عفو و کرم بر گناہگار بخش
--------------------------	-------------------------------

حکایت ہے کہ کسی بادشاہ نے ایک آدمی کو کسی کام پر بھیجا تھا اور اُس سے کوئی کام بادشاہ کے ناپسند مزاج سرزد ہوا۔ بادشاہ نے اُس کو معزول کر کے قید کا حکم دیا اور پایہ تخت میں بلا کر عتاب و خطاب شروع کیا۔ اُس بیچارے نے کہا کہ اے بادشاہ تو بھی کل کے دن احکم الحاکمین کے روبرو موقع عتاب پر کھڑا ہوگا اُس وقت تجھے کس چیز کی خواہش ہوگی اُس نے جواب دیا عفو آئی کی۔ مجرم نے عرض کیا کہ تو میرے حق میں بھی عفو سے کام لے کہ عفو آئی عفو شاہی سے وابستہ ہے ۵

من پیش تو مجرم و تودیش خدے	گر عفو کنی تو از تو ہم عفو کند
----------------------------	--------------------------------

بادشاہ کو اُس کی گفتگو پسند آئی اور اُسے قید سے رہا کر کے پھر اُسی مفوضہ کام پر روانہ کر دیا۔ مثنوی

عفو فرمودن مبارک خصلت ست	ہر کہ دارد عفو صاحب دلتی ست
--------------------------	-----------------------------

<p>وزنیمش سینہ گلشن می شود انچه ایزد دوست دارد دوست دارد</p>	<p>دل ز نور عفو روشن می شود دوست دارد عفو را پروردگار</p>
<p>خدا کی مقرر کرده سزاگون میں عفو نہ کرنا چاہیے بلکہ اُس موقع پر قہر و غضب سے کام لینا چاہیے۔ <b>نظم</b></p>	
<p>نباید داشت محب عفو مرعی بلا را احد شرعی بہجہ سداست</p>	<p>اگر آن جرم را حدی ست شرعی کہ عفو او در ان اجزای حدست</p>
<p><b>استرھوان باب حلم کے بیان میں</b></p>	
<p>اخلاق اسی میں سے ایک حلم بھی ہے جیسا کہ خود خدا فرماتا ہے۔ <b>وَاتَّقُوا اللَّهَ</b> عفو و حلیم اور تمام انبیاء اور اولیاء کو اس صفت سے حصہ دیا ہے تاکہ وہ حلم کی قوت سے غضب کی تیزی کو روکیں جو کہ ایمان کا مفسد اور لشکر شیطان کا پیشرو ہے حدیث میں آیا ہے کہ تم میں قوی تر وہ شخص نہیں ہے جو لوگوں کو گراتا اور پالتوں کے پیچھے روندتا ہے بلکہ وہ شخص جو غضب کی حالت میں اپنے اوپر غالب آئے اور نفس کا مالک رہے۔ ۵</p>	
<p>مردی گمان مبر کہ بزور است و پردلی</p>	<p>باخشم گر بر آئے دائم کہ کاملی</p>
<p>انجیل میں مذکور ہے کہ بادشاہوں کو واجب ہے کہ اپنے نفس کو حلم کی ریاضت میں ڈالیں اور فرمانبرداری میں راضی رکھیں تاکہ خلاف فراج باتیں سنکر غصہ میں نہ آئیں کیونکہ انکو قدرت اور غلبہ حاصل ہے اور رعایا ان کی مطیع ہے اگر غصہ کی حالت میں حلم سے کام نہ لیں اور محکوم پر غضب کے وقت بردباری نہ کریں اور زیر دستوں کے ہر قول و فعل پر خفا ہوں ۷</p>	
<p>۱۵ بے شک اللہ عفو و حلیم ہے ۱۲</p>	

تو بے شک لوگ برباد ہو جائیں گے اور ملک کی رونق جانی رہے گی کس قدر  
درست اور مناسب کہا ہے نظم

برو باری نہ زینہ خردست	ہر کراہم نیست او چو دوست
دیو بندست سلم اگر دانی	غضب اگر دوست اوست زندانی

حلیم آدمی وہ ہے کہ اُس کا سیلاب غضب اپنے رہگذر کے سرفیٹک پہاڑوں  
کو اٹھاڑ پھینکے۔ اپنی جگہ سے نہ ہٹے اور اُس کے غیظ و شتم کے شعلے جو کرکھ نار کو خطرہ  
میں ڈال دیں۔ اُس پر اثر نہ کر سکیں۔ بغیر حلم کی مدد کے کسی بادشاہ کی آتش غضب  
نہیں بجھتی اور بغیر بردباری کے رہنمایا کی گفت و شنید کا بار نہیں اٹھا سکتا پس  
عادل بادشاہ وہ ہے جو حلم کو اپنا زیور بنائے اور اُسکی امداد سے عالم سوز غیظ و  
غضب کی بنیاد اٹھاڑ پھینکے نظم

جو حلم اندر آمد غضب گشت پست	غضب را ہمین بردباری شکست
ستون خرد بردبارے بود	سبک سر ہمیشہ بخوارے بود

سلیمان و راق سے لوگ بیان کرتے ہیں کہ ایک دن مین خلیفہ مامون  
کی خدمت میں تھا۔ ایک یا قوت کا نگینہ نظر آیا جو چار انگشت لمبا اور دو انگشت  
چوڑا تھا۔ صفائی اور چمک میں خورشید تابان اور مشتری درخشان کے مانند تھا  
مامون نے ایک زرگر کو بلا کر کہا کہ ایک انگوٹھی بنا کر یا قوت کو اُس میں حبس کر دو  
زرگر اُسے لے کر چلا گیا۔ دوسرے دن بھی مین خلیفہ کی خدمت میں حاضر تھا جبکہ  
اُس نے انگوٹھی کو یاد کر کے زرگر کو طلب کیا۔ وہ آیا تو مین نے دیکھا اُسکے بدن میں  
رعشہ پڑا ہوا ہے اور بید کی طرح لرز رہا ہے۔

مامون نے اس تغیر کا سبب پوچھا۔ زرگر نے کہا اگر امان ملے تو عرض کروں۔  
مامون نے منظور کیا۔ زرگر نے نگینہ کے چار ٹکڑے اٹھا لیے اور کہا کہ اسے خلیفہ جب

مین انکسری تیار کر چکا اور چاہا کہ نگینہ کو اس میں جڑ دے کہ دفعۃً نگینہ سندان پر چھوٹ پڑا اور اس کے چاروں طرف ہو گئے۔ خلیفہ نے مسکرا کر حکم دیا کہ اب چار انکسری بنالاء تیرا اس میں کچھ قصور نہیں ہے یہ صورت حال جو مامون سے ظاہر ہوئی غایتِ حلم و بردباری پر مبنی تھی۔ نظم

حلم سرمایہ کمال بود	سبب عزت و جلال بود
حلم شادی فرے ہر محل ست	مویائی ہر شکستہ دل ست

نوشیروان نے ابو زہر سے پوچھا کہ حلم کسے کہتے ہیں۔ اس نے جواب دیا کہ خوان اخلاق کا نمک ہے کیونکہ حلم کے حروف کو لپیٹو تو ملج ہوتا ہے جس طرح کہ کوئی غذا بغیر نمک کے مزہ دار نہیں ہوتی۔ اسی طرح کوئی خلق بغیر حلم کے با جمال نہیں ہوتا۔ نوشیروان نے دریافت کیا کہ حلیم کی علامت کیا ہے۔ حکیم نے جواب دیا کہ حلیم کی تین نشانیاں ہیں۔ اول یہ کہ اگر کوئی ترش روا اور سخت گوئی گفتگو کرے تو حلیم جواب شیرین دے اور اگر اس کا فعل حد سے تجاوز کر جائے تو اس کے مقابلہ میں احسان سے پیش آئے۔ قطعہ

باتو گویم کہ چیست غایتِ حلم	ہر کہ زہرت دہر شکنش
ہر کہ بجز اشدت جگہ جفا	ہمچو کان کریم زرد بخشش
کم مباش از درخت سایہ فلکن	ہر کہ سنگت زندہ تر بخشش

دوسری علامت یہ ہے کہ جس حالت میں آتش غیظ شعلہ زن ہو اور غیظ و غضب کا تمام تر غلبہ ہو تو خاموشی اختیار کرے جو اطمینان دل اور تسکین روح کی علامت ہے۔ درویشان سالک غصہ کا علاج یوں ہی کرتے ہیں۔ تیسری علامت یہ ہے کہ غصہ کو پی جائے جب کوئی فی الحقیقت حقوبت کا مستحق ہو۔ حکایت ہے کہ سبط پیغمبر حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ ایک دن اپنے مہمانان شرفاء عرب کے ساتھ

دستر خوان پر بیٹھے ہوئے تھے۔ آپ کا خادم گرم شور بے کاپیالہ لیے ہوئے آیا مگر بوجہ غایت دہشت اس کا پاؤں فرش پر پھسل پڑا اور اس کے ہاتھ سے پیالہ آپ کے سر پر گر پڑا اور شور با آپ کے رخسار مبارک پر رہا۔ امام نے ازراہ قادیب نہ تغذیب غلام کو دیکھا اس نے پڑھا **وَالْكَافِرِينَ الْغَيْظُ**۔ آپ نے فرمایا غصہ میں پی گیا۔ پھر غلام نے پڑھا **وَالْعَافِينَ عَنِ النَّاسِ**۔ آپ نے فرمایا کہ میں نے معاف کر دیا پھر غلام نے باقی آیت پڑھی۔ **وَاللَّهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِينَ**۔ آپ نے فرمایا میں نے تجھے آزاد کر دیا اور تیری معیشت اپنے ذمہ لی مثنوی

بدی را مکافات کردن بدی	بر اہل صورت بود بخسروی
بمعنی کسانے کہ پے بردہ اند	بدی دیدہ و نیس کوئی کردہ اند

اخبار میں آیا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے سوال کیا گیا کہ تمام چیزوں میں سخت ترک کیا چیز ہے آپ نے جواب دیا کہ خدا کا غصہ۔ پوچھا غضب الہی سے محفوظ رکھنے والی کیا چیز ہے۔ فرمایا۔ اپنے غصہ کا ترک کرنا۔ حضرت مولوی مثنوی نے اپنی مثنوی میں اسی معنی کا اشارہ کیا ہے مثنوی

گفت عیسیٰ را یکے ہیشا سر	جیست ہرستی ز جلد صعب تر
گفت ایجان صعب تر خشم خدا	کہ ازان دو رخ ہی ترس چو ما
گفت زین خشم خدا چہ بود امان	گفت ترک خشم خود اندر زمان
ترک خشم و شہوت و حرص آوری	ہست مردی در رجوعی سری

اور جاننا چاہیے کہ اکثر موقعوں پر غضب حلم سے بہتر ہوتا ہے کیونکہ غیظ و غضب بہت

۱۵ اور پینے والے غصہ کے ۱۲

۱۶ اور معاف کرنے والے لوگوں کے ۱۲

۱۷ اور اللہ دوست رکھنا ہے احسان کرنے والوں کو ۱۲

حرص و طمع یا بر بنائے تکبر و خود داری مذموم ہے مگر علامات مذہب کی آگاہی اور حفاظت مراسم شرع کے لیے نہایت پسندیدہ ہے مثلاً اگر کوئی شخص اپنے اہل حرم کی خیانت پر حکم کو راہ دے تو یہ عقلاً شرعاً اور عرفاً مذموم ہے۔ اور ایسا آدمی اہل مروت کی نظر سے ساقط ہو جائیگا۔ جبکہ غیرت سے بے غرضی اور درشتی پیدا ہو۔ آدمی کا کمال اس میں ہے کہ حکم و غضب کے موافق کو صحیح طور پر تمیز کرے تاکہ جس موقع پر جو مناسب ہو عمل میں لائے ۵

قہر و لطف اندر محل خود نکوست

جائے گل گل باش و جائے خار خار

### اٹھارھواں باب خلق اور رفیق کے بیان میں

خلق سے خوش خوئی مراد ہے اور رفیق سے نرمی اور دلجوئی۔ ایک میں ملاطفت کو برتنا اور دوسرے میں ملازمت سے کام لینا مراد ہے۔ تمام نعمتوں سے بڑھ کر نعمت اور تمام خصلتوں سے زیبا تر خصلت خلق ہے جب حق تعالیٰ نے ایمان کو پیدا کیا تو ایمان نے کہا کہ اے خدا مجھے قوی کر تو حق تعالیٰ نے اسے نیک خوئی اور سخاوت سے مضبوط کیا اور جب کفر کو پیدا کیا تو اُس نے بھی کہا کہ خدایا مجھے قوی بنا تو حق تعالیٰ نے اُسے تند خوئی اور بخل سے قوت دی۔ اور حدیث میں آیا ہے کہ بخیل اور بد خلق آدمی بہشت میں نہ داخل ہوگا ۵

من نہ دیدم ورجوان بستجو

ہمچ الہیت بہ از خلق نکو

ایک دن حضرت عیسیٰ علیہ السلام کسی طرف گزرے ایک امحق دوچار ہوا اور حضرت عیسیٰ سے کچھ پوچھا آپ نے نہایت نرمی اور خلق سے جواب دیا وہ مسلمان نہ تھا لڑنے جھگڑنے لگا جس قدر اُس نے نفرت کا اظہار کیا آپ نے تحسین کی جس قدر وہ مجادلہ سے پیش آیا آپ بطریق ملاطفت ہمیش آئے۔



ایک عزیز وہاں پہونچا اور پوچھا کہ کیوں اسکے ساتھ آپ خراب ہوتے ہیں۔ ہر چند وہ غصہ کرتا ہے مگر آپ نرمی برتتے ہیں باوجودیکہ وہ جو رجحان کرتا ہے مگر آپ مہر و وفا سے پیش آتے ہیں۔ حضرت عیسیٰ نے فرمایا اسے رفیق بہ مطابق قول کل اناء علی شریحہ کما فیہ و مصرع از کو زہ ہماں برون تراود کہ دردست، اس سے ایسے صفات کا ظہور ہوتا ہے اور میں اس طرح پیش آتا ہوں بغیظ و غضب میں میں نہیں آتا اور وہ مجھ سے ادب سیکھتا ہے۔ میں اُسکی گفتگو سے جاہل نہیں بنتا اور وہ میرے خلق و مروت سے عاقل ہوتا ہے۔

چون نشوم من زوے افروختہ	اوشود از من ادب آموختہ
من کہ ز دم مایہ وہ جان شدم	این صفتم داد خدا از ان شدم
خلق نکو و صفت مسیحا بود	خصلت بد و گم مفا با بود

حکما کہتے ہیں کہ خوش فہمی کی دس علامتیں ہیں۔ اول لوگوں کی مخالفت کا نیکہ میں نہ کرنا دوسرے اپنے نفس کے ساتھ انصاف کرنا۔ تیسرے کسی کا عیب نہ ڈھونڈنا چوتھے اگر کسی سے لغزش ہو تو اُسکی اچھی تاویل کرنا پانچویں جب گنہگار عذر خواہ ہو تو اُس کا عذر قبول کرنا۔ چھٹے محتاجوں کی حاجت روائی کرنا ساتویں لوگوں کے غم میں شریک ہونا۔ آٹھویں اپنے نفس کا عیب تلاش کرنا۔ نوین خلق سے خدہ رو رہنا۔ دسویں لوگوں سے اچھی گفتگو کرنا۔

بہم خلق جهان خلق پسندیدہ نہای	کہ سوے خلد برین راہ بدان خواہ بود
-------------------------------	-----------------------------------

اسی معنی میں کیا خوب شعر کہا ہے ۵

خوش است عالم آزادی و خوشخونی	بدین معتام در آگر بہشت بہجونی
------------------------------	-------------------------------

اور رفعت ساز گاری اور مدارات کا نام ہے۔ اخبار میں آیا ہے کہ رفعت

۵۵ ہر برتن سے وہ چیر چلتی ہے جو اُس میں ہو ۱۶۔

کسی چیز سے متصل ہوتی ہے تو اُسے زینت دیتی ہے اور ناسازگاری کے ساتھ کسی چیز سے نہیں ملتی مگر اس صورت میں کہ اُسے علیحدہ رکھیں۔ خداوند کریم اسی صفت کے ساتھ اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف کرتا ہے ﴿يَا رَحْمَةً مِنْ اَللّٰهِ لَئِنْ لَمْ يَدْرَسْتَ لَظْفَقَ لَكَ سَبَبٌ اَوْ عَلِمَ لَكَ اَذْرٌ يَعْلَمُ﴾ اور نرمی مودت اور وصلت کا وسیلہ ہے۔

لبشیرین زبانی و لطفت و خوشی	توانی کہ پیلے ہوئے کشی
-----------------------------	------------------------

اردنیر با بک جس نے کہ تخت سلطنت کو زبوحیت سے آراستہ کیا تھا اُس نے ایک دن اپنے بیٹے کو دیکھا کہ قیمتی لباس پہنے ہوئے ہے۔ اُس نے کہا کہ اے پسر سلاطین کو ایسا جامہ پہننا چاہیے کہ نہ کسی خزانہ میں ہونہ کوئی شخص اُسے خرید سکے نہ پہن سکے۔ یہ لباس جو تیرے بدن پر ہے۔ ہر جگہ ملتا ہے اور ہر شخص اُسے پہن سکتا ہے۔ بیٹے نے دریافت کیا کہ وہ پوشاک کس چیز سے تیار کی جاتی ہے بادشاہ نے جواب دیا اس کا تارنکو خونی اور نگو کاری ہے اور اسکا سوت سازگاری اور بردباری سے تیار ہوتا ہے۔ اگر کوئی شخص اس میں غور و غوض کرے تو اُسے معلوم ہوگا کہ یہی جامع اقسام خیرات ہے۔

پادشاہان و شہریان را	باہمہ آمدیدگان خدای
کار سازی نکوست در بہرہ وقت	سازگاری خوش است در بہرہ جا

فریدون سے لوگوں نے پوچھا کہ ملازمین کی نگرانی کس چیز سے کرنی چاہیے جواب دیا ملاطفت و بردباری سے پھر پوچھا کہ ان کے مشکلات کو کس سے حل کرنا چاہیے جواب دیا ملائمت و سازگاری سے۔ قطعہ

سہمے کہ بسیار مشکل بود	بر فوق و مدار التوان ساختن
توان ساخت کاری بزمی چنان	کہ نتوان بہ تیغ و سان ساختن

جمشید نے اپنے وزیر سے سوال کیا کہ سلاطین کو انصاف کس طرح کرنا چاہیے  
اُس نے جواب دیا۔ رفتی نرم خوئی۔ ملائمت سے۔ کیونکہ اگر بادشاہ ان صفات  
سے متصف ہو تو رعایا اُس کے حق میں دعاے خیر کرتی ہے اور سپاہِ رضامندی  
ڈھونڈھتی ہے اور سلطنت رعیت کی دعاگوئی اور سپاہ کی رضامندی سے  
رونق پکڑتی ہے دوسرے یہ کہ مجرم کی گوشمالی بھی نرمی کے ساتھ کرنی چاہیے۔  
اس طرح کہ سختی کو نہ پر وہ نتیجہ پیدا نہ ہو۔

حکایت ہے کہ ایک نیک خواہ اور خلیق بادشاہ نے باورچی کو حکم دیا کہ فلان  
قسم کا کھانا تیار کرے اور نہایت اہتمام سے پکائے۔ باورچی اُسے پکا کر دیگر  
انواع و اقسام کھانوں کے ساتھ لایا۔ سلطان نے فرمائشی کھانے کا ایک  
لقمہ اٹھانا چاہا تو ایک مکھی دیکھی۔ اُسے نکال ڈالا۔ پھر اٹھایا دوسری مکھی نظر آئی  
اُسے بھی پھینکا تیسری بار پھر مکھی نظر آئی تو کھانے سے ہاتھ کھینچ لیا۔ اور دوسرے  
کھانوں سے پیٹ بھر دسٹر خوان جب بڑھایا گیا تو بادشاہ نے باورچی کو طلب  
کر کے فرمایا۔ آج کا کھانا بہت لذیذ تھا۔ کل بھی یہی پکاؤ مگر اس شرط سے کہ  
اُس میں مکھیاں زیادہ نہ ہوں۔ حاضرین نے اس نکتہ پر مہربا کہا اور باورچی شرمسار  
ہوا اور اُس میں اُسکی تعذیب بھی ہو گئی۔

چو در مقابلہ جسم لطف بیند کس شود خجبل زدہ و این خجالت اور اس

### انیسواں باب شفقت اور مرحمت کے بیان میں

عامہ رعایا پر شفقت اور تمام مخلوقات پر رفتی و مرحمت سلاطین عظام پر  
واجب ہے۔ کیونکہ زیر دست لوگ خلاق عالم کی امانت ہیں جنہیں اُس نے  
اہل اختیار و اقتدار کے سپرد کر دیا ہے تاکہ اُن کی رعایت سے عاجزون و ادا

درویشوں کی حالت فراغت و اکرام میں رہے اور اُنکے شکستہ دل رعیت پروردی اور  
رحمت گستری سے ظالموں کے مصائب و آفات سے مطمئن رہیں۔ پس بادشاہ  
کو چاہیے کہ بامید رحمت الہی حسب قول رحمہ کریم۔ عاجزون اور سکینوں پریش  
کرے اور خراسا سلطنت کو اَلشَّفَقَةُ عَلٰی خَلْقِ اللّٰہ کے خال زیبائے آراستہ  
کریں۔ **نظم**

از شفقت ہر کہ علم پر فراغت	کار خود و جملہ خلایق بساخت
از شفقت ہر کہ سرفراز شد	دیدہ دولت بر غش باز شد

دنیا کی سلامتی اور آخرت کی سعادت رحم و شفقت کے ساتھ بندھی ہوئی ہے  
حکایت ہے کہ سبکتگین پدر سلطان محمود کے پاس اوّل زندگی میں جبکہ وہ سمجھو رکا  
ملازم تھا سو ایک گھوڑے کے اور کچھ نہ تھا۔ اس کی گذر اوقات بڑی تنگی سے ہوتی  
تھی روز صبح امین شکار کی غرض سے جاتا اور شکار رہا تھا تو اُسی پردن بسر کرتا تھا  
ایک دن اُس نے ایک ہرن دیکھا جو اپنے بچہ کے ساتھ چر رہا تھا۔ سبکتگین نے گھوڑا  
دوڑایا۔ ہرن تو بھاگ گیا مگر اُس کا بچہ نہ بھاگ سکا۔ اُس نے پکڑ کر رہا تھا پاؤں  
بچہ کے باندھ کر زین کے آگے رکھ لیا اور اُسی طرح اپنے گھر کی راہ لی۔ ہرن  
بھی نالہ و فریاد کرتا ہوا پیچھے پیچھے آیا۔ سبکتگین کو اُس کی حالت زار پر ترس  
آیا اور فوراً اُس کے بچہ کو کھول کر اُس کے پاس کر دیا۔ ہرن نے اپنے بچہ کو سامنے  
لے لیا اور آسمان کی طرف منہ اٹھا کر زبان بے زبانی سے مناجات کی  
**مصرع** ”آئی کہ زبان بیزبانان دانی“

سبکتگین خالی ہاتھ شہر میں واپس آیا۔ رات کو حضرت رسالتا صلی اللہ علیہ  
وعلیہ وسلم کو خواب میں دیکھا کہ آپ فرماتے ہیں اے سبکتگین تجھ سے جو رحمت و شفقت  
ظاہر ہوئی اور جو کرم و مہربانی تو نے بے زبان جو پایہ پر کی اُس کی وجہ سے

حق تعالیٰ کی بارگاہ میں تو مقرب ہوا اور تجھ سے میں نہایت خوش ہوا حق سبحانہ تعالیٰ نے تجھے بادشاہی کی عزت عطا فرمائی تجھے چاہیے کہ بندگان خدا کے ساتھ اسی طرح انصاف کرے اور رعیت کے لیے طریق مرحمت سے تجاوز نہ کرے ایک بزرگ نے فرمایا ہے کہ جب ایک حیوان پر شفقت کرنے سے جہان فانی کی بادشاہت ملی تو انسان پر مرحمت کرنے کی وجہ سے اگر ملک باقی کی سلطنت ملے تو کچھ تعجب کی بات نہیں۔

کار رعیت بر عایت سپار  
در کم و لطف تو دل بستہ اند

دست رعایت رعیت مدار  
مرحمتہ کن کہ جگر خستہ اند

حکما کہتے ہیں کہ بادشاہ کے آثار شفقت میں سے ایک یہ ہے کہ رعیت کو اس طرح عزیز رکھے جیسے باپ بیٹے کو عزیز رکھتا ہے اور جو بات اپنے لیے ناپسند کرے اُنکے لیے بھی ناپسند کرے تاکہ وہ لوگ اپنی جان و مال کو اُس کے لیے دریغ نہ کریں اور جو کچھ اپنے پاس رکھیں اُس پر شکر کر دیں اور روزِ اُخریٰ عموماً اقبال کی دُعا مانگیں اور جس قدر کہ بادشاہ کی نظر مرحمت و شفقت رعایا پر زیادہ ہوگی۔ خدا بھی اُسے نظر رحمت سے دیکھے گا۔

دری از غیب بکشایند بر تو  
تو ہم بر دیگران رحمی بفرما

بخشائی بخشایند بر تو  
اگر رحمت ز حق داری تما

اد شیر بابک نے اپنے بیٹے کو وصیت کی کہ اے فرزند جد و جد کرتا کہ شفقت عام اور مرحمت مالا کلام سے رعیت کو اُس کے مرتبہ سے دوستی کے درجہ کو پہونچائے اسیلئے کہ اُن کے دل تیری طرف مائل ہو جائیں اور باقی چیزیں دل ہی کی تابع ہیں۔

ایک حکیم سے پوچھا گیا کہ بادشاہوں کے لیے بہترین شکار کیا ہے۔ فرمایا

رعیت کے دلون کا شکا کرنا خوب ہے کیونکہ جب رعیت کے دل کو اپنی جانب موڑ دے گا تو تمام چیزیں دل کے پیچھے چلی آئیں گی اور جب بادشاہ کی دوستی رعیت کے دل میں جاگزیں ہو جاتی ہے تو اُسکے لیے کسی چیز کے دینے میں پس و پیش نہ کرینگے ۵

ملک معنی طلبی پسہ وی دھالکن | لشکرت گرنو د ملک مسلم نبود  
اور ایک شفقت یہ ہے کہ جس قدر ہو سکے تو کون کو زراعت اور عمارت کی تحریک دلائے اور ندیوں۔ نالوں کے اجراء میں مدد دے۔ حکایت ہے کہ نوشیروان نے اپنے کسی ملازم کے پاس حکم بھیجا کہ اگر تیری موقوفہ ولایت میں زمین کا ایک قطعہ بھی غیر ضرورہ باقی رہے گا تو تجھ کو داہ پر چڑھاؤں گا۔ اس میں حکمت یہ ہے کہ بادشاہ کا قاعدہ خراج میں ہے اور خراج اسی وقت زیادہ مل سکتا ہے جبکہ مملکت آباد ہو اور آبادی بغیر زراعت کے نہیں ہوتی اور جب تک کہ رعایا کے لیے سہولت نہ پیدا کی جائے اور ان کے حق میں مہربانی کے آثار نہ ظاہر ہوں تو زراعت بھی میسر نہ ہوگی ۵

مملکت معمور و خواہی خلق را معمور دار  
وز سر ایشان بلائے ظالمان را دور دار

سلطان ابو سعید کے عہد حکومت میں امرائے رعایا پر زیادتی کی اور اُنکے مال سے تاوان اور جرمانہ حاصل کیا۔ ایک دن بادشاہ نے امرائے کما کر آج تک تو میں نے رعیت کے ساتھ رعایت کی ہے مگر اب میں اس رعایت کو برطرف کرنا چاہتا ہوں اگر مصلحت ہو تو اُنھیں لاؤ میں سب کو تباہ کر دوں اور مال و اسباب میں سے اُنکے پاس کچھ نہ چھوڑ دوں۔ بشرطیکہ تم لوگ موجودہ سامان خوردنی اور روزیہ کے علاوہ کچھ نہ طلب کرو اور اگر اس کے بعد کسی نے اس قسم کی التجا کی تو

مین نہایت سزا دین گا۔ امرانے عرض کیا کہ بغیر ان چیزوں کے ہم کیا کر سکتے ہیں اور اپنی خدمت کس طرح انجام دے سکتے ہیں۔ بادشاہ نے فرمایا کہ ہماری اور تمہاری ضرورتیں رعایا کی سعی سے پوری ہوتی ہیں جو وہ عمارت۔ زراعت۔ حرفہ تجارت کے باب میں کرتے ہیں جب میں ان سب کو غارت کر دوں گا تو تم اس قسم کے توقعات نہ رکھ سکو گے کہ چوپایہ اور تخم رعایا سے جبراً وصول کرواؤ ان کی بیدار رکھاؤ ان لوگوں کو بغیر ورت زراعت چھوڑ دینی چاہیے۔ جبکہ زراعت نہ کرنے سے کچھ محصول وغیرہ نہ ملے گا تو تم کیا کھاؤ گے جب امرانے یہ گفتگو سنی تو رعایا پروری میں مصروف ہو گئے۔ مثنوی

کہ سلطان راعیت بہتر از گلخ  
وزان ہر لحظہ دخلی تو در آید

شنیدم از بزرگان سخن  
کزین خرج ارشود آخسر بر آید

تمام مہربانیوں میں سے ایک یہ بھی ہے کہ روزانہ عام طور پر باریابی کی اجازت دے اور بطور خود حالات کی تفتیش کرے تاکہ ہر شخص اپنا مطلب اُس سے کہے اور وہ خود مظلوموں کے حالات پر واقف ہو۔ دربانوں اور پردہ داروں سے کسی معاملہ کی تحقیقات نہ کرانا چاہیے۔

حکایت ہے کہ اکابر حرمین شریفین نے خلیفہ ناصر کو لکھا کہ خلافت اور سلطنت تیرے لائق نہیں ہے جبکہ تیرے نائب اور متعلقین عوام پر ظلم کرتے ہیں اور طرح طرح کی جو روجفار دار رکھتے ہیں۔ خلیفہ نے جواب میں لکھا کہ مجھے ان معاملات سے مطلق الگ ہی نہیں ہے۔ ان لوگوں نے مکر خلیفہ کی خدمت میں لکھا کہ آپ کا عذر بدتر از گناہ ہے بزرگوں نے کہا ہے کہ جو کچھ تجھے جواب دینا چاہیے دو سرون پر حوالہ نہ کر جب مہات رعایا اپنے ذمہ لے لیں تو وقت پر کشش جواب سے عمدہ برا ہونا چاہیے۔ بجزی اور غفلت کا اس میں کیا کام ہے اور

یہ جو عذر لکھا ہے اُسے کس طرح قبول کیا جاسکتا ہے۔

فاروق اعظم حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے کہ جس ملک کا مجھے تعلق ہے اگر اُس میں کاکوئی پل ویران ہو جائے۔ اور بکریوں کا گلہ اُس پر سے گزرے اور کسی بکری کا پانوں سورخ میں چلا جائے اور اُسے تکلیف پہنچے تو کل قیامت کے دن مجھے پوچھا جائے گا اور مجھے اس ذمہ داری سے کس طرح نکلنا پڑیگا جو شخص کہ منصب سلطنت قبول کرے اور تخت سلطنت پر متمکن ہو تو اُسے حقوق کی ادائیگی اور تواضع کی پابندی لازم ہے اور رعایا پر رحمت اور اُسکی خیر خواہی کرنا ضرور ہے۔ قطعہ

فرار تخت حکومت سستی کی سانپیت	در ان مقام بے احتیاط باید کرد
مراد عاجز و محنت رسیدہ باید داد	غم فقیر مشقت کشیدہ باید خورد

### بیسواں باب خیرات و میرات کے بیان میں

خیرات کی ابتدا کرنا اور میرات کی بنیاد ڈالنا ہر صاحب دولت پر واجب ہے کیونکہ جن اعمال کے آثار فیض و برکت روح کو پہنچتے ہیں ان میں صدقہ جاریہ بھی داخل ہے۔ مساجد۔ معابد۔ خانقاہوں۔ مسافر خانوں۔ پلوں اور حوض وغیرہ کے جب تک آثار باقی رہیں ان کے بانیوں کے ارواح پر ثواب پہنچتا رہے گا۔

ہر کہ خیر کے کرد چوں محل بدان عالم کشید	
روح اور اہر زمان فیض و گھر خواہد رسید	

ہر عاقل و ہوشیار شخص جس کے آئینہ خاطر سے رنگ غفلت کو صیقل رجوع الی اللہ نے دور کر دیا ہے اور جانتا ہے کہ دنیا کی عزت اور مال و متاع معرض زوال میں ہے وہ ضرور اس نکتہ کو معلوم کر لے گا کہ اس میراثے غانی کے آنے



اور جانے والوں کا نتیجہ بجز ایک یادگار کے اور کچھ نہیں ہے اور ہر ایک عالیشان عمارت اور مقامات کا اثر صرف روزگار پر ثبت ہے۔ جو کعبہ آباد شاہوں اور امرا نے بنوایا تھا اور جن کا نام ہر ایک ارباب عقل و دانش بلکہ ہر ایک غرور و کلمان کے نزدیک مشہور و معروف ہے۔

چونکہ ماضی ہر سانے بے قرار نام نیکو بہ کہ ماند یادگار

خاص کر ربانی خبر کی رقم کسی طرح لوح ایام سے نہیں مٹ سکتی اور اچھے مکانات کی خبریں قدیم سے بتسلل متاخرین تک پہنچتی ہیں مہصرع ان آثار فائدہ علیہ

کسری ماند قصہ ایوان او بساند  
نعمان برفت و ذکر خرفق ہنوز ہست

بزرگوں نے کہا ہے کہ اگر بخت و دولت، مساعادت کرے اور مواسب کی ربانی کا عطیہ کسی کو حاصل ہو تو ایسے اہتساب کے لیے مناسب ہے کہ اپنے صحائف احوال کو ان احسنتم احسنتم لافسکم کی تحریر سے آراستہ کریں اور زاد سفر آخرت کو نیرات و مبرات اور باقیات صالحات یعنی صدقہ جاریہ کے عمل سے مہیا کریں تاکہ اُس کے شکر انعام و کرم کا جرجا اطراف و اکناف عالم میں پھیلے اور ہر زمانہ میں ہر ایک زبان پر اُس کی تعریف و توصیف کے کلمات جاری رہیں۔

برین رواق زبردنوشتہ اندر  
کہ جز نکوئی اہل کرم نخواستہ ماند

حدیث میں آیا ہے کہ جب آدمی منزل آخرت میں جاتا ہے تو تمام اعمال اُس سے منقطع ہو جاتے ہیں مگر تین چیزیں ملحدہ نہیں ہوتیں۔ اول صدقہ جاریہ۔ دوم ایسا عمل جس سے لوگوں کو فائدہ پہنچے سوم صالح فرزند کہ اُس کو دماغ خیر سے یاد کرتا ہے۔

۱۵ البتہ ہمارے آثار ہم پر دلالت کرتے ہیں ۱۲

۱۶ اگر احسان کرو گے تو وہ اپنے لیے ۱۲

صدقہ جاریہ سے وہ مکانات خیر مراد ہیں کہ جن سے آدمی نفع حاصل کرے جیسے مسجد مدرسہ - خانقاہ - پل - سرائے - حوض وغیرہ - لہذا اولیائے ملک اور تخت نشینان بارگاہ خلافت کو یہ زیبا ہے کہ وہ اولاً تعمیر مساجد و معابد میں سعی کریں جیسا کہ اسکی طرف اشارہ ہے اِنَّمَا لِعِمْرٍ مَّسَاجِدَ الْمُتَّقِينَ آمَنَ بِاللّٰهِ

حدیث میں آیا ہے کہ جس نے خدا کی راہ میں کوئی مسجد بنوائی حق سبحانہ تعالیٰ اُسکے لیے بہشت میں ایک مکان تیار کرتا ہے۔ مساجد کہنہ کی تعمیر کا بھی یہی حکم ہے بعد اُسکے امام و مؤذن مقرر کرنا چاہیے اور اُن کے لیے اسباب معیشت مہیا کرنا چاہیے تاکہ وہ اطمینان و فراغت سے اپنا فرض منصبی بجالائیں اور رزق کی تلاش میں اپنے کام سے نہ گر سکیں نیز بڑے بڑے مدارس کی تعمیر کرنا چاہیے اور مدرسین علماء و فضلا کا تقرر کرنا چاہیے تاکہ علوم شرعی کی حفاظت ہو اور اشاعت بڑھے اور اُسکا ثواب پہونچے اور پاکیزہ و صاف خانقاہیں بنوائیں جس میں صوفیان پاک طینت اقامت گزین ہوں تاکہ طالبان حق اُنکے پاک انقاس کے برکات سے اپنے مقاصد کو پہونچیں اور اُنکے انوار و اوقات ذرائع سعادت و معنوی ہوں۔ وظائف اور روزینہ ارباب مدرسہ و خانقاہ کا بھی مقرر کرنا چاہیے تاکہ طلبہ مطالعہ علوم سے اور درویش ذکر حق سے غافل نہ رہیں۔ نیز مکروں اور کوشٹوں کا بنوانا جیسے فقرا اور محتاجین کے لیے کھانے کا سامان مہیا بہت جمعیت خاطر اور صفائے باطن کا موجب ہوتا ہے اور دار الشفا کا بنانا طبیب حاذق کا مقرر کرنا اور ادویہ و اشرہ کا انتظام کرنا ذریعہ صحت و سلامت کا ہوتا ہے۔ دوسرے مسافر خانوں کا بنوانا جس میں مسافران ستم رسیدہ اور غربا قیام کریں۔ بے شمار اور اچھا متجہ پیدا کرتا ہے۔ بانی پرپون کا بنوانا جس سے مسافروں کو گذر نے میں آسانی ہو بغایت مستحسن ہے چنانچہ اخبار

۹۷

۱۱ جو خدا پر ایمان لاتا ہے وہی اللہ کی مسجد بنواتا ہے۔ ۱۲

مین آیا ہے کہ جو شخص لوگوں کے گزرنے کے واسطے پل بناتا ہے خدے عزوجل پل صراط پر اُس کا گزرنہ آسان کر دیتا ہے۔ جا بجا گنہوں اور مہکوں اور معلون کا قائل کرنا تشنگی قیامت سے بچنے کا سبب ہے منقول ہے کہ کسی صحابی نے حضرت رسالتاً سے عرض کیا کہ میں اپنی ماں کی روح پر ثواب پہونچانا چاہتا ہوں اور صدقہ دینا چاہتا ہوں۔ آپ مجھے اس بارے میں کیا ہدایت کرتے ہیں۔ آنحضرت نے فرمایا بہترین صدقہ پانی ہے۔ چنانچہ اُسے ایک گنہوان خرید اور اُسکا پانی عامۃ المسلمین کے لیے وقف کر دیا اور اُسکا ثواب اپنی ماں کی روح پر بخشا۔ دوسرے بابرکت زیارت لگا ہوں اور تبرک مزاروں کا ہونا اسکا سبب ہوتا ہے تاکہ تبرک ارواح آسودگان خاک کی مدد پر آمادہ ہوں۔ نیمخہ خیرات کے یہ بھی ہے کہ خیرات کے موقع کے اوقاف کو دست قلب سے نکال لے اور متدین آدمی کو اُس پر مقرر کرے اور اسکی آمدنی مستحقین کو پہونچا دے جیسا کہ وقف کرنے والے کی شرط ہوتی ہے۔ وقف کے کاموں کو بادیا نت اور نیک معاش اعمال کے سپرد کرے اور اُس پر بھی اعتماد نہ کر کے اپنا اکثر وقت کا رہاے اوقاف کی نگرانی اور مصارف کی تحقیقات میں صرف کرنا چاہیے اور اس کام میں مطلق سہل انکاری کو دخل نہ دے کیونکہ ایسا کام کرنا شریعت کو قوی کرتا ہے اور جو کہ کار و وقف کو بدستور شرع انجام دے تو حسب قول الدال علی الخیر کفایہ یعنی رہنمائی کرتیوالا نیک کام پر نیکی کر نیوالے کے مانند ہے اور اجر و ثواب میں صاحب وقف کے ساتھ شریک ہو گا۔

خیر کن یا دلیل خیرے باش

تاتراہم دران ثواب دہند

خیر و خیرات کے بیان میں جو طول بیان ہوا وہ اس وجہ سے کہ صدقہ جاریہ کے ثواب بے پایان ہیں۔ حکایت ہے کہ کوئی بزرگ فوت ہوا اور کسی نے انکو خواب میں دیکھا کہ انکی حالت دریافت کی۔ جواب دیا ایک مدت تک شکنجہ عذاب

مین مبتلا رہا ناگاہ پر و انہ نجات و فتر کرم آگهی سے پہونچا اور حق سبحانہ نے میرا گناہ بخش دیا  
سائل نے دریافت کیا کہ اس آمرزش کی کیا وجہ ہوئی جواب دیا کہ فلان جنگل میں ایک  
مسافر خانہ میں نے بنوایا تھا۔ اُس دن ایک درویش دوپہر کے وقت وہاں داخل  
ہوا اور آرام کیا جب اُسکی مشقت اور کمندی دور ہوئی تو دعا کے لیے زبان کھولی  
اور کہا کہ اے خدا اس مسافر خانے کے بانی کو بخندے۔ فی الفور اُسکی دعا قبول ہوئی اور  
مین بخشا گیا اور قوجیم سے پن نفیم مین داخل ہوا ۵

ہر چند بروے کار درے نگریم | نیکی ست کہ نیک ست دگر ہا ہمہ بیچ

ایک سوال باب سخاوت و احسان کے بیان میں

سخاوت نیکنامی کا سبب اور احسان کا برآرمی اور نیک انجامی کا ذریعہ ہے  
جو دو سخا سے بڑھ کر انسان خصوصاً اشراف و امجاد کے لیے کوئی صفت نہیں ہے  
شرف مرد بکود است و کرامت بہ بچہ ۵ | ہر کہ این ہر دندارد عدش بہ ز وجود

اخبار میں آیا ہے کہ سخاوت بہشت میں ایک درخت ہے اور حقیقت میں جو بیار  
خوشنودی خدا کے کنائے ایک سرسبز نہال ہے جس کی شاخ اعلیٰ علیتین سے  
پیوستہ ہے اُسکا شگوفہ نیکنامی دنیا ہے اور اُسکا میوہ عقبی کی کرامت و فضیلت  
ہے ۵

این سخا شایست در بلع بہشت | اوے او کین شاخ را از کفن بہشت

کسی حکیم سے لوگوں نے دریافت کیا کہ وہ عیب جو ساری خوبیوں کو چھپالے  
کیا ہے اُس نے جواب دیا وہ عیب نخل ہے۔ پھر سوال کیا کہ وہ کون سا ہنر ہے  
جو تمام عیوب کو چھپا لیتا ہے۔ اُس نے جواب دیا سخاوت ہے ۵

ہنر سخاست دگر جملہ دست افرازند | اگر ترا ہر انگشت خویش صد ہنرست

یقین کرنا چاہیے کہ جب تک مال قید اساک سے آزاد نہ کیا جائے  
تو سن مفاخر و معالیٰ باقرین نہیں آتا۔ مثنوی

تجربہ کردم زہر اندیشہ	نیست نکو تر ز حنا پیشہ
خاص زہر کرم آمد درم	برگزیر قافیه اینک کرم

اسکندر نے ارسطو سے پوچھا کہ دین و دنیا کی سعادت کس چیز میں ہے جواب آیا  
جو دو کرم میں۔ سعادت دین تو یہ ہے کہ حق سبحانہ فرماتا ہے مَنْ جَاؤْ بِالْحَسَنَةِ فَلَهُ  
عَشْرٌ مِّثَالِہَا۔ عظم

آنکہ ترا تو شمر رہے دہ	از تو یہ کے خواہر و دہ میدہ
بہتر ازین مایہ تانیت نیست	سود کن آخر کہ زیانیت نیست

اور سعادت دنیا یہ ہے کہ مخلوق کے مرنے دل کو شکار کر سکے جیسا کہ کہا گیا ہے  
اَلْاِنْسَانُ عُقْبِیۃُ الْاِنْسَانِ چونکہ دل بمنزلہ سلطان کے ہے۔ جب کسی کی قید میں پڑتا ہو  
تو قالب بھی اُسی کے پیچھے چلتا ہے اور جب کریم مالک رقاب ہو جائے تو سعادت  
کے دروازے اُس پر کھل جاتے ہیں اور ذریعہ حصول مراد اُس کے لیے مہیا ہو جاتے  
ہیں۔ اخبار میں آیا ہے کہ خسرو پر وزیر کا ایک سپہ سالار فوج کشی اور دشمن کشی میں  
مشہور تھا اور ممانت راے۔ قوت غم کے لیے نزدیک و دور معروف خسرو پر وزیر  
اُسی کے مشورہ سے انصاف کرتا تھا۔

از و تادہ بد کلشن خسروی	بہ بازوے او پشت دولت قوی
-------------------------	--------------------------

ایک وقت اخبار نویسوں نے بادشاہ کے گوش گزار کیا کہ تجھارا سپہ سالار  
فرمانبرداری سے انحراف کرنا چاہتا ہے اور تیرے سرکشی کا طریقہ اختیار کر رہا ہے پہلے  
اس کے کہ اس امر کا وجود قوت سے فعل میں آئے تدارک کرنا چاہیے۔

۱۲۔ جنیکیان لایا پس اُسکے سے دس گنا جر ہے ۱۲۔ انسان احسان کا بندہ ہے ۱۲۔

علاج واقعہ پیش از وقوع باید کرد	دریغ سود ندارد چو رفت کار از دست
<p>اس خبر کے سننے سے خسرو اندیشہ مند ہوا اور کہا کہ اگر اُسے عنانِ عزیمت کسی حصہ ملک میں از روئے مخالفت موڑی تو بہ کثرت سپاہ اور اعیان لشکر اُس کے موافق ہو جائینگے اور ممکن ہے کہ اُسکے باغی ہونے کی شہرت سے ارکان ملک میں خلل واقع ہوا اور دیدہ سلطنت میں فتور پڑے ۵</p>	
مبادا برادر بہ بیداد سر	کہ در ملک پیدا شود شور و شر
<p>پس بادشاہ نے مشیرانِ مملکت سے اس بارے میں مشورہ کیا سمجھون کی راہ ہوئی کہ اسے قید کر دینا چاہیے خسرو نے اُن کی راہ پر آفرین کی دوسرے دن سپہ سالار کو طلب کر کے اُس کی معمولی نشست سے اور بلند و ممتاز جگہ پر اُس کو بٹھایا اور اُس کی بہادری اور اوصافِ پسندیدہ کی تعریف کر کے انعام میں نفیس و عزیز اشیا اور نقد و بسیارِ محنت فرمائے جس کا وہ مستحق نہ تھا۔ مشیرون نے یہ دیکھ کر متوجہ پر عرض کیا کہ ہمارے مشورہ پر کار بند نہ ہونے کی کیا وجہ ہے۔ بادشاہ مسکرایا اور کہا کہ تمھاری راہ کے خلاف میں نے نہیں کیا نہ میرا ایسا ارادہ ہے۔ تم نے کہا تھا کہ اسے قید کرنا مناسب ہے میں چاہتا ہوں کہ اُسے محکم ترین قید میں ڈالوں اور قیدِ احسان سے بڑھ کر کوئی اور مضبوط قید میں نہیں دیکھنا دوسرے میں نے سوچا کہ قید کا محل ایک عضو خاص ہوتا ہے۔ ہذا میں نے مناسب سمجھا کہ اس کے دل کو مقید کر دوں کیونکہ وہ بمنزلہ بادشاہ کے ہے اور تمام اعضا شتم و خیم کی جگہ پر ہیں جب اصل چیز مقید ہو جائے گی تو ضرور بالضرور اُس کے تابعین اعضا بھی گرفتار ہو جائیں گے دوسرے یہ کہ بند آہنی سو مان سے گھس جاتا ہے مگر احسان کا بند جو دل پر رکھا جائے کسی چیز سے فرسودہ نہیں ہوتا۔ امثال میں بیان ہوا ہے کہ مرغِ خوشی کو دامنِ بیا</p>	

گرفتار کر سکتے ہیں اور انسان کو احسان و انعام سے - ممنومی

کرم پیشہ کن کا دے زاوہ صید	باحسان تو ان کرد و وحشی بقید
عدو را با لطف گردن بند	کہ نتوان بریدن بہ تیغ آن کند
چو دشمن کرم بیند و لطف وجود	نیاید دگر خبث زود وجود

چنانچہ جس طرح کہ خسرو نے سوچا تھا آتش مخالفت آب احسان شاہی سے بجھ گئی اور بیخ کینہ پنچہ کرم سلطانی سے اکھڑ گئی اسکے بعد جبکہ وہ خلوص نیت سے جان نثار خدام میں شریک ہوا تو تمام عمر طریقہ فرمانبرداری سے منھ نہ موڑا۔

ازان بذازش گری کہ یافت ازو	بعد از ان روی یز نتافت ازو
----------------------------	----------------------------

اس باب میں ذیل کی رباعی خوب گہی گئی ہے۔ رباعی

باہر کہ کرم گہی از ان تو شود	اندزہمہ وقت مدح خوان تو شود
بادشمن خویش اگر سخاوت ورزی	شک نیست کہ یار مہربان تو شود

فغانل جو دین سے ایک یہ بھی ہے کہ دہائے خلافت سنی کو دوست رکھتے ہیں ہر چند کہ اُس کے احسان سے وہ بہرہ مند نہ ہوئے ہوں مثلاً خراسان کے لوگ اگر سنین کہ عراق میں ایک آدمی نہایت کریم و بخشنے تو سب اُسے عزیز رکھینگے اور اُسکی تعریف کریں گے۔ بلکہ اگر کوئی ایسا کریم آدمی زندہ نہ ہو تو بھی اُس کے بعد ہر شخص اُسکی تعریف میں رطب اللسان رہتا ہے چنانچہ حاتم طائی کو دیکھو کہ تاریخ تصنیف کتاب سے جو ششہ ہر ہے۔ اُس کا زمانہ ۹۴۵ برس آگے ہے مگر ہنوز اُس کی بہاریا دگل آفرین سے آراستہ ہے اور چین نیکنامی تحسین و ثنا سے پیراستہ ہے۔

نماند حاتم طائی ولیک تا بہ ابد	بماند نام بلندش بہ نیکی و مشہور
--------------------------------	---------------------------------

حکایت ہے کہ جب حاتم کا چرچا جزیرہ عرب سے یمن تک پہنچا اور اُسکی سخاوت کی شہرت ولایت شام و روم تک پہنچی تو دالی شام - حاکم یمن قیصر روم اُس کی

عداوت پر کمر بستہ ہوئے۔ کیونکہ اُن مین سے ہر ایک سخاوت اور عفو و درگزر کا دعویٰ کرتا تھا حالانکہ حاتم کا ذکر تمام زبانوں پر بکثرت جاری تھا اور اُس کے کرم و جود کا غفلہ اطراف و اکناف ملک مین پور ہوا تھا۔ ۵

ابر دریا دلِ نر دستِ جود اور درِ انفعال  
مالِ عالم زیرِ پائے ہمت اور پائمال

پس ان مین سے ہر ایک نے اُسے آزمانا چاہا۔ پہلے والی شام نے ایک آدمی حاتم کے پاس بھیجا اور اُس سے سواونٹ سرخ سیاہ مو اور سیاہ چشم بلند کوبان کے طلب کیے۔ اس قسم کے اونٹ وادی عرب مین کیاب مین اور خال خال ملتے ہیں اور بہت گران قیمت ہوتے ہیں۔ حاتم کے پاس ایسے اونٹ نہ تھے جب وہ آدھا پیغام لے کر حاتم کے پاس پہونچا تو اُس نے اُس کی فرمائش قبول کی اور سماع و طاعت زبان پر لایا ۵

بہرچہ امر شود چاکریم و دولت خواہ  
بہرچہ حکم رود بندہ ایم و حسد متلاک

حاتم نے ایلچی کو اچھی منزل مین اتارا اور اسباب ضیافت حسبِ عادت اُسکے لیے مہیا کیا اور قبائل مین منادی کی کہ اس قسم کے اونٹ لاکر مجھے دو۔ دو ماہ کے بعد اُنکی قیمت مین ادا کر دوں گا۔ الغرض اس طریقہ سے سواونٹ قرض لے کر والی شام کے پاس روانہ کر دیے۔ جب یہ قافلہ والی شام کی خدمت مین پہونچا تو حیران ہو کر کہا کہ مین نے اس اعرابی کو آزما کر اُسے مقروض بنا دیا۔ چنانچہ اُس نے تمام اونٹوں کو اُسی ایلچی کے ہاتھ حاتم کے پاس روانہ کر دیا۔ جب حاتم کے پاس بھیجے ہوئے اونٹ واپس آئے تو اُس نے مالکان شتر سے کہا کہ جس جس کا اونٹ ہو وہ واپس لے جائے اور جس قدر کہ مال و تحفہ والی شام کا ہر اونٹ پر بار ہے۔ وہ بھی لے لے۔ اس طرح سے ہر ایک خیر تقسیم ہو گئی۔ جب اُسکی خبر والی شام کو پہونچی



تو اُس نے کہا کہ یہ مرویت تو آدم زاد سے باہر ہے اور حاتم کی سخاوت مسلم ہے۔

آوازہ سخاوت و احسان حاتم	آخر دین جہان عیث در نیابت
--------------------------	---------------------------

ہر قل کی نسبت روایت ہے کہ جب اُسکو حاتم کے دیدار کی اطلاع پہونچی تو اُسکی کیفیت و حال کا تجسس ہوا اور لوگوں سے معلوم کیا کہ حاتم کے پاس ایک نہایت تیز رو۔ باویہ بیا۔ گھوڑا خاص سواری کا ہے۔ منظم

چو اشک عاشقان گلگون غم شروع	جہاں بیا تراز شب دیز خسرو
بوقت حملہ برقی آسا جسدہ	بظاہر یوہ چون ضرر روندہ

قیصر نے اپنے وزیر سے کہا کہ حاتم کی سخاوت کا دور دشواری و غم میں دور دو ہے اور اُسکی جوافر دی اور برویت کی شہرت پادشاہ عالم میں مشہور ہے۔ میں نے سنا ہے کہ اس اس صفت کا ایک گھوڑا اُسکے پاس موجود ہے چونکہ اُسکی سخاوت و بہت کامین امتحان لینا چاہتا ہوں۔ اسلئے کسی آدمی کو اُس گھوڑے کے لیے روانہ کرو۔ مثنوی

من از حاتم آن اسب تازی نژاد	بچو اہم گراؤ مکرست کرد و داد
بداتم کہ در وی شکوہ می ست	و گر دکنہ بانگ طبلی تھی ست

پس ایٹھی ہدایا و تحف لیکر حاتم کے پاس روانہ ہوا۔ گھوڑے ہی زمانہ میں راستہ طے کرتے ہوئے ایٹھی حاتم کے قیام گاہ تک آ پہونچا۔ فقہار ایٹھی کے پہونچتے ہی شدت سے پانی اور برف کی بارش ہوئی حاتم نے ایٹھی کی خاطر و مدارات کر کے مناسب مقام پر اتارا اور فی الفور حکم دیا کہ سواری کا گھوڑا ذبح کیا جائے اور دسترخوان مہمان کے سامنے لایا جائے فراغت طعام کے بعد آرام کا سامان ہوا اور حاتم خیمہ سے باہر نکلا۔ اُس رات کو کسی قسم کی گفتگو درمیان میں نہ آئی۔ صبح جب ایٹھی نے تھک کر فرمان اور تمام ہدایا و تحف حاتم کے روبرو پیش کیے تو وہ نہایت تفکر ہوا۔ ایٹھی نے سمجھ کر کہا کہ اے جوافر اگر اسب کے دینے میں کچھ تاثر ہے تو میں زیادہ اصرار نہیں کرتا۔ حاتم نے جواب دیا کہ اس قسم کے گھوڑے اگر

ہزار بھی ہوں تو ادنیٰ ادنیٰ آدمیوں کے دیدنیے میں مجھے کچھ تامل نہیں ہے۔ خصوصاً  
ایسی حالت میں کہ ایک عظیم الشان قیصر نے مجھ کو ایک گھوڑے کی فرمائش سے عزت  
بخشی اور اس کے لیے خاص ایلی روانہ کیا۔ مجھے فکر و تردد یہ ہے کہ اگر پہلے ہی میں  
واقف ہوتا تو اس گھوڑے کو ضائع نہ کرتا۔ ۵

من آن باد رفتا ز دل تشاب کہ بد غلمت ابراز پیش و پس بنوعی دگر روئے درہم نہ بود مروت نہ دیدم در آئین خویش مرانام باید در استلیم فاش	ز بہر شما دوش کردم کہا ب بسوے رہ رہ نمی یافت کس جسز آن بر دہ بار کا ہم نہ بود کہ سہان غمید دل از فاقہ ریش دگر مرکب نامور گو سباش
---	--

پس تازی گھوڑے اور عجاز کے تبرکات سلطان روم کے لیے تحفہ میں روانہ  
کیے اور ایچی کو بھی انعام و اکرام سے مالا مال کیا۔ جب ایچی پہونچا تو قیصر فخر سے  
مضمون سے آگاہ ہوا اور انصاف کو مد نظر رکھ کر کہا کہ آئین مروت و سخاوت  
حاکم کی مسلم ہے ۵

توان گفت کاروز نبود عالم ز روئے جو انزدی و مہربانی	جسز او شہر یار دیار مروت بر خستہ شد کار و بار قوت
---	--

دوسرا بادشاہ چین کا تھا جو اپنی سخاوت و کرم کے لیے مشہور تھا اور محتاجوں  
درماندگان کی اعانت کے لیے معروف و مقبول ۵

چو دست جو در بخشش بر کشادی	ز عالم رسم خواہش بر قنادی
----------------------------	---------------------------

اسکی خواہش تھی کہ سوا کرم کے اسکی صفت اور نہ مشہور ہو۔ اسی وجہ سے جو حاکم  
کی تعریف کرتا تھا سخت مشتعل ہوتا تھا اور اس کو ایذا دیتا تھا اور کہا کرتا تھا کہ حاکم  
ایک محرانشین آدمی ہے جو بچلہ میری رعیت کے لیے۔ نہ ملک داری کا اسے

رتبہ حاصل ہے نرفزان روالی کا منصب رکھتا ہے۔ نہ جہانگیری کی قوت ہرگز کشور تلی کی طاقت سے

نہ اور اخزانہ است مئے تخت تاج نہ باجش کسے می دہنے خراج

اس سے ظاہر ہے کہ اُس سے کریم کا ظہور کیا ہوگا اور چنارونٹ اور گھوڑوں سے کس قدر سخاوت کا اظہار کریگا سال بھر میں جو حاتم کو ملنا ہو کلین، ایک دن میں ساک کو اتنا دیدیتا ہوں اور اُسکے سوخوان کے برابر ایک وقت دسترخوان مہمان کے روبرو رکھتا ہوں۔ مصرع بین تفاوت رہ از کجاست تاہ کجا

القصہ بادشاہ نے ایک دن بڑا جشن منعقد کیا اور تمام دن خیر و خیرات میں مصروف رہا ناگاہ اثنائے حال میں حاتم کا ذکر کسی نے کیا

در ذکر حاتم کسے باز کرد و اگر کس ثنا گفتن آغاز کرد

بادشاہ اس ذکر سے نہایت بخیدہ ہوا اور دل میں سوچا کہ کسی طرح لوگ حاتم کے ذکر سے باز نہیں آتے اور اُس کی مہمان داری اور نیکو کاری کو فراموش نہیں کرتے مناسب ہے کہ کسی طرح ہمیشہ کے لیے اُس کا خاتمہ کر دوں

اکہ تاہست حاتم در ایام من بے نیکی نہ خواہد شدن نام من

اُس کے شہر میں ایک عیاں ہمیشہ تھا کہ ایک درم کے معاوضہ میں سوخون ناحق گئے پر آمادہ تھا اور تھوڑی سی امید پر بہتوں کے شیشہ دل سنگ جفا سے توڑتا تھا

چو چشم نازنینان بود خونریز چو زلف خرمیوان فتنہ انگیز

آخر کار شاہ یمن نے اُس کو طلب کیا اور انعام و ادا کرام کا وعدہ کر کے اُسے حکم دیا کہ قبیلہ یمنی طوین جا کر کسی نہ کسی طرح حاتم کا کام تمام کر دے۔ اُس نے قتل کی نراہی کی اور اپنی راہ لی اور ایک مدت کی قطع مسافت کے بعد ایک منزل پر وارد ہوا جہاں ایک خوشرو جوان ہے اُس کی ملاقات ہوئی جس کے روئے تابان سے

بزرگی اور سرداری کے آٹا نما ظہر تھے۔ جو ان خوشخوئی نے نہایت نرمی اور مہربانی سے دریافت کیا کہ کہاں جاے گا قصد ہے عیار پیشہ نے جواب دیا کہ میں سے آتا ہوں اور شام کو جا رہا ہوں۔ چونکہ اُس نے نہایت منت سے التماس کیا کہ ایک شب کو میرے خیمہ میں قیام کر کے ماحضر نوش کرے اور اس تلمط سے مجھے سرفراز کرے مصرع زرد در آے دشتستان مامنو رکن۔ وہ عیار جو ان کی خوشخوئی اور حسن اخلاق پر فریفتہ ہو کر ساتھ ہو گیا اور اس جو ان نے ضیافت کی تیاری شروع کی اور عقد خاطر داری کی کہ اُس کے دہم و گمان میں بھی نہ تھی۔ لحظہ بہ لحظہ گونا گون مشروبات و ماکولات سے اُس کی تواضع کی۔

ہر نفسے بر سر غولش نگر	خوردنی خوب تر از یک دگر
------------------------	-------------------------

سہان نے ساعت بساعت میزبان کی تعریف زیادہ کی اور ثنا و آفرین کی زبان کھولی۔

تبارک اللہ ازین مردی و خوشخوئی	آگوشہ زہمہ نیکون بہ نیکوئی
--------------------------------	----------------------------

اسی لطف و مدارات میں صبح ہو گئی اور اُفق مشرق سے آفتاب طلوع ہوا۔ سہان باویدہ ہائے گریان رخصت ہوا۔ اس بیت کا مضمون جگر سوز زبان پر لایا۔

دل سے سوز دازد از رخ جدائی	چہ بودی اگر نہ بودی آشنائی
----------------------------	----------------------------

جو ان نے نہایت اصرار کے ساتھ درخواست کی کہ دو تین دن اور قیام کرے مگر سہان عذر کرتا تھا اور کہتا تھا۔

نیارم شد البتہ اینجا مقیم	کہ در پیش دارم مھے عظیم
---------------------------	-------------------------

جو ان نے کہا کہ جگہ کو اپنی اقامت سے سرفراز کر اور جو ہم درپیش ہے اسے بیان کر شاید میں بھی مدد کر سکوں اور ہمراہ چلوں۔ سہان نے جو ان کی دلنوازی اور جو اندزی پر فریفتہ ہی تھا دل میں سوچا کہ یہ ہم جو درپیش ہے بغیر ایسے دوست کی

امداد کے پوری نہیں ہو سکتی کچھ مضائقہ نہیں اگر ایسے دلوں کو دست کو اپنا  
ہمارا بنالوں اور اس مہم کا کام اُس کی امداد سے انجام کو پہنچاؤں۔ ۵

ایک گل مقصود درین بوستان	چیدہ نشد بے مدد وستان
دامن یاری گرت افتد بدست	فایز و آزاده توانی نشست
کار تو از یار مکمل شود	مشکلت از ہم نفسان حل شود

پس پہلے اُسے جو ان سے قسم لی کہ اس راز کو افشا نہ کرے گا۔ غرض کہ بعد  
تاکید بسیار اپنا راز ظاہر کیا اور کہا کہ مین نے سنا ہے اس نواح میں کوئی حاتم نام  
کا شخص ہے جو دزدی کا دم بھرتا ہے اور احسان و مردم نوازی کا دعویٰ کرتا ہے  
شادی مین کو اُس کی جانب سے دل میں خطرہ و اندیشہ پیدا ہوا۔ مین ایک پریشان  
اور بے روزگار شخص ہوں۔ دزدی عیاری کا پیشہ کرتا ہوں۔ اسی اثنائ میں بادشاہ  
نے مجھے طلب کیا اور مال و متاع کا وعدہ کر کے حکم دیا کہ حاتم کو تلاش کر کے  
اُس کا کام تمام کر دوں اور اُس کا سر بادشاہ کے رو بروئے جاؤں۔ مجبوراً روزی  
کے لیے اسے قبول کیا اور اس قبیلہ میں آیا ہوں۔ نہ حاتم کو پہچانتا ہوں نہ  
اُسکی جائے قیام کا پتہ معلوم ہے اب ازراہ غریب نوازی اور بندہ پروری  
حاتم کا پتہ مجھے دیجئے۔ اور اُس کے قتل میں امداد کیجئے تاکہ مین اپنی ذمہ داری  
سے عمدہ برآ ہوں اور آپ کی بدولت بادشاہ کے سوا عید سے بہرہ مند ہوں  
جوان یہ سنکر ہنسنا اور کہا ۵

سخن دید گفت کہ حاتم منم	سر اینک جدا کن بر تیغ از تنم
-------------------------	------------------------------

اے مہمان اٹھ اور قبل اس کے کہ میرے تعلقین خبردار ہوں میرا سر جدا  
کر کے اپنے ساتھ لے تاکہ شاہ یمن کا مقصد حاصل ہو اور قیری مرا بھی برائے یہ ۵

چو حاتم باز ادگی سر نهاد	جوان را بر آمد خردش از نهاد
--------------------------	-----------------------------

فی الفور عیار حاتم کے آگے زمین بوس ہو اور اُس کے ہاتھ پاؤں پر بوسہ دیکر کہا نظم

اگر من گلی بر وجودت زخم	نہ مردم کہ در کیش مردان زخم
دو چشمش بوسید و در برگرفت	وز انخاب طریق بین برگرفت

حاتم نے اُس کے لیے زاوراہ اور سواری مہیا کر دی عیار پیشہ قطع مسافت کر کے جب یمن میں پہونچا تو بادشاہ سے تمام ماجرا بیان کیا۔  
انروے انصاف شاہ یمن نے اعتراف کیا کہ اس مرتبہ کا کرم دنیا میں کسی کا نہیں ہے نہ اس رتبہ کی سخاوت کسی میں ہے۔ ۵

ہست جو امر در دم صد ہزار	کار چو با جان فتد انجاست کار
--------------------------	------------------------------

کتاب جو اہر الامارہ میں بیان ہے کہ جب حاتم فوت ہوا تو اُس کو دفن کیا یھنا اُس کی قبر ایسے مقام پر تھی جہاں سیلاب آب کا گذر تھا کسی وقت شدت کی بارش ہوئی اور پانی میں ہولناک طغیانی ہوئی۔ قریب تھا کہ حاتم کی قبر تباہ ہو جا اُس کے بیٹے نے چاہا کہ لاش کو اٹھا کر دوسرے محفوظ مقام پر منتقل کر دے جب قبر کھودی گئی تو اُس کے تمام اعضا اپنی اپنی جگہ سے الگ ہو گئے تھے۔ صرف سیدھا ہاتھ محفوظ تھا جس میں کسی قسم کا تغیر نہ پہونچا تھا۔ لوگوں نے اس عجیب حال پر نہایت تعجب کیا۔ اُس جماعت میں ایک صاحب دل پیر مرد بھی تھا اُس نے کہا کہ اے لوگو۔ اس نظارہ پر تعجب نہ کرو کہ اسی دست راست سے اُس نے بہ کثرت سالمون کی حاجت روائی کی۔ ضرور تھا کہ خیر و کرم کی برکت سے اسکا ہاتھ سلامت رہے جب کہ ایک بت پرست کافر کا ہاتھ سخاوت کی برکت سے بگڑ نہ سکا تو کیا عجب ہے کہ مومن کا جسم سخا و احسان کے ذریعہ سے آتش دوزخ کے جلتے سے محفوظ ہے۔ کیونکہ دولت جاودان کا حاصل کرنا خیر و احسان کے قواعد سے وابستہ ہے۔

دولتیاں رخ ز جهان تافتند	دولت باقی ز کرم یافتند
--------------------------	------------------------

۱۵ اور وہ محسن ہے لہذا اسکا اجر رب کے پاس ہے ۱۲ ۱۵ اور اسی طرح ہم محسنوں کو عوض دیتے ہیں ۱۱  
۱۵ جو شخص تواضع کرے وہ اپنے خدا کے بلند مرتبہ کرے گا اس کو خدا ۱۲

<p>زر وے شرف سر بلند کی دہد</p>	<p>تواضع ترا از جندی دہد</p>
<p>ملوک سامانیہ میں سے نصیر بن احمد نے اپنے بیٹے کو وصیت کی کہ اسے فرزند دلبند اگر تیری خواہش ہے کہ جو مملکت بعد شہقت بسیار ہمارے قبضہ میں آئی ہے اور جس کی تہید قواعد و انتظام میں تمام عمر میں نے صرف کر دی ہے۔ سالہا سال تیرے قبضہ میں رہے تو خزانہ پر اعتماد نہ کرنا کیونکہ مال معرض زوال میں ہے اور فوج پر خاطر جمع نہ رکھ کیونکہ سپاہیوں کے حالات پلٹتے رہتے ہیں بلکہ کرم پر اعتماد کرنا اور تواضع میں مبالغہ کرنا کیونکہ کرم و تواضع آدمیوں کے لیے دو دام ہیں جو انہیں پھنس گیا ہرگز رہائی نہیں پاسکتا۔ گویا سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس عبارت میں سید القوم خادِمِ مہم۔ اسی معنی کی طرف اشارہ کیا ہے کہ جب تو کسی کی تواضع سے خدمت کرے اس کا دل تیرا شکار ہو جاتا ہے اور تیرے دامِ محبت میں گرفتار ہو جاتا ہے پس وہ محکوم اور تو مخدوم ہو جائیگا اور وہ شکار اور تو صیاد بن جائیگا۔ نظم</p>	
<p>یہیے بیگانگان را آشنائی بروے اور در اقبال باز است</p>	<p>تواضع میدہد از روشنائی تواضع ہر کہ دارد سرفراز است</p>
<p>تواضع یہ ہے کہ اپنی قدر کو دوسرے کی قدر سے کمتر سمجھے پس اپنی عزت و حرمت کو الگ رکھ کر دوسروں کو عزیز و محترم بنائے اور اگر شرف ذات و علوے قدر کے مشتبہ ہو جائے کہ اندیشہ سے اس سے اجتناب کرے تو دو صورتوں سے خالی نہ ہو گایا یہ کہ فی الحقیقت وہ عالی مرتبہ ہے تو ایسا شخص تواضع سے نہ ڈرے کیونکہ اس سے اس کی عظمت و بزرگی کچھ کم نہ ہوگی بلکہ رفعت و شوکت خالق و مخلوق کے نزدیک اس کی بڑھتی گئی ۵</p>	
<p>تواضع ز گردن سر از ان نکوست گدا اگر تواضع کند خوب او مست</p>	



اسی جگہ سے معلوم ہوتا ہے کہ تکبر ناقص اور ذلیل اشخاص کی خصلت ہے جن کا مقصود کبر سے اپنے نفس کی پردہ پوشی ہوتی ہے مگر اس سے وہ اپنے عیوب کی حقیقت ظاہر کرتے ہیں کیونکہ تکبر آدمی کو غرور و ذلیل بنا دیتا ہے۔ نظم

تا تو انی بگرد کبر مگرد	متکبر بری ز کبر بخورد
اگر تو بے کبر و بیر یا باشی	خاص در گاہ کبر یا باشی

تواضع ہر شخص کے لیے زیبا ہے خصوصاً اہل دول کے لیے کیونکہ تواضع پیرایہ زندگی ہے حکایت ہے کہ ابن سماک ہارون رشید کے دربار میں آیا۔ خلیفہ اس کی تعظیم کے لیے اٹھا۔ ابن سماک نے کہا کہ اے خلیفہ بادشاہ ہو کر تیری تواضع کرنا بادشاہی سے بڑھ کر ہے۔ خلیفہ نے جواب دیا بے شک اور بیان کرو ابن سماک نے کہا کہ جسے حق تعالیٰ مال و جمال اور بزرگی عطا کرے اور وہ مال سے بندگان خدا کے ساتھ غمواری اور احسان کرے اور جمال میں پارسائی کرے اور بزرگی میں تواضع کرے تو حق تعالیٰ اسے اپنے غلصوں میں لے لیتا ہے ہارون رشید نے فلم دوات منگا کر یہ گفتگو اپنے ہاتھ سے قلمبند کر لی۔ یہ بھی خلیفہ کی تواضع پر دلالت کرتا ہے۔ مثنوی

زیر کان آزمودہ اند بے	بر تواضع زیان نہ کرد کسے
از تواضع بلند گرد نام	وز تواضع رسیدہ اند بکام
متواضع بزرگوار بود	منظر لطف کردگار بود

سادات عظام اور علمائے کرام کے لیے تواضع و احترام نہایت مناسب اور موجب ارتفاع ہے۔ امام محمد حسن شیبانی جب ہارون رشید کے پاس آئے تو خلیفہ نے بڑی تعظیم کی اور کھڑے ہو کر اپنی جگہ بٹھالیا۔ جب وہ اٹھے تو چند قدم مشایعت بھی کی۔ کسی نے خلیفہ سے کہا کہ خلعت کی عظمت و شوکت اس قسم کی

تواضع سے جاتی رہتی ہے۔ ہارون رشید نے جواب دیا جو شوکت و ادب تواضع سے ناکل ہو جائے تو اس کا سٹ جانا ہی مناسب ہے اور جو قدر و منزلت بزرگوں کے احترام سے دور ہو اس کا محو ہونا ہی ضروری ہے ۵

قدرے کہ بے غصہ کسان کا ستہ گرد  
مردے چنان قدر کے کہ اسے گرد

حکایت ہے کہ شاہ اسماعیل سامانی سلطان خراسان کے پاس کسی کے کام کے لیے ایک عالم آیا بادشاہ نے اس کی بڑی تعظیم کی اور جاتے وقت سات قدم تک مشایعت کی۔ کسی شب خواب میں آنحضرت صلعم کو دیکھا کہ آپ فرماتے ہیں۔ اے اسماعیل! تو نے ایک عالم کو عزیز رکھا۔ میں نے حق سبحانہ تعالیٰ سے درخواست کی کہ تجھے دونوں جہان میں عزیز رکھے۔ تو نے سات قدم تک مشایعت کی۔ میں نے دعا مانگی کہ سات نسل تک تیرے خاندان میں حکومت رہے اور دونوں دعائیں قبول ہوئیں۔

تواضع کی ایک علامت یہ ہے کہ علما و صلحا اور درویشان صاحب دل کی صحبت کی جانب مائل ہوں ان لوگوں کی صحبت کی طرف جو طمع دنیاوی کے لیے علماء اور درویشوں کی صورت بنائے ہوئے ہیں بلکہ اسکی صحبت چاہیے جو کام کا ہو اور لوگ اس کے عقیدہ ہوں تو وہ پسند نہ کریں۔

حکایت ہے کہ عبداللطیف خراسان سے آتے ہوئے فیثا پور میں مقیم ہوا۔ اعیان و اشراف شہر اس کے سلام کو حاضر ہوئے۔ ایک ہفتہ کے بعد اسے پوچھا کہ شہر میں کوئی ایسا شخص باقی رہا ہے جو میرے سلام کو نہیں حاضر ہوا اور نہ مجھے دریافت کیا۔ لوگوں نے جواب دیا کہ اس شہر کے سب لوگ آپ کے دربار میں آئے مگر وہ درویش جو گوشہ نشین ہو گئے ہیں نہیں آئے۔ مثنوی

معتکفانِ حرمِ کبریا دیدہ نہ تو کون و مکان در نظر ملک نہ و نوبت شاہی زدہ	شستہ زدل صورت کبر و ریا بال نہ ہر دو جہان زیر پر تخت در ایوان اکہی زدہ
---	--

عبداللہ نے پوچھا کہ اُن کا نام کیا ہے۔ جواب دیا کہ احمد عرب اور محمد اسلم  
طوسی جو علمائے ربانی مین سے مین اور امرا و سلاطین کے یہاں آمد و رفت  
نہیں رکھتے۔ عبداللہ نے کہا کہ اگر وہ میرے سلام کو نہیں آئے تو مجھے اُن کے  
سلام کو بانا چاہیے یہ کہہ کر سوار ہوا اور احمد عرب کی خدمت میں پہنچا اور آدمی  
بھیجا کہ میرے آنے کی خبر کر دے۔ احمد کو بھاگنے کا موقع نہ تھا۔ عبداللہ طاہر اندر  
گیا اور احمد کھڑا ہو گیا اور منہ اس کی طرف کیے ہوئے فتوڑی دیر تک کھڑا رہا  
عبداللہ بھی خاموش رہا۔ فتوڑی دیر کے بعد احمد نے سر اٹھا کر کہا کہ اے طاہر  
کے بیٹے میں نے جس قدر خوش وادار نیک ٹوٹے تھے سنا تھا اُس سے زیادہ پایا۔  
اب تو اس خود بصورت پھرہ کو خدا کی نافرمانی میں مشغول نہ رکھنا اور اس خصلت  
کو آتش دوزخ کی لکڑی نہ بنانا۔ یہ کہہ کر قبلہ رہ ہوا اور نماز میں مشغول ہو گیا۔  
عبداللہ طاہر روتا ہوا اٹھ کر باہر نکلا اور محمد اسلم کے پاس گیا مگر محمد اسلم نے اندر  
داخل ہونے کی اجازت نہ دی۔ ہر چند اس نے سعی کی مگر کچھ کارگر نہ ہوئی۔ لوگوں نے  
کہا کہ جمعہ تک بہر کرنا چاہیے۔ جب محمد نماز کو جانے لگے تو ملاقات ممکن ہے  
عبداللہ جمعہ کو سہرا کھڑا ہو گیا۔ شیخ نماز کے لیے برآمد ہوا۔ جب سواروں کو کھڑا ہوا  
دیکھا تو دہین ٹھہر گیا۔ عبداللہ سواری سے فوراً اتر پڑا اور شیخ کے سامنے  
اگر سلام کیا۔ شیخ نے پوچھا کہ تو کون ہے اور تیرا کیا کام ہے جواب دیا میرا نام  
عبداللہ طاہر ہے۔ آپ کی زیارت کے لیے حاضر ہوا شیخ نے کہا دو مرتبہ مجھ سے  
کیا کام ہے اور مجھے تجھ سے کیا کہنا ہے۔ یہ کہہ کر اُس کی طرف سے منہ پھیر لیا

اور ایک دیوار پر نظر جمالی۔ عبداللہ نے اُس کے قدم پر سر رکھ دیا اور مناجات کی کہ اگلی یہ مرد تیری رضا کے لیے مجھ گنہگار کو دشمن رکھتا ہے اور میں تیری رضا کے لیے اس بندہ نیک کو دوست رکھتا ہوں اس کی دشمنی کی حرمت اور دوستی کے پاس سے اس بد کو اسکی خدمت میں نیک کر دے۔ ہاتھ نے آواز دی کہ سر اٹھا تیرا گناہ بخشا گیا۔ نظم۔

اگرچہ ماہدان روزگارِ کیم	ولیکن نیکوان را دوست داریم
چہ باشد گردان را در قیامت	بہ نیکان بخشد از راہ عنایت

حکایت ہے کہ ایک بادشاہ کسی درویش کے دیکھنے کو گیا۔ فی الفور درویش سجدہ میں گرا۔ وزیر نے پوچھا کہ یہ سجدہ کس کا ہے۔ اُس نے کہا سجدہ شکر۔ دریافت کیا کس لیے۔ جواب دیا۔ خدا کا میں نے شکر کیا کہ بادشاہ کو میرے پاس لایا اور مجھے اُسکے پاس نہ لے گیا۔ کیونکہ بادشاہوں کا درویش کے پاس آنا عبادت ہے اور درویشوں کا آنکے دربار میں جانا معصیت ہے۔ جب سلطان کو اطاعت حاصل ہوئی اور گناہ مجھ سے سرزد نہ ہوا تو یہ شکر گزار اسی اور سپاس کا محل ہے مثنوی

اگر دم ز درویش پرسی نہ نے	زرعت قدم فوق کرسی ز نے
کسے کا ستعانت بدرویش برد	اگر برفریدون زرد از پیش برد

### تیسواں باب مانت و دیانت کے بیان میں

علمائے دین اور عارفان صاحب یقین نے یوں کہا ہے کہ خصائل حمیدہ میں مانت رکن اعظم ہے اور دیانت اخلاق پسندیدہ اصل محکم ہے۔ ایمان کی بنیاد مانت سے پوری ہوتی ہے جیسا کہ فرمایا ہے۔ لَا اِيْمَانَ لِمَنْ لَا اَمَانَةَ لَهُ اور قواعد شرع کی حفاظت دیانت ہی سے ہے۔ مثنوی۔

شرع کہ بنیاد صیانت نہاد در دولت اریمل دیانت بود	قاعدہ دین بدیانت نہاد از شر و وزخ امانت بود
--	--

ہر کردار و گفتار اور دید و شنید میں ایک حد تک امانت و خیانت ہے اگر اُس میں امانت کا لحاظ نہ رہے تو ضرور خیانت ہوگی۔ اور جو کچھ کہ خدا نے بندہ کو دیا ہے وہ امانت ہے جس میں خیانت جائز نہیں مثلاً آنکھ ایک امانت ہے جس سے آثار قدرت کا مشاہدہ کرتے ہیں اور کان امانت ہے جس سے گفتگو کے حق سنتے ہیں اور زبان ذکر خدا کے لیے امانت ہے۔ ہاتھ خلق خدا کو نفع پہنچانے کے لیے ہے علیٰ ہذا القیاس جب نظر حرام سے کسی کو کوئی دیکھے یا اقوال ناشائستہ سُنے یا بہتان و دروغ باندھے اور ہاتھ آزار کے لیے بڑھائے تو بے شک امانت اکی میں یہ خیانت ہوگی اور خدا کی ممانعت اس بارے میں موجود ہے۔ یا ایہا الذین آمَنُوا لَا تَخُونُوا اللہَ وَتَخُونُوا

لے شدہ زایمان و امانت بری ترس نداری کہ فنائیت ہست	دین تو فایغ ز دیانت گرمی شرم نداری کہ خدائیت ہست
--	---

سلاطین کو امانات کی حفاظت کے بعد ایک دوسری امانت کی حفاظت بھی لازمی ہے یعنی رعایا کے حالات کا ملاحظہ کرنا جو ظالم عالم کی امانت ہے۔ اگر حفاظت میں کمی ہو تو ارکان امانت میں ضرور کمی ہوگی۔ حکما کہتے ہیں کہ اگر بادشاہ ظالم حاکم مقرر کرے یا کسی ہم رعیت پر تمکار اور جبار شخص کو بھیجے تو یہ خیانت کی علامت ہو۔ کیونکہ ضعیفوں اور عاجزوں پر تمکاروں کا قابض بنانا ایسا ہی ہے جیسے بکریوں کو بھیڑیوں کے سپرد کر دینا نظم

تمکارہ گر گیسٹ بادار و گیسر چو بسپردی این گو سپندان بگرگ	رعیت ہمہ گو سپند ب حقیق فتادند اندر بلا سے بزرگ
---	--

دوسرے دیانت کا لحاظ رکھنا لازمی ہے اور دیانت و امانت کی محافظت ایسی ہے جو خدا اور بندے کے درمیان رہے اور کوئی اُس پر مطلع نہ ہو مگر اُس کے اظہار کے بعد قانون دیانت کی حفاظت ہر دو جہان کی سعادت بلکہ خدا کی رضا مندی کا سبب ہے ۵

در دیانت کو شہ تا دنیا و دین گیر و فروغ | بے دیانت را نہ دنیا برادر است نہ دین

دیانت دار آدمی ہمیشہ کریم ہوتا ہے اور سبھوں کے نزدیک عزیز و محترم۔ حکایت ہے کہ نوشیروان کے ابتدائے عہد میں جبکہ اُس کی عدالت کا جھنڈا بلند نہ ہوا تھا اور عیش و عشرت کے بجائے کار رعیت میں مصروف نہ ہوا۔ اُس کے ہمسایہ زمین ایک آدمی کرم میں مشہور تھا اور وہ قانون کی خاطر داری اور رعایت میں معروف و مذکور رہا۔

باحسانش فیقران شاد گشتہ | ز بند احتیاج آزاد گشتہ

خاص و عام کو وہ اپنا مہمان بنا لیتا تھا۔ جب اُس کے کرم و ہمت کی شہرت ہوئی اور نوشیروان نے بھی تعریف سنی تو آستاناً مولیٰ سوداگر دن کے لباس میں اُس کے مکان پر گیا۔ میزبان نے نہ پہچانا اور حسب عادت نہایت تکلف اور احتیاط سے خاطر داری کی اور لوازم ضیافت مہیا کیے اور ایک دالان میں بٹھلایا جسکی کھڑکیوں سے چاروں طرف انگور کے درخت پھلے ہوئے نظر آ رہے تھے۔ میزبان نے اس قدر خاطر داری اور تکلف میں مبالغہ کیا کہ نوشیروان نہایت متعجب ہوا اور مجلس کے اختتام پر کہا کہ اسے خواجہ میں ایک تاجر آدمی ہوں۔ تیرے کرم و بخشش کا شہرہ منکر تصدیق دہ ہوا اور جس قدر سنا تھا اُس سے زیادہ پایا مصرع۔

چون بریدم ہنر چندانی، اب میں جنست ہوتا ہوں جو کچھ کہو تحفہ بھیج دوں۔ میزبان نے کہا کہ آپ کی بدولت یہاں سب کچھ مہیا ہے مگر جب رسم تکلف درمیان سے اٹھ گئی ہے تو میں کہتا ہوں کہ مجھے تازہ انگور کھانے کی طرف نہایت رغبت ہے۔

اگر آپ کے پاس کوئی بارغ ہو تو مجھے تحفہ کچھ بھیج دیجیے گا۔ نوشیروان نے کہا کہ میں تو باغ میں بہ کثرت انگور دیکھ رہا ہوں کیوں نہیں اس میں سے کھاتے۔ میزبان نے جواب دیا ہمارا بادشاہ نہایت ظالم اور امور رعیت کی طرف سے غافل ہے انگور پک گئے ہیں مگر وہ اپنے ملازمین کو تحفہ کے لیے نہیں بھیجتا۔ لوگ تو بغیر سرکاری معائنہ کے کھاتے ہیں۔ مگر میں خروم ہوں کیونکہ بادشاہ کا حق اس بارغ میں ہے۔ اور ابھی تک تحفہ نہیں ہوا۔ اگر میں کھاؤں تو خیانت ہوتی ہے اور میرے مذہب میں خیانت عمام ہے جب پھل آجاتے ہیں تو باغ کو میں تحیر دیتا ہوں اور کسی کو آسنے نہیں دیتا۔ جب تک کہ بادشاہ عشر حصول نہ لے نوشیروان یہ سنکر رو پڑا اور کہا کہ وہ غافل بادشاہ میں ہی ہوں اور تیری دیانت کی وجہ سے میں بیدار ہوا۔ پس راہ انصاف اختیار کی اور اس مرد کو معزز و معظم کیا۔ قطعہ

از دیانت کارے یا بد نظام	وزاانت مرد کامل سے شود
بے تکلف از تدین خلق را	دولت دارین حاصل سے شود

بیان ہے کہ امیر بلخ کا بیٹا ایک دن سیر و تفریح کے لیے باہر گیا تھا۔ ایک جگہ پرست چار دیواری نظر پڑی اور دیکھا کہ ایک بوڑھا کمر میں زنا رہا ہوا ہے۔ پودوں کو لگا رہا ہے۔ امیر زادہ نے کہا کہ بے پیر مرد جب، تو ان درختوں کے میوے نہ کھائے گا تو کیوں اُنھیں لگا رہا ہے۔ پیر مرد نے جواب دیا دوسرے بولتے ہیں اور میں کھاتا ہوں۔ اس لیے میں بوتا ہوں تاکہ دوسرے کھائیں اور ممکن ہے کہ میں بھی کھا سکوں امیر زادہ ایک معزز نوجوان تھا اطلاق کی سو گنت کہانی کہ تو اس باغ سے میوہ نہ کھانا۔ یہ کہہ کر چلا گیا۔ پیر مرد نے لوگوں سے دریافت کیا کہ یہ کون نوجوان تھا معلوم ہوا کہ امیر بلخ کا بیٹا تھا ایک مدت کے بعد امیر زادہ پھر

اُسی طرف سیر و تماشا کے لیے آنکلا اور اپنی جماعت کے ساتھ ایک دکنشا اور  
پرنضا باغ میں آیا۔ نظم

درختانش ہمسہ بالا کشیدہ	برایشان میوہ ہاے خوش رسید
زبالاے درختان سرافراز	نواخوان گشتہ مرغان خوش آواز

امیر زادہ کو یہ باغ نہایت پسند آیا اور مرکب سے وہیں اتر پڑا۔ ایک زنا رہنہ پیر مرد  
باغ میں پھر رہا تھا۔ مگر دونوں نے ایک دوسرے کو پہچانا۔ پیر مرد کچھ میوے توڑ کر  
امیر زادہ کے رو بہ ولایا۔ اُس نے کھانا شروع کیا اور پھوڑا سا کھانے کو میوہ پیر مرد  
کو بھی دیا۔ اُس نے نہ کھایا اور ایک ملازم کو دے دیا۔ امیر زادہ نے نہ کھانے کی  
وجہ پوچھی۔ پیر مرد نے جواب دیا کہ جب میں ان درختوں کو لگا رہا تھا تو امیر ملخ کا بیٹا  
یہاں آیا اور مجھے اس فعل پر سرزنش کی کہ لب گو رہو مگر ان درختوں کو لگتا ہے  
کہ چند سال کے بعد دوسرے لوگ اس کے پھل کھائیں گے۔ میں نے اُسکی بات  
کا جواب دیا اور اُس نے طلاق کی سوگند کھائی اور مجھے پھل کھانے سے منع کیا۔  
میں اس سوگند کی حرمت سے کہ شاید وہ کتھا ہو پھل نہیں کھاتا تا کہ طلاق نہ واقع  
ہو اور عمدہ دیانت سے میں باہر ہو سکوں۔

جوان نے کہا کہ اے پیر مرد وہ امیر زادہ میں ہی ہوں اور سوگند میں ہی نے  
کھائی تھی۔ اس تیری دیانت پر میں نے تجھے اپنی وزارت سپرد کی۔ اب سے کوئی  
کام بغیر تیرے مشورہ کے نہ کروں گا۔ پیر مرد نے کچھ دیر تامل کیا۔ پھر سر اٹھا کر کہا  
کہ میں اس خدمت کو قبول کرتا ہوں۔ لیکن بادشاہ مسلمان اور دوزیر گبر جاؤ نہیں  
پس اُس نے زباناں توڑ کر چھینک دی اور کلمہ شہادت پڑھا اور دیانت کی برکت سے اسلام  
کی دولت پائی۔

اگر علو قدر خواہی از دیانت رخ تاب | با تو گفتم گفتنی واللہ اعلم بالصواب



## پچوبیسواں باب وفائے عہد کے بیان میں

صاحب کمال جو ان دونوں کا کام وفا ہے اور حسن عہد بزرگان ستودہ صفات کی خصلت ہے جس عہد و پیمان کا رضائے خال وفا سے آرائش پائے اُس کے دام محبت سے مرغ دل گردن نہیں اٹھا سکتا حق سبحانہ تعالیٰ نے فرمایا ہے یا ایہا الذین آمنوا اوفوا بالعقود۔ دوسری جگہ فرماتا ہے۔ اوفوا بعہدی اوفوا بعہدکم۔ اور حدیث میں آیا ہے۔ لا ینزل من السماء عہد۔ ۵

خدیجی از عہد پسندیدہ تر

نہایت بر مردم صاحب نظر

ایک دن حضرت اسماعیل علیہ السلام اپنے کسی دوست کے ہمراہ اُس کے مکان تک گئے۔ اُس نے آپ سے کہا کہ یہاں آپ ٹھہر جائیے۔ میں گھر کا کام کر کے واپس آتا ہوں۔ آپ نے وعدہ کیا اور وہیں بیٹھ گئے۔ اُس آدمی کو گھر میں کوئی بڑا کام پیش آیا اور حضرت اسماعیلؑ کے وعدہ کو بھول کر کام میں مشغول ہو گیا کسی دوسرے راستے سے کام کے لیے وہ باہر بھی گیا۔ آخر تین دن کے بعد آپ کے پاس گزرا اور دیکھا کہ آپ اُسی مقام پر تشریف فرما ہیں۔ اُس نے پوچھا کہ آپ کیوں یہاں بیٹھے ہوئے ہیں۔ آپ نے جواب دیا کہ تم سے چونکہ میں وعدہ کر چکا تھا اس لیے تمہارے انتظار میں بیٹھا ہوں۔ اُس نے کہا جب میں نہ آیا تو آپ چلے کیوں نہ گئے۔ آپ نے فرمایا کہ میں وعدہ کے خلاف کرنا جائز نہیں رکھتا۔ اگر مدتوں تم نہ آتے تو میں یہیں بیٹھا نہ رہتا اور اس جگہ سے کہیں نہ ملتا بیشک حق سبحانہ تعالیٰ نے اپنے کلام میں اسی قسم کے اوصاف کی تعریف کی ہے اِنَّ کَانَ صَادِقَ الْوَعْدِ ۵

از ہر چہ گمان ہی فزون آید مرد

از عہد عہد اگر برون آید مرد

جب کہ بندگان خدا کے ساتھ وفائے عہد پسندیدہ ہے تو خدائی وعدوں کا  
 وفا کرنا کس قدر پسندیدہ نہ ہوگا۔ حکایات الصالحین میں بیان ہے کہ ایک  
 خواجہ کے پاس کوئی پارسا اور خدا ترس ملازم تھا ناگاہ خواجہ بیمار ہوا اُس نے  
 خدا سے عہد کیا کہ اگر میں اس بیماری سے نجات پاؤں تو اس غلام کو آزاد کر دوں گا  
 حق سبحانہ نے اُسے شفا بخشی۔ چونکہ خواجہ کا دل غلام سے لگا ہوا تھا اس لیے  
 اُس نے حسب وعدہ آزاد نہ کیا اور پھر بیمار ہو گیا۔ غلام کو حکیم کے بلانے کے واسطے  
 بھیجا۔ تھوڑی دیر کے بعد غلام تنہا واپس آیا اُس کے آقائے پوچھا کہ طبیب کہاں  
 ہے۔ اُس نے جواب دیا کہ طبیب کہتا ہے کہ چونکہ خواجہ میری ہدایات پر عمل نہیں  
 کرتا۔ اس لیے میں اُس کا علاج نہ کروں گا۔ خواجہ متنبہ ہوا اور کہا کہ اے غلام  
 طبیب سے کہہ کہ میں مخالفت سے باز آیا اور نقص عہد سے توبہ کرتا ہوں مصروع  
 گر سر برو داند سر ہویاں نرم۔ غلام نے کہا اے خواجہ طبیب کہتا ہے کہ اگر تو وفا  
 کرتا ہے تو میں بھی تجھے شفا دیتا ہوں۔ خواجہ نے غلام کو آزاد کر دیا اور فی الفور شفایاب  
 ہوا۔ ۵

اگر بعد محبت وفا کنی با حق	دروے لطف و کرامت وفا کنند با تو
----------------------------	---------------------------------

حکایت ہے کہ کسی بادشاہ کو ایک سخت مہم پیش ہوئی۔ اُس نے عہد کیا کہ اگر  
 حسب دلخواہ کام خدا نے پورا کر دیا تو خزانہ میں جس قدر روپیہ ہے سب فقر کو تقسیم  
 کر دوں گا حق سبحانہ نے جلد تر حسب منشا مہم کو پورا کر دیا اور بادشاہ نے ارادہ  
 کیا کہ وفائے عہد کرے۔ خزانچی کو طلب کیا اور فرمایا کہ خزانہ میں جس قدر روپیہ ہے  
 اُس کا شمار کرو۔ بعد اُس کے کل مال لکھوا لیا۔ امرا اور ارکان دولت نے عرض  
 کیا کہ اے بادشاہ خزانہ فقرا و مساکین پر نہ تقسیم کرنا چاہیے ورنہ لشکر بے توانا  
 ہو جائے گا۔ اُس نے جواب دیا کہ مگر میں اسے تقسیم کرنے کا عہد کر چکا ہوں کہ

اہل استحقاق کو دون گا۔ ارکان دولت نے کہا کہ علما کہتے ہیں کہ ملازمین ہی بھی بحکم والعا ملین علیہا۔ جملہ اہل استحقاق میں سے ہیں۔ بادشاہ اس بارے میں نہایت متحیر ہوا اور غم میں بیٹھا ہوا تھا۔ ناگاہ سامنے سے ایک دیوانہ گذرا حکم دیا کہ اسے حاضر کرو تا کہ میں اس سے مشورہ کروں آخر کار دیوانہ سلمے حاضر ہوا۔ بادشاہ نے کہا کہ اے دیوانہ میں نے خدا کے ساتھ عہد کیا تھا کہ جب میرا کام ہو جائے تو جس قدر کہ نقد رکھتا ہوں اُس کی راہ میں تصدق کروں گا چنانچہ وہ مہم پوری ہو گئی اور مال و نقد بکثرت ہے۔ ارکان دولت اُسکے خرچ کرنے پر راضی نہیں ہیں اور علما سپاہیوں کو سختی ثابت کرتے ہیں۔ اس باب میں تیری کیا رائے ہے۔ دیوانہ نے کہا کہ اے بادشاہ جس وقت تو نے عہد کیا تھا کہ درویشوں کو مال دون گا تو سپاہیوں کا خیال دل میں گزرا تھا یا نہیں۔ بادشاہ نے جواب دیا کہ نہیں انھیں گد اگر دن اور فقر کا خیال تھا۔ اُس نے کہا پس جبکا خیال تھا۔ انھیں کو دو۔ کسی امیر نے دیوانہ سے کہا کہ مال بکثرت ہے اگر سب خرچ ہو تو سپاہی کیا کریں گے۔ دیوانہ نے اُسے گھور کر دیکھا اور بادشاہ کی جانب متوجہ ہو کر کہا کہ اے بادشاہ جس سے تو نے عہد کیا ہے۔ دوسری بار اُس سے کچھ کام متعلق ہو گا یا نہیں اگر ہو تو وفا سے عہد کر اور اگر تو اُس کا محتاج نہ ہو تو جو میں آئے وہ کر۔ بادشاہ یہ سن کر رویا اور فقر و دسا کین پر مال تقسیم کرنے کا حکم دیا نظم

چو محتاج خواہی شد آہستہ بدو	مساب از وفاداری خویش رو
کسانے کہ فرمانزد و آگشتہ اند	مکر م ز حسن وفا گشتہ اند
وفاداری آئین شاہنشہی ست	غم عہد خور دن ز کار آگہی ست

جس قدر حسن عہد سلاطین کے لیے زیبا ہے اُس قدر کسی کو بھی نہیں کیونکہ انکی باتیں ہر ایک کے قانون تک پہنچتی ہیں۔ اور ہر ایک مجلس و مجمع میں انکے

حالات کا تذکرہ کیا جاتا ہے اور تمام خلقت انکے عہد و پیمان پر اطلاع پاتی ہے اور جب وہ اپنے عہد کو پورا نہ کریں تو دوست و دشمن کو ان پر اعتماد نہ رہے گا ہوشنگ کے وصیت نامہ میں مذکور ہے کہ اسے فرزند نقض عہد اور خلاف وعدہ سے اجتناب کر کیونکہ اس کا خراب نتیجہ بہت جلد مل جاتا ہے۔

تانشومی عہد شکن جہد کن

وصیت وفادار عہد کن

جملہ لوازم سلطنت سے بادشاہ کے لیے ایک یہ بھی ہے کہ عہد سلطنت کے عہدہ سے باہر آئے۔ حکایت ہے کہ افراسیاب ظالمون کے حالات اور مظلوموں کی کیفیت کے دریافت کرنے میں بڑی محنت کرتا تھا ایک دن بجلیس امر نے کہا کہ آپ اس باب میں محنت کرتے ہیں اور سیر و تفریح سے باز رہتے ہیں افراسیاب نے جواب دیا کہ میں اپنے وعدہ کے خلاف نہیں کرنا چاہتا۔ انھوں نے کہا کہ ہم نے کسی وعدہ کا ذکر آپ سے نہیں سنا۔ افراسیاب نے جواب دیا کہ حکومت بذات خود ایک وعدہ ہے۔ بادشاہ کو لازم ہے کہ اس وعدہ کو پورا کرے اور ایسا وعدہ یہ ہے کہ مظلوموں کا انصاف کرے، ظالموں سے بچائے جو شخص اس طریقہ پر نہ چلے گا وہ خلاف وعدہ کا مرتکب ہوگا۔ مصرع خلاف وعدہ نیاید ز اہل دین دیکھ کسی بادشاہ نے ایک حکیم سے پوچھا کہ کونسی صفت مرد کو عزیز بناتی ہے۔ جواب دیا ایسا وعدہ حسن عہد کے فضائل میں سے ایک یہ ہے کہ بقائے عالم اسی سے وابستہ ہے کیونکہ ہمارا عالم سلطنت پر ہے اور سلطنت کا مدار لشکر پر ہے۔ اور شاہان عالم خزانہ کو فوج و خدم و حشم پر اس امید سے خرچ کرتے ہیں کہ دشمن کی چڑھائی کے وقت وفائے عہد کریں۔ اگر رسم وفا دینا سے اٹھ جائے تو سپاہیوں پر کسی کا اعتماد باقی نہ رہے اور ارکان ملک میں خلل واقع ہو۔ دوسرے معاملات تجارت و زراعت میں بہ کثرت عقود و عہود ہوتے رہتے

ہیں اگر وہ پورے نہ کیے جائیں تو دنیا کا نظم و نسق پر گندہ ہو جائے۔ لہذا طریق وفا سے منہ موڑنا چاہیے اور وفاداروں کی صحبت میں رہنا چاہیے۔

جان ہدف تیرے بلایت کند دوستی حسان زگرائے بود ہیچ نیرزد جو وفا دار نیست لیک وفادار نیاید کسے دامن ابگر سرکز اہل وفاست	سپیل کسے کن کہ وفایت کند بہر چنین دوست کہ جائے بود جان کہ از وہ بجهان یار نیست یار تو ان یافت بگیتی ہے صحبت آن کن کہ بصدق و وفاست
--	---

ملک خراسان کی تاریخ میں مذکور ہے کہ جس وقت یعقوب لیث نیشاپور پہنچا محمد طاہر ولان کا حاکم تھا جو یعقوب سے باغی ہو گیا۔ اُسے شہر کا محاصرہ کر لیا۔ محمد طاہر کے ارکان دولت نے پوشیدہ طور پر یعقوب کے پاس انھماں خلوص میں خطوط لکھے مگر ابراہیم دربان نے نہ خود کوئی تحریر لکھی نہ کسی کی تحریر یعقوب تک پہنچنے دی۔

جب یعقوب نے نیشاپور لے لیا اور رعایا و ارکان دولت کو اپنے قبضہ میں کر لیا تو ابراہیم کو طلب کیا اور کہا کیا وجہ تھی کہ میرے ہوا خواہوں نے تیرے ذریعہ سے خطوط بھیجے مگر تو نے اُنکے ساتھ موافقت نہ کی۔

ابراہیم نے جواب دیا کہ اے بادشاہ مجھے پہلے سے تیری شناسائی نہ تھی کہ اُس کی وجہ سے عہد کی تجدید کرتا۔ محمد طاہر سے بھی مجھے کچھ شکایت نہیں ہے جسکی وجہ سے مخالفت پر آمادہ ہوتا۔ نہ خود اس بات کو گوارا کر سکا کہ انعام و پردیش کے حقوق بظرف کر دیاں اور عہد و پیمان کو توڑ ڈالوں۔

من نہ آم کہ سر از خط و نسا بروام  
گر چہ سازند جدا چون قلم بند ز بند

یعقوب نے کہا کہ تو اس لائق ہے کہ تیری پرورش کی جائے اور تیرے طریقہ کی پیروی کی جائے مصرع آفرین باد برین ہمت مروانہ تو۔

پس اُسکو اپنے خاص مصاحبین میں داخل کر لیا اور جن لوگوں نے اپنے مالک سے نفاق بڑھا تھا۔ انواع انواع سزاؤں سے انھیں ہلاک کر دیا قطعہ

کسے کہ حق نہ شناسد از و امید مبر	کسے کہ نیست وفایش بد کن پیوند
ز حسن عہد بعالم اگر علم گردے	لوے رفعت تو بگذرد ز چرخ بلند

پچیسواں باب صدق کے بیان میں

راستی اور راستکاری برکت اور غلصی کا سبب ہے۔ قطعہ

راستان رستہ اندر دوزخ شمار	جد کن تا ازان شمار شوی
اندرین رستہ راستکاری کن	تا دوران رستہ رستگار شوی

بزرگوں نے کہا ہے کہ میدان سخن کذب سے کشادہ تر ہے۔ چمن سخن میں گل صدق سے متنع اٹھانا چاہیے اور نفس ناطقہ کو گلہ ستہ دروغ نہ بنانا چاہیے قطعہ

زبان پاک را حیض بہت بسیار	کہ از لوث دروغ آلودہ سازی
اگر پابندی از وہ صدق	سر از گردون گردان بر سر ازی

بزرگان دین میں سے کسی نے کہا ہے کہ اس صورت میں بھی کہ جھوٹ بولنے سے عذاب کا خوف اور راستی سے امید ثواب نہ ہو۔ تو بھی عاقل کو چاہیے کہ جھوٹ سے احتراز کرے اور راستی کی طرف مائل ہو کیونکہ دروغ گوئی آدمی کو خوار اور بے عزت کر دیتی ہے ۵

از گنجی افشایم و کا ستے	از ہمت غم رستی اگر راستے
-------------------------	--------------------------

حکایت ہے کہ خلیفہ ستر شد نے وصیت نامہ میں اپنے بیٹے کو لکھا تھا کہ اگر

تو چاہے کہ لوگ تجھے ڈرین تو جھوٹ نہ بولنا کیونکہ دروغ گو آدمی اگرچہ ہزاروں حفاظت کے لیے اپنے ارد گرد رکھے مگر بے رعب و داب ہوتا ہے یعنی اگر ہزار تیغ برہنہ بھی ہو اور شمشیر زبان جو ہر صدق سے خالی ہو تو کسی آدمی کے نزدیک اسکی کچھ وقعت نہیں ہوتی۔ مثنوی

تو درکار خود راستی بر بکار	کہ ہم رستہ گردی وہم رستگار
بو و گرچہ مردم بسے کج خرام	با حسنہ شود راستان را غلام
اگر چند باشد کمان سخت گیر	با حسنہ تو اضع کند پیش تیر

حکایت ہے کہ حجاج ظالم ایک جماعت کو سزا دے رہا تھا۔ انہیں سے ایک نے کہا کہ اے امیر مجھے قتل نہ کر کیونکہ میں نے اپنا حق تجھے ثابت کر دیا ہے۔ حجاج نے پوچھا کہ تجھے تیرا کیا حق ہے قیدی نے جواب دیا کہ فلاں دشمن تیرے بارے میں گستاخانہ باتیں کر رہا تھا مگر میں نے اُسے منع کیا اور دشنام سے باز رکھا۔ حجاج نے پوچھا کوئی گواہ بھی ہے۔ قیدی نے کہا ہاں اور ایک شخص کی طرف اشارہ کیا جو اُسی کے ساتھ قید تھا۔ اُس نے کہا بے شک یہ سچ کہتا ہے۔ میں نے خود دُعا کہ فلاں شخص کو غیبت سے اسے روکا۔ حجاج نے پوچھا کہ تو نے کیوں نہ منع کیا اُس نے جواب دیا تو میرا دشمن ہے۔ تیری رعایت مجھے واجب نہ تھی۔ حجاج نے دونوں کو چھوڑ دیا۔ ایک کو بوجہ اُس کے حق کے اور دوسرے کو بوجہ اسکی صداقت کے۔ اور یہی لوگوں میں مشہور ہوئی۔ اِنْ كَانَ الْكَذِبُ نَجِيًّا فَالْحَقُّ اِنْجِي۔ مثنوی۔

راستی آنجا کہ علم برزند	یا ری حق دست بہم برزند
راستی خویش نہاں کس نہ کرد	بر سخن راست زبان کس نہ کرد
راستی آور کہ شوی رستگار	راستی از تو طاعت از کردگار

نامہ گفتار تو باشد خداے	چون بر سخن راستی آکرے بجائے
اور جس طرح کہ گزب آبرو کو در کردیتا ہے ویسا ہی ہنسی مذاق کو و لعب بھی مسقط آبرو ہے خصوصاً اگر باب اختیار کے لیے کہ انکی مزاح سے ملازمین دیس ہو جاتے ہیں اور انکی وقعت اُنکے دلوں سے جاتی رہتی ہے اور ممکن ہے کہ جب کسی سے مذاق کریں تو دل میں نہ کینہ رکھے اور موقع پا کر کبھی انتقام کا درپے ہو اور اس صورت میں فتنہ و فساد کی زیادتی ہوگی روشنائی نامہ میں مذکور ہر نظم	
مگر شاہی بردہ زل آبرویت	مگر شاہی بردہ زل آبرویت
دوسرے یہ کہ با اختیار لوگوں کو غیبت سے ضرور احتراز کرنا چاہیے۔ کیونکہ اُنکے لیے یہ آسان بات ہے کہ جس کی غیبت جس کے سامنے کرنا چاہیں بالمشافہہ کر سکتے ہیں نہ خود کو اہل غیبت میں شمار کرنا چاہیے نہ اپنے ملازمین کو کیونکہ غیبت کے بے انتہا دینی و دنیاوی نقصانات ہیں نظم	
زائد غیبت برود آبروے	غیبت کس تا بتوائی مگوے
سا تو ہم انباز نباشی دران	گوش منہ بر لب غیبت گران
چھبیسواں باب حاجت روائی کے بیان میں	
جو شخص چاہے کہ اُسکی حاجتیں بارگاہ خداوندی سے پوری ہوں تو اُسے چاہیے کہ حاجات خلق کو پورا کرے حدیث میں آیا ہے کہ حق سبحانہ تعالیٰ اُن لوگوں کی مدد کرتا ہے جو بندگان خدا کی مدد کرتے ہیں ۵	
اگر توقع بخشا شس خدا دارے	زردے لطف و کرم پر شکستگان بخشاے



اخبار میں آیا ہے کہ جو شخص انعام ربانی اور افضال سبحانی کو اپنے لیے زیادہ کرنا چاہے تو بہ کثرت محتاجوں اور عاجزوں کے حقوق کی ادائیگی اپنے ذمہ لے لے کیونکہ حاجتمندوں کے فائدہ کا بند کرنا مقدار نعمت پر منحصر ہے جس قدر با اقتدار صاحبوں کو دولت زیادہ ملے اسی قدر منوعا و محتاجوں کی حاجت روائی کرنی چاہیے لہذا ہر ایک با عظمت اور صاحب دولت اصحاب پر فرض ہے کہ در ماندگان کے تحفیف مصائب میں کوتاہی نہ کریں اور اپنی قدرت و اقبال کو غنیمت جان کر اہل حاجت کی مراد برالائین قطعہ

ایسے خلق روا کن بکرمت کہ توفیق	مقررست کہ باغ و امید ہاداری
بدہ مراد فقیران بطلعت تابیدہ	مراد پاک تو از حضرت خدا داری

حدیث میں آیا ہے کہ مومنوں کے دنوں کو خوش کرنا آدمیوں اور جنوں کے عمل کے برابر ہے پس سلطنت کی شرط یہ ہے کہ ہر وقت محتاجوں کے حاجات کا منتظر ہو اور ان کے دنوں کو حاجت روائی سے خوش کرے تاکہ باین عظمت و شان اسکا ثواب بھی فوت نہ ہو۔

اسکندروالقرنین ایک دن رات تک مجلس حکومت میں بیٹھا رہا جب برسات کا وقت قریب آیا تو کسی مجلس سے کہا کہ میں آج کو اپنے حساب عمر میں شمار کرتا ہوں اُسے کہا جو دن فراغت و صحت سے گزرے اور سلامت و کرامت سے شب بخیر ہو اور مہات سلطنت حسب مرام فیصل ہوں خزانہ معمور ہو اور ملکات کا عمل تو اگر اُس دن کو بادشاہ عمر میں نہ شمار کرے تو اور کون دن اس قابل نظر آئے گا اسکندرنے کہا کہ جس دن بادشاہ کی طرف سے کسی مظلوم کو راحت نہ پہونچے اور کسی محروم کی حاجت روائی نہ ہو تو کس طرح اُسے عمر میں شمار کیا جاسکتا ہے۔ قطعہ

زعم آن قدر بیش باید بکار وزان زندگانی چه حاصل بود	که در نفع حلق خدا بگذرد که در کار نفس و ہوا بگذرد
<p>حکایت ہے کہ بادشاہ چین نے اسکندر سے پوچھا کہ سلطنت کی لذت کس چیز میں آپ نے پائی اُسے کہا تین چیزوں میں اول دشمنوں کو مغلوب کرنے میں دوم دوستوں اور ہوا خواہوں کو سرفراز کرنے میں سوم محتاجوں کی حاجت روائی کرنے میں۔ اس کے علاوہ جولذت ہو وہ بے اعتبار ہے۔ نظم</p>	
ہمین بس ز شاہی و فرماندہی دوم دوستان را بود و لنوار سوم حاجت مرد امیدوار از ایشان کسے گوی دولت بود	کہ از دشمنان ملک سازد تھی رعایای خود را کند سرفراز بر اندنگرد دانش شرمسار کہ در بند آسایش خلق بود
<p>ستائیسوان باب آہستگی اور تامل کے بیان میں</p>	
<p>اس خبر کے مطابق کہ۔ اتانی من الرحمن والعجلۃ من الشیطن، کاموں میں آہستگی اور تامل رحمن کی طرف منسوب کرتا ہے۔ اور تعجیل و تشاب کاری شیطان کی طرف آہستگی ہر کام کو آراستہ کرتی ہے اور عجلت سے ہر کام بگڑ جاتا ہے بصورت اول غالب پہلویہ ہے کہ کام حسب دلخواہ پورا ہوا اور جس کام میں کہ تیزی اور جلدی کی جائے اکثر مقصد فوت ہو جاتا ہے اور ممکن ہے کہ وبال عقبی اور خجالت دنیا کا سبب ہو۔ نظم</p>	
آہستگی کا عالم برآر چراغ ارگرمی نیفر و ختہ فکیب آور دہندگان را کلید	کہ در کار گرمی نیاید بکار نہ خود را نہ پروانہ را سوختی شکیمندہ را کس پشیمان ندید

حکایت ہے کہ پرویز نے اپنے بیٹے کو نصیحت کی کہ جس طرح تو رعیت پر حاکم ہے اسی طرح تجھے عقل حاکم ہے اگر رعایا کو فرمانبردار رکھنا چاہے تو تو بھی عقل کا فرمانبردار رہ اور ہر کام میں حاکم عقل سے مشورہ کر خصوصاً ایسے معاملات میں جن سے لوگوں کا نقصان یا آفات مال کا اندیشہ ہو۔ نظم

بگذرا ز طریق استعجال  
بر مراوات دل رسدنا چار

بے تامل مباش در ہمہ حال  
ہر کہ دارد تانے اندر کار

ہوشنگ کی وصیتوں میں مذکور ہے کہ معاملات ملک داری میں بوقت قصاصے قول لیکن من العدل سرعتہ، جلد بازی نہ کرنی چاہیے اور غیظ و غضب کی حالت میں نفس کو غالب نہ رکھنا چاہیے بلکہ از سر نو انجام پر غور کرنا چاہیے مبادا بعد از وقوع پیشمانی ہو اور نہ امت سے کچھ فائدہ پھر حاصل نہ ہو۔ نظم

ز راہ تانی عنان بر تباب  
دلے کشتہ نتوان بر انگشتن

مکن در امور سیاسی شتاب  
کہ صد خون بیکدم تو ان بخفتن

جلد بازی مثل ایک تیر کے ہے جو کمان سے نکل کر واپس نہیں آسکتا اور اسکی شمشیر ہے جو باقہ میں ہے اگر چاہو اُس سے کام لو ورنہ کچھ ضرر نہیں پہونچائی اور اس میں کسی وقت اہل حکومت کو خفت نہیں حاصل ہو سکتی جس طرح کہ حالت غضب میں ہونا ممکن ہے۔ پس ایسے وقت میں لازم ہے کہ حکم دینے سے باز رہے اور انجام کو دیکھے حکایت ہے کہ اردشیر بابک نے تین رقعہ لکھو کر ایک غلام کے سپرد کر دیا اور حکم دیا کہ جس وقت مجلس حکم میں کسی پر میرا راج متغیر ہوا اور غیظ و غضب کے آثار مجھ پر ظاہر ہوں تو پہلے اس کے کہ میں کوئی حکم دوں ایک رقعہ پیش کرنا اگر دیکھنا کہ آتش خشم فرو نہیں ہوتی تو دوسرا رقعہ پھر تیسرا رقعہ دینا۔ پہلے رقعہ کا مضمون یہ تھا کہ تامل کرو اور نفس اتارہ کی عنان میں

اپنا ارادہ نہ دے کہ تو ایک عاجز مخلوق ہے اور ایک قوی خالق موجود ہے جس نے تجھے پیدا کیا۔ دوسرے رقعہ کا یہ مضمون تھا کہ آہستگی عمل میں لاکو نہ کہ زبردست لوگ حضرت پروردگار کی ودیعت ہیں۔ جلد بازی سے کام نہ کر اور مغلوبوں پر رحم کر تاکہ اس سے عوصن میں جو غالب ہے تجھے رحم کرے۔ تیسرے میں لکھا تھا کہ جو حکم دینا چاہے اُس میں شرع سے تجاوز نہ کر اور انعام کو ہاتھ سے نہ دے

### مثنوی

کس نتوان باز کشیدن عنان  
راست بود حکم تو با حکم حق

تو سن خود ند مسازی چنان  
حکم چنان کن کہ ز روی نشنق

تو ایخ میں لکھا ہے کہ جب احمد سامانی نے وفات پائی تو اُس کا بیٹا نصر اٹھ برس کا تھا۔ ارکان دولت نے اُسے تخت نشین کیا اور خود احکام نافذ کرتے تھے۔ جب نصر سن رشد کو پہنچا تو حکومت کو اپنے قبضہ اختیار میں کیا اور اپنے باپ کی ملکات پر تصرف ہوا۔ طرح طرح کے فضائل و مناقب اُسے حاصل تھے لیکن کم عمری اور عدم تجربہ کے باعث زود خشم تھا اور بے تامل حکم دیتا تھا اور معمولی قصور پر سخت سزائیں دیتا تھا۔ ایک دن اُس نے اپنے وزیر سے پوچھا کہ اگر مجھ میں کچھ عیب ہو تو بیان کر و تاکہ میں اُس کا تدارک کروں۔ اُس نے عرض کیا کہ بھگواند شاہ والاتبار میں ہر قسم کی خوبیاں ہیں اور عام و خاص کے فائدہ پر ہر حکم مبنی ہوتا ہے۔ لیکن اس خوان کرم پر نمک کی کچھ کمی ہے اور بغیر نمک کے کوئی کھانا لذیذ نہیں ہو سکتا۔ نصر نے پوچھا کہ وہ نمک کیا ہے۔ وزیر نے جواب دیا خوان حکومت کا نمک بردباری اور آہستگی ہے اور اس خوان کو غارت کرنے والا غیظ و غضب اور تیزی ہے۔ امیر نصر نے کہا یہ مجھے معلوم ہے کہ یہ عیب مجھ میں موجود ہے لیکن چونکہ اس کا خوگر ہو گیا ہوں لہذا اسکے تدارک

کی کوئی تدبیر بتاؤ۔ وزیر نے کہا کہ حکم نافذ کرتے وقت آپ اس کا لحاظ رکھیں کہ تامل سے  
 ہو نہ کہ جلد بازی سے اور آپ کی خدمت میں پاکیزہ اخلاق کے بزرگ صحبت رکھیں  
 تاکہ بوقت غیظ و غضب وہ سفارش کر سکیں۔ اس طرح یہ عادت پڑ سکتی ہے  
 امیر نے بزرگان ملک کو طلب کر کے اپنا مقرب بنایا اور حکم دیا جو حکم کسی مجرم کے  
 لیے مین نافذ کر دے وہ تین دن تک ملتوی رہے اور تین بار پھر میرے سامنے  
 پیش کرو اور جس کی سزا کا مین حکم دوں سو بید سے کم مارنا اور اپنے بھجلیسوں  
 کو اجازت دی کہ اگر کوئی گنہگار معافی کا مستحق ہو تو تم بوجہ حسن اسکی سفارش  
 کرو۔ جب امور حکومت ان قواعد پر جاری ہوئے تو پتھر سے ہی زمانہ میں دبدبہ  
 عدالت اور شان حکومت کا غلغلہ اطراف جہان میں پھیل گیا۔ مثنوی

آہستگی کو شش چون شیر نہ  
 کہ درزہ خطر با ست این بشیر  
 شتابندگی کن نہ آہستگی

تو شاہی چو شاہین مشو تیز بہ  
 عنان کشن وان اسپانڈیشہ را  
 بکاری کہ غم را دہی بستگی

اٹھا ایسوان باب مشاورت اور تدبیر کے بیان میں

حق سبحانہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حکم دیا ہے۔ و مشاور ہم  
 فی الامر، یعنی اپنے اصحاب سے ہر کام میں مشورہ کرو۔ بزرگوں نے کہا ہے کہ  
 حضرت پیغمبرؐ باوجودیکہ تمام مخلوق سے دانا تر تھے اور وحی الہی سے مدد پاتے تھے  
 پھر بھی حق تعالیٰ نے مشاورت کا حکم دیا تاکہ بعد آپ کے امت میں ایک طریقہ  
 کی بنیاد پڑے کیونکہ مشاورت میں بکثرت فوائد ہیں۔ ایک یہ ہے کہ مشورہ کاموں  
 کو صلاح و راستی سے نزدیک کرتا ہے۔ دوسرے یہ کہ اگر کوئی شخص بغیر مشورہ کے  
 کام کرے اور اس کام کا اچھا نتیجہ نہ ہو تو طعن و تشنیع کی زبان دراز ہوتی ہے

بخلاف اسکے اگر مشورہ سے وہ کام کرے تو بے نتیجہ ہونے کی حالت میں وہ معذور سمجھا جائے گا تیسرے یہ کہ ایک آدمی کا ذہن کسی امر کے ہر پہلو پر منتقل نہیں ہو سکتا جب ایک جماعت ہوگی تو ہر ایک کچھ نہ کچھ سوچے گا۔ اس طرح جو اسے ٹھیک ہوگی وہ ظاہر ہو جائے گی پس اہل اختیار اصحاب کے لیے لازمی بات ہے کہ حسب مقتضایا اصحاب مع ترک المشورۃ ہر کام میں جو پیش آئے عقلا سے بغیر مشورہ کیے ہوئے شروع نہ کریں اور مشورت کو حل مشکلات میں حاکم سمجھیں اور یقین کریں کہ اتنی عقلیں ایک عقل سے زیادہ فائدہ مند ہوتی ہیں۔ غنوی

مگر مذہب عقل راجحادی  
کہ رایان خیر حکمن الواحد

وہ مشورت را چیرا بستہ  
نہ ارباب حکمت چنین گفته اند

اس کا لحاظ چاہیے کہ مشورہ اہل حکمت اور با تجربہ لوگوں سے ہو کیونکہ اس گروہ کی تدبیریں نہایت صائب ہوتی ہیں اور تدبیر صائب کی پیروی کرنا واجب ہے بہرام گور نے اپنے بیٹے کو وصیت کی کہ امور مملکت میں مشاورت سے کام کرنا کیونکہ تدبیر باصواب مثل ایک شکار کے ہے جو ایک آدمی کے ہاتھ میں نہیں آتا اور اگر ایک جماعت ہو تو اُنسے بکھر نہیں جاسکتا اور ہر سخت تر مادہ کا تدبیر سے مقابلہ کرنا اور دوسری چیز کی طرف مائل نہ ہونا کیونکہ جو بات تدبیر سے حاصل ہوتی ہے وہ شمشیر و تیر سے باسانی حاصل نہیں ہو سکتی۔ فرد

کہ بصد لشکر جزا میسر نہ شود

کار ہمارا ست کند عاقل کامل سخن

حکایت ہے کہ سلطان روم اور عزیز مصر کے درمیان مخالفت ہوئی اور لشکر کشی کی نوبت پہنچی۔ رومی لشکر میں ایک آدمی تھا جو تمام حالات سے عزیز مصر کو مطلع کر دیتا تھا۔ چونکہ اُس کی خبریں صحیح ہوتی تھیں اس لیے عزیز مصر کو اُس پر بڑا اعتماد تھا قیصر کو یہ خبر معلوم ہو گئی مگر اُس نے مجبوری کی جانب مطلق توجہ نہ کی۔ آخر کار

میدان جنگ قریب آگیا تو قیصر نے تمام امرا اور سرداروں کو اپنے روبرو طلب کیا اور سب سے کہا کہ عزیز مصر کے امرا اور سرداران فوج نے یہ حلف مجھے لکھا ہے کہ جب میدان جنگ میں صفین قائم ہو جائیں گی تو عزیز مصر کو مفید کر کے سپرد کر دیں گے لہذا تم لوگ مطمئن رہو اور تمام قوت سے کام میں مصروف ہو جاؤ جب مجھ نے یہ خبر سنی تو مجلس سے باہر آ کر فوراً عزیز مصر کو مطلع کیا۔ عزیز مصر نہایت خوف زدہ ہوا اور توقف میں مصلحت نہ دیکھی فی الفور راہ فرار اختیار کی اور قیصر نے اپنی فوج اس کے تعاقب میں روانہ کی اور بہت کچھ مال و اسباب غنیمت میں ملا اور اس ایک تہ بیر سے سیاہ مصر کو بھگتا دیا۔ قطعہ

ہر کرے تہ بیر کا سے کرد ملک زوستان داد	ملک میخو اہی بنائے کار بر تدبیر بہ
بہر تیغیر مالک شکر و خیل و شہم	جملہ درکار اند لیکن این ہمہ تدبیر بہ

ایک بادشاہ نے کسی حکیم سے پوچھا کہ تدبیر بہتر ہے یا شجاعت حکیم نے جواب دیا کہ شجاعت تلوار سے مشابہ ہے اور اسے دست قوی سے جو اسکو کام میں لاتا ہے جو شخص ہاتھ میں تلوار نہیں رکھتا کچھ نہ کچھ کام کر سکتا ہے لیکن تلوار بغیر ہاتھ کے بیکا ہے اور بزرگوں نے اس باب میں کہا ہے البر قبل شجاعت اشجعان عزیز مصر سے لوگوں نے پوچھا کہ بہترین تدبیر اور صاحب ترین رائے کون سی ہے اُس نے جواب دیا جو فتنہ و فساد کو دور کرے۔ بادشاہوں پر لازم ہے کہ حتی المقدور فتنہ کے روکنے میں سعی کریں جیسا کہ ملک ہیاطلہ کا واقعہ گزرا۔ وہ اس طرح ہوا کہ خراسان سے غنیم ملک ہیاطلہ پر فوج کشی کے ارادے سے نکلا۔ ملک ہیاطلہ بھی جنگ کے لیے تیار ہوا مگر انکان دولت نے پیش بینی کی اور دشمن سے خفیہ طور پر اپنا اخلاص ظاہر کیا اور کل مخلصوں کے نام کا عرسینہ سردار غنیم کے پاس روانہ کر دیا۔ اُس نے ان سب خطوط کو لغافہ میں بند کر کے خزانہ میں رکھوا دیا

قضار الملک سیاطلہ کو فتح نصیب ہوئی اور غنیمت کا بکثرت مال و اسباب  
 و خزانہ ہاتھ آیا۔ اُن خطوط کا لفافہ بھی مہر شدہ بادشاہ کے روبرو  
 پیش ہوا۔ جب بادشاہ کو معلوم ہوا کہ اس لفافہ میں کس قسم کے  
 خطوط ہیں تو اُسے کھولا بھی نہیں اور اُسی طرح چھوڑ دیا اور دل میں سوچا  
 کہ اگر ان خطوط کو پڑھوں گا تو ارکان دولت سے بظن ہوں گا اور وہ بھی ہر اسان  
 ہو کر فتنہ و فساد کے درپے ہو گئے جسکا شان و قوت طلب امر ہو گا۔ اسی اثنا میں ایک  
 خواص بارگاہ کو بلایا اور خریطہ اُسے دے کر حکم دیا کہ اُن میں وہ خطوط ہیں جنہیں ہم  
 امرائے غنیمت کو ازراہ عاقبت اندیشی تحریر کیے ہیں اور اُس نے اُن سب کو جمع کر کے  
 اس خریطہ میں رکھا تھا۔ لیکن بجائے اس کے کہ میں کھول کر پڑھوں اور ہر نو پسندہ  
 کا نام دیکھوں حکم دیتا ہوں کہ اس خریطہ کو آگ میں جلا دو۔ جب ارکان دولت  
 نے بادشاہ کے اس لطفت و کرمیت کا مشاہدہ کیا تو مطمئن ہو کر اُس کی اطاعت  
 اور فرمانبرداری میں یکدل و جان ہو گئے اور بادشاہ نے اس تدبیر سے ہر ایک  
 کو اپنا مطیع بنا لیا۔ مثنوی

کہ بتوان بہ تیغ و شان سخن	بہ تدبیر کارے توان ساقی
ز فرزانگان سلاے و تدبیر خواہ	مکن تکیہ بر گنج و تیغ و سپاہ

کہتے ہیں کہ ہر ایک شخص سے خواہ وہ چھوٹا ہو یا بڑا اگر دیانت دار اور مستعد ہو مشورہ  
 کرنا چاہیے کیونکہ چھوٹوں کو بڑا اوقات ایسی سوچتی ہے کہ بڑوں کے خیال میں بھی  
 نہیں گذرتی اور کسی نے مشورہ کرنے میں نقصان نہیں اٹھایا۔ حکایت ہے کہ  
 شہر مرو میں ایک عالم کی لڑکی حسن و جمال میں کیتاے زمانہ تھی اور شہر کے تمام  
 امرا اُس کی خواستگاری کرتے تھے وہ عالم حیران تھا کہ اپنی لڑکی کسے دے ہمایہ میں  
 ایک پارسی رہتا تھا اسکو بلایا اور کہا کہ میری بیٹی سے نکاح کی خواہش بہ کثرت



لوگ کر رہے ہیں مین حیران ہوں کہ کس کی درخواست قبول کر دیں۔ تمھاری رائے اس بارے میں کیا ہے۔ پارسی نے جواب دیا کہ مین اسلام سے بیگانہ محض ہوں نہ تمھیں مشورہ اور رائے دینے کے لائق ہوں۔ عالم نے کہا یہ تو ٹھیک ہے کہ تم مسلمان نہیں ہو مگر معتقد اور امین مرد ضرور ہو اور بزرگان دین نے بڑی تائید کی ہے کہ امین اور معتبر آدمی سے ضرور مشورہ کرنا چاہیے اور حدیث میں آیا ہے المستشار مومن یعنی دیانت دار سے مشورہ لو۔ لہذا جو تمھاری رائے ہو کہو مین اسے اختیار کروں گا۔ پارسی نے جواب دیا کہ نکاح مین کفو کا ہونا شرط ہے اور مسلمانوں کے مذہب مین کفو سے مراد مذہب و ملت ہے اور ہمارے طریقہ کے موافق اصل و نسب کا اعتبار ہے اور اہل زمانہ کے نزدیک مال و رتبہ کا لحاظ ہے اب تم غور کرو کہ اگر اپنا مذہب اختیار کرتے ہو تو دین کو اختیار کرو اور اگر اسلاف کے طریقہ کی پیروی کرنی چاہتے ہو تو نسب کا اعتبار کرو اور اگر اہل زمانہ کے خیال پر چلنا چاہتے ہو تو مال و جاہ کو تلاش کرو۔ عالم کو اسکی گفتگو نہایت پسند آئی اور کہا کہ دین سب پر غالب ہے۔ اس کے پاس ایک غلام تھا جس کا نام مبارک تھا علم و فضل اور دیانت مین یکتا تھا۔ عالم نے کہا کہ مبارک سے بڑھ کر مین اور کسی کو ویندار نہیں پاتا لہذا اپنی بیٹی اس کے نکاح مین دی اور ایک مدت کے بعد خدائے اس کو ایک صالح فرزند عنایت کیا کیونکہ عبد اللہ مبارک اہل اسلام کا امام اور زاہد و عارف ہوا۔

روپیچ از مشورت زیر کہ ارباب حسد  
مشورت را بیشکار اہل دولت گفته اند

پس سلاطین پر لازم ہے کہ ہر عقدہ کو جو پیش آئے ناخن تدبیر سے کھولیں اور ہر ایک غل کی تلافی و تدارک مشاورت اور رائے صائب سے کریں۔ نظم

برکے لشکرے را بشکنی پشت مشو مغر و عقل و دانش خویش مردخواه از حسد و مندان آگاه	بشمیر از یکے تا صد توان کشت بنہ آئینہ تدبیر و پیش کہ تا یابی سوے مقصود خود را
---	---

اسی مضمون کا یہ قطعہ کہا گیا ہے ۵

کار ہا بے مشاورت نہ گنتی ہر چہ آن بے مشاورت سازی	تا دران سود بیگردان بینی جزم میدان کزان زیان بینی
---	--

### انتیسواں باب حرم و دور اندیشی کے بیان میں

کسی امر مہم کے انجام کا سوچنا اور حتی الامکان لغزش و خلل سے بچنا حرم کہلاتا ہے۔ حکام اور فرمانرواؤں کے لیے یہ خوب ترین خصلت ہے۔ افراسیاب کے اقوال میں سے ہے کہ جو شخص حرم سے کام لے دشمن کی مکاری سے محفوظ رہے اور حقیقت میں حرم دور اندیشی اور پیش بینی کا نام ہے عقل مند آدمی جب شر و فساد کی علامت پیدا ہوتے ہوئے دیکھتا ہے۔ فی الفور اُس کے تدارک میں مشغول ہوتا ہے اور جاہل آدمی جب تک کہ گرداب بلا میں نہیں پھنستا متنبہ نہیں ہوتا۔ مثلاً گوئی پتھر پر لوہا مارے تو خردمند یہ سمجھ کر کہ اُس سے آگ نکلے گی وہاں سے ہٹ جاتا ہو مگر بیوقوف جب تک کہ آگ کی لپیٹ میں نہ آئے اُس کی سوزش پر خبردار نہیں ہوتا۔ مصرع پیش از وقوع واقعہ در فکر خویش باش۔ کسی بزرگ سے لوگوں نے دریافت کیا کہ حرم کیا چیز ہے۔ اُس نے جواب دیا حرم کی اصلیت بدگمانی ہے چنانچہ حدیث میں آیا ہے الحزم سور الظن ایک حکیم کا قول ہے ۵

بد نفس مباحش و بد گمان باش	وز فتنہ و مکر و رمان باش
----------------------------	--------------------------

مثنوی معنوی میں ہے ۵

ناگزیری و شوے از بدبری	حزم آن باشد کہ ظن بدبری
<p>جس شخص میں یہ صفت پائی جائیگی تو ضرور وہ حادثہ کے موقع پر مصائب کے ٹوٹنے سے پہلے اپنی فکر مصائب سے ایک محکم دیوار قائم کر دے گا اور اس طرح راہ آفات میں قبل ظہور اپنی حفاظت کا سامان پیدا کرے گا اور ایسے مواقع پر ابنائے روزگار پر اعتماد نہ کرے گا نہ موافقت و مدارات اہل زمانہ کو وقیع سمجھے گا اور اپنے مافی الضمیر کو کسی پر ظاہر نہ کرے گا تاکہ مفسدون کی شرارت اور حاسدون کی غیبت سے محفوظ رہے۔ رباعی</p>	
بے بدرقہ حزم بمنزل نہ رسید تاروے مراد اندران بتوان دید	ہر کس کہ امان دین و دنیا طلبید آئینہ فکر را بزن صیقل حزم
<p>امام ابراہیم نے ابوسلم کو جب خراسان میں دعوت اسلام کے لیے روانہ کیا تو نصیحت کی کہ اگر اپنا کام حسب دلخواہ انجام دینا منظور ہو تو ایسے شخص کو قتل کرنے کی فکر کرنا جس سے کہ تو بدگمان ہو کیونکہ سلاطین کی دوراندیشیوں میں سے ایک یہ بھی ہے کہ جس سے بدگمان ہوں اُس کا کام پہلے ہی تمام کر دین۔ اسی بارے میں کہا ہے ۵</p>	
اور اسبگ از میان بردار	ہر کس ز دولت کرانہ گیرد
<p>تاریخ اسلامی میں بیان ہے کہ اسفار بن شیرویہ نے قلعہ سمنان کے فتح کرنے کا ارادہ کیا اور اس فکر میں نہما گیا کہ ابو جعفر سمنانی کو ہلاک کرے۔ ابو جعفر یہ خبر پا کر خوف زدہ ہوا اور قلعہ سمنان کو خوب مضبوط کر کے محصور ہو گیا جب اسفار نے ولایت رے پر قبضہ کر لیا تو دہلی کو فوج کشی کے ساتھ ابو جعفر کے مقابلہ پر روانہ کیا ہر چند کوشش کی گئی مگر قلعہ فتح نہ ہوا آخر الامرد دہلی نے ایک ایچی کو مقرر کیا کہ وہ طرفین میں صلح کا پیغام پہنچائے اور صلحت اس میں یہ سوچی کہ</p>	

ابو جعفر دہلی کو قلعہ میں صیانت کے لیے لیجائے، الغرض ایسا ہی ہوا اور دہلی  
افسران فوج کو ہمراہ لیکر قلعہ میں گیا اور خفیہ طور پر سب کو تاکید کر دی کہ موقع پا کر  
ابو جعفر کا کام تمام کر دیں جب دہلی حصار کے قریب پہنچا تو ابو جعفر نے حکم دیا  
کہ دہلی تنہا داخل ہو چنانچہ وہ اکیلا داخل ہوا اور اُس کے ہمراہی باہر رہ گئے۔  
ابو جعفر پر اس وقت نقرس کا دورہ پڑا جس سے وہ قابل حرکت نہ تھا۔ ایک دیر پہ  
کے پاس بیٹھ گیا جس سے سامنے اور صحرا کا میدان نظر آ رہا تھا یہیں اُپس  
میں گفتگو شروع ہوئی۔ اتنا کہ کلام میں دہلی نے ابو جعفر سے کہا کہ تخلیہ کرو تاکہ  
میں تجھ سے کچھ بات راز کی کروں۔ ابو جعفر نے تمام لوگوں کو اُٹھ جانے کا حکم دیا  
صرف ایک خرد سال ملازم ضروری کاموں کے لیے وہاں رہ گیا جب تخلیہ ہو گیا  
تو دہلی نے کھڑکی بند کی اور خچر سے ابو جعفر کا کام تمام کر دیا۔ غلام دہشت سے  
خوف زدہ تھا اُسے دم مارنے کی مجال نہ تھی۔ دہلی نے ریشم کی باریک ڈور موٹے  
سے نکال کر کھڑکی کے در سے مضبوط باندھی اور اسی کے ذریعہ سے حصار کے  
باہر اُتر کر اپنے خیمہ میں داخل ہو گیا۔ اگر اس موقع پر ابو جعفر دور اندیشی سے کام  
لیتا۔ تخلیہ نہ کرتا اور دشمن کو کوئی موقع نہ دیتا تو ورطہ ہلاکت میں گرفتار نہ ہوتا۔  
اخبار و آثار میں اس قسم کی بہ کثرت حکایتیں درج ہیں کہ محض حزم کے خلاف  
کرنے سے لوگ مصیبت میں پڑے۔ اگر عقل مند آدمی غور سے کام لے تو وہ یقین  
کرے گا کہ کوئی قلعہ حزم و احتیاط سے محکم تر نہیں ہے اور کوئی سنگین حادثہ  
غفلت و سستی سے بڑھ کر مہیب نہیں ہے۔

بحزم کوش کہ این رہ رہ پر از خطر است	با احتیاط قدم نہ کہ جائے شور و سرست
ہمین کہ ابر بیار و چستان تصو کن	کہ سیل میرسد و خانہ تو بر گذر است
مباش غافل و از حزم بر کرانہ مشو	کہ حزم تیر بلالے زمانہ را سپر است

کسیکے عاقبت اندیش دودین باشد	مقرر است کہ از خود ہمیشہ باخبر است
چربا خبر بود از خود نہال دولت او	علی الدوام ببلاغ مراد بارور است

### تیسواں باب شجاعت کے بیان میں

شجاعت اعلیٰ ترین فضائل میں سے ہے اور وہ ایک متوسط قوت کا نام ہے جو جبین اور تنور کے درمیان میں ہے۔ ہنشاے حکم۔ اِنَّ اللہَ یُحِبُّ الشَّجَاعَ خِباہ میں آیا ہے کہ دلیر آدمی کی دعا کو متبرک سمجھنا چاہیے کیونکہ یہ لوگ پروردگار سے گمان نیک رکھتے ہیں اور بد دل آدمی میدان کارزار میں فرار پر اعتماد کرتا ہے اور بہادر آدمی خدا کے فضل پر تکیہ رکھتے ہیں حضرت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی شجاعت کا اشارہ کیا ہے "زنی تحت ظل رحمی" اس میں بوقت جنگ ارتکاب کارزار آلات جنگ کے استعمال کی ترغیب و تحریر ہے قطعہ

بر شجاعت توان گرفت جہان	ہر کہ بد دل بود حسیہ کار کند
وانکہ جرات نماید اندر کار	خویش تن را بزرگوار کند

خالد بن ولید لشکر اسلام میں اپنی لاثانی جرات کے لیے مشہور و معروف تھے جب وقت رحلت قریب پہونچا تو بصد حسرت و یاس اشک بہا کر کہا کہ افسوس کس قدر میدان جنگ میں میں نے شجاعت دکھائی اور کس قدر نیزے کے زخموں کو برداشت کیا اور اس وقت پیر زنون کی طرح بستر مرگ پر جان دے رہا ہوں اور چونکہ موت سے چارہ نہیں اس لیے خواہش کرنی چاہیے کہ شہادت کے صلہ میں جان جائے۔ یہ بھی اٹھین کا قول ہے کہ بد دل آدمی کا فرار پر سلامتی جان کو منحصر سمجھنا غلط ہے کیونکہ قدرت جمعیت اور شوکت جلالت سے دشمن پر عیب چھاجاتا ہے اور ضعف و خوں و بزدلی سے دشمن کا حوصلہ بڑھتا ہے یہی وجہ ہے کہ اکثر

بدول تہ تیغ ہو جاتے ہیں اور بہادران جنگ آزماجنگ سے صحیح و سالم نکلنے میں نظم

ہر کہ بدول تر بود در کارزار	باشد ش جان بقرار و کارزار
جراتی کن پیش مردان در نبرد	تا بر آید نامت از مردان مرد

میدان جنگ میں کسی بادشاہ نے لغز مار کر اپنی سپاہ اور سرداران فوج سے مخاطب ہو کر کہا کہ آج کا دن روز امتحان ہے۔ معرکہ حرب مردوں کے لیے آفتندان کے مثل ہے کہ جس سے زیرِ خالص کے سوا کچھ نہیں نکلتا اور جو کھوٹا ہوتا ہے پگھل جاتا ہے ۵

خوش بود گر محک تجربہ آید بیان	تا سیہ روے شود ہر کہ دروغش باشد
-------------------------------	---------------------------------

دلیر آدمی وہ ہے جو اپنے نفس کو بڑے بڑے کاموں میں ڈالے اور اپنے دل کو آلام و مصائب اٹھانے کا ترقی مدارج کی غرض سے خوگر بنائے تاکہ وہ بدبہ و شوکت و شجاعت کا شہرہ آفاق میں پھیل جائے اور سطوت و جرات کا چرچا اقطار عالم میں ساڑو دائر ہو۔ ثنوی

مرانام باید کہ گرد و بلند	کہ از نام گرد و د کسے ارجمند
بمردی شود ذکر آزاده نباش	چو نام نکو ہست گو جان مباحش

افراسیاب اپنی فوج سے کہتا تھا کہ مرگ کی زیادہ خواہش کرو تاکہ زندگی زیادہ پاؤ۔ مرنے پر آمادہ رہو تاکہ سرمایہ دولت و عزت ہاتھ آئے کیونکہ بزرگی دوہی چیزوں میں ہے یا نام نیک سے مرنا یا دوست کامی کے ساتھ زندگی بسر کرنا۔ نظم

مرگ در چشم ہر کہ خوار بود	در شجاعت بزرگوار بود
ہر کہ جان را عنہ زیمی دارد	با جہانداریش چہ کار بود

امیر المومنین علی ابن ابی طالب بوقت کارزار سب سے آگے ہوتے اور جہان غنیم کی زیادہ کثرت ہوتی وہیں گھس پڑتے تھے اور اپنی اندیشہ ناک حالت سے

کا مطلق خیال نہ کرتے۔ ایک شخص نے دریافت کیا کہ اے امیر یہ آپ کی عجیب جرات ہے کہ اپنی حفاظت کا بالکل خیال نہیں فرماتے۔ آپ نے جواب دیا کہ اگر اجل آگئی ہے تو قضا سے احتیاط بیکار ہے اور اگر فوت کا حکم دیوان قضا سے ابھی جاری نہیں ہوا۔ تو ایسی جرات سے مجھ کو کچھ نقصان نہیں پہنچ سکتا۔ اسی باب میں کہا ہے ۵

لے یومین من الموت افر	یوم لایقدر ام یوم قدر
ان دونوں میں سے کس دن موت سے بھاگوں	جس دن قسمت میں ہو یا جس دن قسمت میں نہیں
یوم لایقدر لایاتی القضا	یوم قدر لایغنی الحذر
جس دن قسمت میں نہیں ہے تو قضا آتی نہیں	اور جس دن بعد میں ہو تو حفاظت بیکار ہے

ان ابیات کا ترجمہ فارسی زبان میں حسب ذیل ہے۔

دور روز حذر کردن از مرگ سزا نیست	روزیکہ قضا باشد و روزیکہ قضا نیست
روزیکہ قضا باشد و کوشش نکند سود	روزیکہ قضا نیست و در مرگ روانیست

حقیقت یہ ہے کہ میدان جنگ میں جو سرفروشی نہ کرے اُس سے کچھ توقع نہ رکھنی چاہیے ۵

تا تو دل در بند جان داری و جان در بند تن	
کے مراد خویش یا بی در کنار خویش تن	

حکایت ہے کہ فوج حبش نے ایک مرتبہ ملک یمن پر قبضہ کر لیا تھا سیف ذی الیزن وہاں کا امیر محبوب را بھاگ کر نو شیروان کی پناہ میں آیا اور اُس سے مدد طلب کی۔ نو شیروان نے چورون اور ڈاکو دن کی بڑی جماعت کو جو زندان میں مقید تھے رہا کر کے اُس کے ساتھ کر دیا۔ اور سب کو مسلح کر دیا۔ انکی تعداد ایک ہزار آٹھ سو کی تھی سیف ذی الیزن سب کو کشتی میں بٹھا کر روانہ ہوا جب ساحل پر

پہونچا تو سب کو کشتی سے اتارا اور تمام کشتیوں کو دریا برد کر کے سامان رسد کو پھینک دیا اور ساقیوں سے مخاطب ہو کر کہا کہ اب ہم ولایت یمن میں داخل ہو گئے ہیں غنیم سے جنگ کرنا چاہیے اب تمکو دو باتوں میں سے ایک بات بغور و تامل اختیار کر لینا چاہیے یا تو غنیم پر غالب آؤ یا سب قتل ہو جاؤ یہ مجبوری تمام سپاہ دل و جان سے مردانہ وار مشغول بہ پیکار ہوئی اور تھوڑی سی جہمت لشکر حبش پر غالب آگئی پس جنگجو آدی کو چاہیے کہ خوف کو راہ نہ دے کیونکہ رستم دستان نے کہا ہے کہ ہزار زخم لگنے کو میں بہ نسبت اس کے دوست رکھتا ہوں کہ میری زنون کی طرح بستر مرگ پر جان دون ۵

بنام نکو کشتہ گردم رواست	مرانا م باید کہ تن مرگ راست
--------------------------	-----------------------------

جس بادشاہ میں جرات و شجاعت زیادہ ہوگی۔ مصائب کی برداشت کرنے میں اسی قدر پاداری ہوگی اور جلد تر منزل مقصود پر پہنچے گا اور حسب دخواہ سمات کو انجام دے گا۔ حکایت ہے کہ جب یعقوب لیث کے ارادے پورے ہونے لگے اور خراسان کی تسخیر کا ارادہ کیا تو ایک دن تمہیار سے آراستہ ہو کر بالا خانہ پر برآمد ہوا۔ تمام امرا اور سردار فوج دربار میں حاضر تھے۔ بجنون نے عرض کیا کہ یہ وقت سوار ہونے کے لیے کسی طرح مناسب نہیں ہے۔ آٹھ گھنٹے کے بعد البتہ نیک آگہڑی آئے گی۔ یعقوب اسی طرح مسلح ہو کر آٹھ گھنٹہ تک گرمی کے ایام میں دھوپ میں کھڑا رہا جب آٹھ گھنٹے پورے ہوئے تو بچے اُترا اور گھوڑے پر سوار ہوا۔ ارکان دولت اس قدر برداشت مشقت پر حیران و متعجب تھے۔ انھوں نے پوچھا کہ دھوپ میں کھڑے رہنے سے امیر کا کیا مطلب تھا اس نے جواب دیا کہ میرے روبرو بہت بڑی سہم درپیش ہے اگر ایسی نازک حالت میں کاہلی اور سستی کو دخل دون تو خلل عظیم واقع ہوگا۔ لہذا میں نے خود اپنا امتحان کیا



کہ آفتاب کی تابش برداشت کر سکتا ہوں یا نہیں یہ معلوم ہوا کہ امتحان میں کامیاب ہوا اب امید ہے کہ مقصود جلد حاصل ہو جائیگا۔ چونکہ یعقوب نے طلب حکومت میں اس قدر جدوجہد کی لہذا جس مرتبہ پر پہنچنا تھا پہنچا۔ قطعہ

شاہد ملک سرت در عقد کسے کرے جہد	دست در آغوش با شمشیر و خنجر میکند
آنکہ پارا بر سر ناز و تقسم نہند	گردگارش در جهان سردار و سردار میکند
بادشاہی در عین داد و نکل راز آنکہ گل	با وجود نازکی از خار سردار میکند

یعقوب لیث کی ایک یہ بھی حکایت ہے کہ ایک دن سیستان کے چند جوان آپس میں دنیا کی لطیف و نفیس چیزوں کی نسبت اظهار رائے کر رہے تھے۔ قوت ملک ملک گیر کار کا ارادہ یعقوب نے نہیں کیا تھا۔ ایک نے کہا لطیف ترین لباس اطلس ختمائی ہے۔ دوسرے نے کہا کہ ظریف ترین تاج قبہ رومی ہے۔ تیسرے نے کہا کہ محلات میں چشمہ مائے گل و یحکان بہتر ہے۔ چوتھے نے کہا مشروبات میں صاف و شفاف شراب بہتر ہے۔ پانچویں نے بیان کیا کہ سایوں میں بید کا سایہ سازگار تر ہے۔ ایک نے کہا باجون میں عود کی آواز ملائم ہے دوسرے نے کہا کہ مجلس کی ہمنشینی کے لیے جوانان خوبصورت و لائق سیرت بہتر ہیں۔ جب یعقوب کی باری آئی تو سمجھوں نے اُسے بیان کرنے پر مجبور کیا۔ اُس نے کہا خوب ترین لباس زرہ ہے اور بہترین تاج خود اور خوشترین منزل سفر کہ حرب اور زیبا ترین شراب خون دشمن۔ اور لطیف ترین سایہ سایہ نیرہ۔ اور گداز ترین آواز گھوٹے کا ہنہانا اور بزرگ ترین مصاحب مردان جنگجو ہیں۔ امیر المومنین حضرت علیؑ نے فرمایا ہے۔ قطعہ

اسیف و الخنجر یحساننا	اُمیت علی الخنجر جس و لا اس
تلاور اور خنجر بہا ہے چولہین	افسوس ہے نرگس اور اسس پر

شرابنا من دم اعدائنا	دکانا حجتہ الراس
ہماری شراب دشمنوں کا خون ہے	اور پیالہ سر کی کھوپڑی
اس کا ترجمہ فارسی میں حسب ذیل ہے۔	
گل وریحان ماتنج است وخنجر	بکارمانیا دنگرس و آس
شراب ماست خون دشمن ما	اساس کلاہ او بہترین کاس
<p>پس طالب ملک کو چاہیے کہ شان آبدار اور تلوار جو ہر دار سے کام لیا کرے اور جب بادشاہ خود جبری اور دلیر ہوگا۔ لشکر میں بھی حوصلہ زیادہ بڑھے گا بزدل بادشاہ کو ملک گیری حاصل نہیں ہوتی۔ نصائح الملوک میں بیان ہے کہ جس پیر مرد میں عقل نہیں ہے وہ ایک ایسے چشمہ سے مشابہ ہے جس میں پانی نہ ہو اور جس جوان میں ادب نہیں ہے وہ ایک ایسے باغ کے مثل ہے جس میں پھول نہ آئے اور جس درویش میں معرفت الہی نہیں ہے وہ چشم بے نور کے مانند ہے اور عالم بے تقویٰ اسپ بے لگام سے مشابہ ہے اور غیر محسن و دلمند درخت بے میوہ کے برابر ہے اور بے حیا صاحب جمال طعام بے نمک کی طرح ہے اور سلطان غیر منصف ابر بے باران کے مثل ہے اور جس بادشاہ عالمگیری میں شجاعت نہیں وہ ایک تاجر کے مثل ہے جس کے پاس کچھ سرمایہ نہیں۔</p> <p>حکایت ہے کہ سلاطین عرب میں سے کسی بادشاہ کو غنیم سے مقابلہ کرنا پڑا جب فوجیں میدان جنگ میں صف آرا ہوئیں تو امراء دولت نے بادشاہ عرب سے کہا کہ جنگ کا نتیجہ دو صورتوں سے خالی نہیں بافتح یا شکست۔ اگر خدا تعالیٰ معاملہ دگرگون ہو تو ہم آپ کو کھان تلاش کریں۔ اس نے جواب دیا کہ اگر غنیم غالب آئے تو مجھے میدان میں گھوڑوں کے سمون کے نیچے تلاش کرنا یعنی یا تو غالب ہوں گا یا مارا جاؤں گا۔</p>	

<p>یا بر آیم پیرخ گر دندہ یا شوم زیر پاسر افگندہ</p>	
<p>حکایت ہے کہ اس جنگ میں بادشاہ نے تلووار اٹھا کر بڑی تندہی سے عینم پر حملہ کیا اور بڑی سختی سے لڑائی جاری ہوئی جسکی کہ آفتاب نصف النہار پر پہنچ گیا اور سورماؤں پر تشنگی غالب ہوئی۔ کسی ملازم نے پانی کا ظرف بھر کر جلدی سے بادشاہ تک پہنچایا اور پینے کے لیے پیش کیا۔ اُس نے جواب دیا کہ میری تیغ آبدار مجھے بھی زیادہ تشنہ ہے بخدا جب تک وہ خون دشمن سے سیراب نہ ہو سکے گی میں پانی پیاس نہ بچھاؤں گا۔ بوجہ اُسکی بی نظیر جرات و استقلال کے خدا نے اُسے فتح عنایت کی ۵</p>	
<p>کسے را کہ ایزد کند یا دے</p>	<p>کہ یار دے کہ باوے کند او دے</p>
<p>اسکندر زوالقرنین سے لوگوں نے دریافت کیا کہ بادشاہ دیر کی کیا علامت ہو جواب دیا جو نہ پوچھے کہ دشمن کی تعداد کیا ہے بلکہ تلاش کرے کہ دشمن کہاں ہے اور ایسا ہی سرداران فوج کو بھی چاہیے ۵</p>	
<p>چو شمشیر ہندی بگر د بدست بگر زگران سنگ شمشیر تیز</p>	<p>بصفت امدادی در آرد شکست روان در جہان افگندہ ستخیز</p>
<p>نوشیروان نے بزرچہر سے دریافت کیا کہ شجاعت کیا ہے جواب دیا قوت دل نوشیروان نے کہا قوت بازو کیون نہ کہا۔ بزرچہر نے جواب دیا کہ اگر دل قوی نہیں ہے تو ہاتھ میں بھی قوت نہ رہے گی اور میں نے سنا ہے کہ کسی جنگجو عرب نے باوجود ضعیفی اور پیری ایک دن گھوڑے پر سوار ہونا چاہا۔ لوگوں نے بازو پکڑ کر سوار کر دیا ایک بے ادب نے آواز دے کہا کہ کیس کام کا ہے جبکہ دو آدمی سوار کرانے کو مطلوب ہوں۔ اُس نے جواب دیا بیشک دو آدمی سوار کرانے کو چاہیے مگر ہزار آدمی بھی گرا نہیں سکتا۔ نوشیروان نے کہا بہت صحیح کہنا ہے قوت بازو</p>	

قوت دل کے تابع ہوتی ہے ۵

آدمی را قوت دست از دل ست | ہر کہ اور ا دل قوی باز قوی

جس وقت کہ سکندر عالم کی تسخیر کے لیے نکلا۔ ارسطو کو بلایا اور کہا کہ اے حکیم جس مہم میں میں نے ہاتھ ڈالا ہے اس میں ہر قسم کے لوگ دوست دشمن نکلیں گے اُن سے کس طرح برتاؤ کرنا چاہیے ارسطو نے جواب دیا کہ حتی المقدور دشمن انگریزی نہ کرنا اور دوستوں کی ذلت و غراری کو روانہ رکھنا اور اگر کوئی دشمن پیدا ہو تو مدارات و دلیو از می سے اسکو رام کرنا تاکہ وہ بھی دوست بن جائے اور دوست کو عزت و حرمت سے ممتاز کرنا تاکہ وہ دوستی سے کشیدہ خاطر نہ ہو سکے۔ اسکندر نے کہا او بیان کرو۔ ارسطو نے بیان کیا۔ کار دشمن سے غافل نہ ہونا اگرچہ تھوڑے ہی ہوں اور لشکر پر اعتماد نہ کرنا اگرچہ بکثرت ہو۔ تاہم ہم نرم بولنا اور درخت زبانی نہ کرنا اور جو کام تازیانہ سے نکلے شمشیر نہ دکھانا۔ اسکندر نے پھر کہا کہ اگر دشمن سے جنگ کی نوبت آئے تو کیا کرنا چاہیے اور کس طرح پیش قدمی کرنی چاہیے حکیم نے کہا کہ جنگ کا حال دو صورتوں سے خالی نہیں یا تو جنگ پر کسی کے مقابلہ پر جائے یا کوئی مقابلہ پر آئے۔ اگر تو جنگ پر آمادہ ہو تو دس باتوں کی رعایت کرنی چاہیے۔ اول جنگ سے غرض سوا خیر محض اور طلب دین حق و دفع ظلم و فساد کے اور کچھ نہ ہو۔ دوم خداوند کریم سے مدد طلب کرنی چاہیے دعا اور خیرات و صدقات میں مشغول ہو جائے اور اہل قبور و قلوب سے استمداد کرنا چاہیے۔ سوم حزم و احتیاط کو کام میں لانا چاہیے اور جاسوسوں کے ذریعہ سے غنیمت کے لشکر کا حال اور تعداد دریافت کرنا چاہیے۔ چہارم ایسا لشکر ساتھ رکھنا چاہیے کہ سب سپاہی یکدل و ہم زبان ہوں کیونکہ اتفاق سپاہ موجب فتح و نصرت ہے۔ چنانچہ کہتے ہیں نظم

کسے را ظفر بر ظفر حاصل ست | کہہ دیر دے لشکرش یکدل ست

زیار ان یکدل بلند ری رسد

سپہ را کہ فیروز مندی رسد

اس کے لیے بزرگوں اور اکابر خصوصاً اقربا کے اتفاق کی سخت ضرورت ہے  
 بہنم لشکر سے اچھے وعدہ کرنا چاہیے اور خوشخبر لیون سے قوی پشت بنانا چاہیے  
 اور ان مواعید کے ایفا کی نیت کرنی چاہیے ششم حتی الامکان خود جنگ میں  
 نہ شریک ہونا چاہیے تاکہ اگر شکست کے آثار ہوں تو فوراً اس کا تدارک ہو سکے  
 ہفتم لشکر کا سپہ سالار ایسا شخص ہونا چاہیے جو ان تین صفات کا جامع ہو اول  
 شجاع اور قوی دل ہو اور نام آور ہو تاکہ دشمن پر عیب پڑے دوم اسے صاحب  
 اور تدبیر حکم رکھنا ہو جنگ کے داخل و مخارج کو سمجھتا ہو کہ جہاں تدبیر سے کام لے  
 تو شجاعت سے باز رہے اور جیلہ و کمر کو کام میں لائے کیونکہ جنگ میں خدع ناجائز  
 نہیں ہے جیسا کہ حدیث میں آیا ہے۔ الحرب خدعہ۔ دوسرے یہ کہ جنگ میں شجری کا  
 ہو کیونکہ تجربہ کے فوائد بے شمار ہیں شتم جنگ میں جسے کاربائے نمایاں کیے ہوں  
 اس کو انعام و اکرام اور ثنا و صفت سے ممتاز کرنا چاہیے تاکہ دوسروں کو بھی  
 اس طرف رغبت ہو بہنم روز جنگ غفلت سے دور رہنا چاہیے۔ اکثر ایسا ہوتا ہے  
 کہ فتح قریب ہوتی ہے اور فوراً اسی غفلت سے معاملہ درگروں ہو جاتا ہے وہم  
 اگر غنیمت شکست کھا جائے اُنکے پیچھے نہ جانا چاہیے نہ کسی کو فی الفور تعاقب میں  
 بھیجنا چاہیے۔ اکثر ایسا ہوا ہے کہ منہزم لشکر لپٹ پڑا ہے اور تعاقب کنندگان  
 کو گرفتار کر لیا ہے اور اگر کوئی غنیمت مقابلہ پر آئے تو دو صورتوں سے خالی نہیں یا تو  
 تجھ میں تاب و مقاومت نہیں ہے یا ہے۔ اگر ہے تو بہتر یہ ہے کہ کسی تدبیر سے  
 دشمن کو اس ارادے سے باز رکھنا چاہیے اگر وہ باز نہ آئے تو شرائط حرب کی  
 رعایت کر کے جنگ پر آمادہ ہو جانا چاہیے اگر مقاومت کی طاقت نہیں ہے  
 تو جاسوسوں اور نگہبانوں سے کام لینا چاہیے۔ راستوں اور چوکیوں کو

مستحکم کرنا چاہیے قلعوں کو محفوظ بنانے اور سامان رسد کے جمع کرنے میں کوتاہی نہ کرنی چاہیے۔ اور حتی الامکان صلح کرنے کے لیے مال و جیل و مکائد سے کام لینا چاہیے اور اگر دشمن صلح کا خواہشمند ہو تو انکار نہ کرنا چاہیے۔ اور ہرگز لڑائی ہول نہ لینی چاہیے کیونکہ جنگ مذموم ہے اور طالب صلح آخرین مغفور و منصور و نظم

سستیزہ ممکن زانکہ بادست نیز	کند باغ انصاف را برگ ریز
سستیزہ بجائے رساند سخن	کہ دیران کس دغان مان کن
کسند عامل اندر رہ صلح سیر	تو این راه میسر و کہ الصلح خیر

سکندر نے اس ہدایت نامہ کو دستور العمل بنایا اور جنگ و صلح کی بنیاد اسی پر رکھی۔ چونکہ صفت شجاعت خصوص اہل دول کے لیے بہترین صفت ہے اس لیے بیان کو اس قدر طول دیا گیا۔ الحمد للہ کہ شہزادہ جوان بخت باتدبیر اور دلیری میں بی نظیر۔

ابو المحسن آن شاہ روشن ضمیر	کز دوزخو ان گشت دوران پیر
جہاندار شاہی کہ روز مصاف	فروریزد از صولتش کوہ قاف
چو در معرکہ برگشد تیغ تیز	بکومہ کسند کوہ را سنگ ریز

قوت بازو کی مساعدت اور بخت بیدار کی معاونت سے علم ظفر یک چھٹ پٹ بنند کرتا ہے فتح و نصرت استقبال کو آتے ہیں اور جس جانب مقصد بہت ہوتا ہے اقبال و سعادت دست بستہ حاضر ہوتے ہیں۔ قطعہ

ہر کجا غم جہا گیرش گران سازد رکاب	فتح و نصرت را بدان جانب سبکے دو غمان
موج دولت پرورش را ملک ملت پرناہ	تیغ نصرت گسترش را دین و دنیا و رمضان

مساکن منصور جب میدان جنگ میں کھڑے ہو جاتے ہیں۔ تو ثبات و استقلال میں کوہ البرز معلوم ہوتا ہے۔ فتویٰ

یہ ایک تیغ زن چون نرگس یار	سراسر صفت شکن چون لعل لدار
ولایت گیر چون حسن حبیبان	غبار انگیز چون جو رقیبان
ہمہ چون شعلہاے عشق جالسنہ	ہمہ چون غمزہ دلبر جگر دوز
ہمہ چون چشم خوبان فتنہ انگیز	ہمہ چون ہجر مردانہ دوزخ نیر

حق سبحانہ آپ کے سایہ عاطفت کی جان نثاروں پر ہمیشہ دراز رکھے اور اپنے خلاصہ بندگان کی حرمت سے اعانت کرے۔

### اکتیسواں باب غیرت کے بیان میں

غیرت اس چیز کی نگہداشت کا نام ہے جس کی حفاظت انسان کو لازم ہو۔ تدبیر سیاست میں سلاطین کو بغیر اس صفت کے کچھ پارہ کار نہیں نیز امور ملت و احکام سلطنت میں بھی۔ کیونکہ غیرت کی دو قسمیں ہیں غیرت دین اور غیرت دنیا اور ہر دونوں کی رعایت نہایت ضروری ہے غیرت دین تو یہ ہے کہ امر معروف و نہی عن المنکر کے اجرا میں سعی کرے اور ملازمین و رعایا کو مطیع رکھے۔ معاصی و منافی سے منع کرے حدیث میں آیا ہے کہ جو شخص شریعت کے خلاف کرے اسکو گڈے سے سزا دینا چاہیے یا شمشیر سے جیسا کہ شریعت کا اقتضا ہو اور یہ منصب اہل اختیار و اقتدار کا ہے۔ پس اگر با حق سے نہ دفع کر سکے تو زبان ہی سے منع کرے پہلے نصیحت کرنی چاہیے۔ اگر کچھ متنبہ نہ ہو تو سختی سے کہنا چاہیے اور یہ مرتبہ اہل علم و ارہاب زہد و تقویٰ کا ہے۔ بعضے علمائے اس حدیث کا تہمہ یوں بیان کیا ہے۔ لیس وراذ لک الاسلام یعنی جو کہ منع کرنے سے دست و زبان کے عاجز آجائے اور دل سے دشمن نہ رکھے اسکو اسلام سے کچھ حصہ نہیں ملا۔ قطعہ

نہی منکر بدست باید کرد	و پیوستہ باشدت این کار
بزبان منع کن و گرنه توان	در دل خویش می کند انکار

اور جو بادشاہ اقامت حدود شرع اور اجرائے احکام دین میں کوشش کرے وہ نائب حق اور ظل اللہ ہوتا ہے۔ چونکہ بکثرت کارہائے ملک میں مشغولی کی وجہ سے جزوی معاملات کا معلوم کرنا بادشاہ کے لیے نہایت دشوار ہے لہذا محتسب مقرر کرنا چاہیے۔ اور محتسب کو چاہیے کہ اسلام میں سخت ہو غیرت دین و حمیت مذہب عفت پرہیزگاری۔ امانت۔ راستی۔ کم طمعیت متصف ہو جو کرے تقویت دین کے لیے کرے۔ اور غرض و ریاسے کو سون دور ہوتا کہ اسکے اقوال دلون میں اثر پیدا کریں ۵

سخن کہ آن ز غرض پاک و از طمع خالیست	اگر بہ سنگ بگوئے دران اثر دارد
-------------------------------------	--------------------------------

حکایت ہے کہ شیخ ابوالحسن نوری قدس سرہ کی عادت تھی کہ جب کسی امیر کو دیکھتے تو اُس سے لوگوں کو منع کر دیتے۔ اگرچہ اُس میں قتل کا بھی خوف کیونکہ ایک دن آپ وجہ کے کناہے بغرض طہارت گئے وہاں ایک کشتی نظر پڑی جس میں تیس خیم سبز بھر رکھے تھے اور ہر ایک پر لطیف لکھا ہوا تھا۔ شیخ کو نہایت تعجب ہوا کہ لطیف کس چیز کا نام ہے اُٹھون نے ملاح سے پوچھا کہ ان شکون میں کیا ہو اُس نے جواب دیا آپ سے درویشوں کو اس سے کیا علاقہ۔ شیخ نے احمد اصرار سے ملاح کو بتانے پر مجبور کیا۔ اُس نے جواب دیا کہ خلیفہ کے لیے شراب کے مثلے منگائے گئے ہیں۔ کشتی میں ایک بڑا ٹھوٹا ہوا تھا۔ ملاح سے شیخ نے کہا کہ مجھے اُٹھا دو۔ ملاح غصہ میں آیا اور اپنے کسی شاگرد کو اُٹھانے کا اشارہ کیا چنانچہ اُس نے لکڑی اُٹھا کر دی اور شیخ نے اُس سے ہر ایک شکون کو



توڑ پھوڑ ڈال مار ملاج خوف کے مائے کاپنے اور فریاد کرنے لگا۔ یونس خلیج کو توال  
پل بغداد اپنے سپاہیوں کے ساتھ موقع پر آیا اور شیخ کو گرفتار کر کے خلیفہ کے  
پاس پہونچا دیا۔ اور صورت حال بیان کی خلیفہ مقصد بہ غایت درجہ جبار  
و ظالم تھا ساتھ ہی غیور بھی تھا۔ اُس کی سخت سرزمین اہل بغداد نے دیکھی تھیں  
جب انھوں نے دیکھا کہ شیخ کو خلیفہ نے طلب کیا ہے۔ تو نہایت اندوگین  
ہوئے کیونکہ شیخ کے پٹنے کی کوئی صورت نہ تھی رجب وہ سامنے لائے گئے تو  
خلیفہ سرخ لباس پہنے ہوئے تھا اور ہاتھ میں ایک آہنی گرز تھا اور یہ قہر و سیاست  
کی علامت تھی۔ شیخ سے چلا کر اُس نے پوچھا کہ تو کون ہے جو ایسی گستاخی کا مرتکب  
ہوا۔ شیخ نے جواب دیا میں محتسب ہوں۔ پھر خلیفہ نے پوچھا کہ کس کے حکم سے جواب  
دیا خدا و رسول کے حکم سے خلیفہ نے سوال کیا کہ تجھے کس نے محتسب بنایا جواب  
دیا جس نے تجھے خلیفہ بنایا۔ مقصد کچھ دیر تک سر جھکا لئے بیٹھا رہا پھر سر اٹھا کر پوچھا  
کہ ان خون کو کیوں تو نے توڑ ڈالا۔ شیخ نے جواب دیا کہ تیری اور رعایا کی شفقت  
کی وجہ سے۔ پوچھا میرے حق میں کیا شفقت ہے۔ جواب دیا ایک امر منکر کو میں نے  
روکا جسے تو روا رکھتا ہے اور تجھے گرفتاری قیامت سے بچایا اور رعیت کے  
حق میں یہ شفقت ہے کہ تیرے ارتکاب محرمات کی وجہ سے لوگ معاصی پر دلیر  
ہو جاتے ہیں جب تو اس سے باز آئے گا تو دوسرے بھی جرات نہ کر سکیں گے  
کیونکہ عامہ خلایق صلاح و سداد میں بادشاہ کے تابع ہوتے ہیں۔ اگر اُسے  
طریق راست پر دیکھتے ہیں تو سب وہی طریقہ اختیار کرتے ہیں اور بادشاہ کو  
بھی ثواب ملتا ہے اور اگر فسق و فجور میں مبتلا پاتے ہیں۔ تو وہ بھی محرمات کے  
مرتکب ہوتے ہیں اور بادشاہ پر سب کا گناہ راجع ہوتا ہے پس میں نے تیرے  
اور رعایا کے حق میں مہربانی کی اور اس میں بجز خوشنودی خدا کے اور میری کچھ بھی

غرض نہیں خلیفہ معتقد یہ سُنکر رو پڑا اور کہا کہ یہ کام تیرے لیے زیبا ہے۔ آج سے تو محبتی کا کام کرنا اور کوئی مجھے روکنے نہ پائے گا۔ اس واقعہ سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ جب محنت حقایق ہو تو اسے کوئی آفت نہیں پہنچتی۔ نظم

آن یکے باپیر خود گفت کہ من لیک می ترسم کہ ازل حسد گفت اگر این کار بہ حق کنی	انہی منکر سے کہم اندر ز من آفتے در روزگار من رسد از بلا ہائے دو عالم ایمنی
---	--

غیرت دنیا کی تین قسمیں ہیں اول اشیاء و اقران سے نسبت دوم بذات خود نسبت سوم عامہ خلق سے نسبت پہلی نسبت یہ ہے کہ اپنے برابر والوں سے مرتبہ میں فوقیت چاہے جس پر کسی کی سرفرازی نہ ہو اور جاہ و صولت قدر و شوکت حشمت و عظمت اقتدار میں سب سے بڑھ کر ہو۔ بلاشبہ اس قسم کی غیرت کا ظہور اور حشمت کی کثرت بڑے بڑے کام کرائی ہے۔ یہ خاصیت اہل ہمت کی ہے۔ اور جس قدر ہمت بلند ہوگی یہ خصلت زیادہ پائی جائے گی۔ حکایت یہ ہے کہ ایک شہزادے نے کسی حکیم سے پوچھا کہ میری خواہش ہے کہ میں اپنے اخوان و اقران سے بڑھ جاؤں مجھے کیا عادات اختیار کرنا چاہیے حکیم نے کہا کہ اے شہزادہ کوئی شے اکتساب دولت کے لیے ہمت و غیرت سے بڑھ کر نہیں ہے۔ نظم

کسے کو ز غیرت برافراخت تیغ ز غیرت بدست آیدش نام و ننگ چنین گفت آن مرد بیدار جنت	سر تیغ را بکدر اندر تیغ ز غیرت مراد خود آرد بچنگ کہ از غیرت آید بکف تاج و تخت
---	---

اور اپنی طرف منسوبہ غیرت یہ ہے کہ اپنے اہل حرم کو چشم نامحرم سے پوشیدہ رکھے اور جو وعصمت و عفت کی محافظت کرے اور عقلاً و شرعاً و عرفاً جو لازم ہو اسکی عادت اختیار کرے تاکہ اسکی برکت سے اہالیان رعیت بھی صلاحیت

سے موصوف رہیں اور فساد سے دور بھاگیں۔ اسی باب میں ایک بزرگ نے  
نصیحت کی ہے۔ مثنوی

عصمتیان را بمقام حلال	جلوہ حرام ست مگر باحلال
دیدہ بہر روئے نباید کشاد	پاے بہر کوئے نباید نہاد
این ہمہ آفت کہ بتن میرسد	از نظر تو بہ شکن میرسد
دیدہ فرو پوش چو در در صفت	تا نشوی تیسر بار اہدفت
ہر کہ بجز حفت حلالیت بود	رخ منما و رہم نہ خالت بود

عامہ ظالمین کی نسبت غیرت یہ ہے کہ جو غیرت اپنے مخدرات کے بارے میں  
رد رکھے وہ تمام مسلمانوں کے اہل حرم سے مرعی رکھے اور اسکی خواہش نہ کرے کہ  
ملا زمان در گاہ کی وجہ سے کسی خاندان کے ناموس پر دھبہ آئے اور مسلمانوں کے  
گناہوں کی تفتیش نہ کرے اور رعایا کے عجوب بقدر امکان پوشیدہ رکھے کیونکہ  
حدیث میں آیا ہے کہ جو شخص مسلمانوں کے عجوب چھپائے خداے عزوجل اُس کے  
عجوب پوشیدہ رکھے گا اور ایک روایت میں ہے کہ اُس کے گناہوں کو دنیا  
اور آخرت میں پوشیدہ رکھتا ہے ۵

مثلاً ہست کہ استرتر اللہ علیک	پردہ کس نہ ری کس نہ پردہ تو
-------------------------------	-----------------------------

اور اپنی حفاظت میں غیرت کا بڑا اہمیت ہے اور کمال غیرت یہ ہے کہ جب کوئی  
کسی کی پناہ اور حفاظت میں آئے تو اسے پناہ دے اور حتی الامکان اسے ضائع  
نہ کرنا چاہیئے۔ عجب میں ایسا ہی دستور تھا اور اب بھی ولایت حجاز میں ہے کہ جب  
کوئی اُنکے زیر سایہ دیوار یا خیمہ آتا ہے تو اسے اپنے جوار میں داخل کر لیتے ہیں بغیر  
اس کے کہ وہ کچھ زبان سے کہے نہ اس کو کسی کو دینے دیتے ہیں اور بہ کثرت  
مال اس میں صرف کرتے ہیں بلکہ اکثر خزانہ جیسی تک نوبت آ جاتی ہے مگر حمایت سے

اپنا ہاتھ نہیں اٹھاتے حتیٰ کہ جانوروں کو بھی اپنی حفاظت میں لے لیتے ہیں جبکہ وہ اُن کے خیمہ یا چراگاہ میں آجاتا ہے۔

حکایت ہے کہ بہرام گورکسی وقت میں نعمان بن منذ کے پاس عرب میں تھا اور نعمان اس کے باپ یزدجرد کے ساتھ تربیت کرتا تھا ایک دن ہرن کے شکار کا قصد کیا۔ ایک ہرن سامنے سے بھاگا اور بہرام گور نے اُس کا تعاقب کیا ہوا گرم ہوئی اور ہرن غایت تشنگی سے بے طاقت ہو کے کسی قبیلہ عرب کے خیموں کے پاس جا نکلا اور قبیلہ نام عرب کے خیمہ میں جا گھسا۔ قبیلہ نے اسے پکڑ کر تکی سے باندھ دیا۔ بہرام اتنے میں پہونچا اور ترکمان پر کھٹکے غور زن ہوا کہ اسے صاحب خانہ میرا شکار بیان آگیا ہے اسے باہر نکالو۔ قبیلہ نے بہرام کو نہ پہچانا اور کہا کہ لے خوشرو جو ان یہ امر موت سے باہر ہے کہ جانور خیمہ میں پناہ لے اور میں شکاری کو پھر واپس دوں کہ وہ مار ڈالے۔ بہرام نے سختی سے طلب کیا تو قبیلہ نے کہا کہ زیادہ گفتگو کی حاجت نہیں جب تک کہ تو اس تیر سے میرا کام تمام نہ کر چکے گا ہرن میں نہ دوں گا اور جس وقت کہ میں مردن گا تو میرے قبیلہ کے لوگ ہرن کے لیے تیری جستجو کریں گے۔ اپنے حال پر رحم کرا اور اس ارادہ سے باز آ اور اگر اس تازی اہسل گھوڑے کو مطلقاً زین و لگام کے ساتھ لینا چاہتا ہے جو خیمہ کے دروازے پر بندھا ہوا ہے تو مجھے دینے میں کچھ تامل نہیں ہے اسے لیکر اپنے مقام پر واپس جا۔ بہرام کو یہ حمایت پسند آئی اور اپنے گھوڑے پر سوار ہو کر ساتھیوں سے جا ملا اور جس دن کہ بہرام تخت سلطنت پر تکیا ہوا ہے قبیلہ کو طلب کر کے اسکی پرورش کی اور عربوں میں اس کا لقب مجیر الغزلان مشہور ہوا یعنی پناہ دہندہ آہوان۔ نظم

نکہ داسر بندازہ کا رنخویش

کسے را کہ آری بز نہارنخویش

بر دانی کار از و در پذیر رصد رصفت ساز دش نگی گاه یکے گوهر شاہوارش کند	بر دی حمایت از و و انگیر یکے نظرہ آرد بدیر یا پیناہ بصد تربیت نامدارش کند
---	---

### بتیسوان باب سیاست کے بیان میں

اور وہ ضبط کرنا اور نظم و نسق کا درست کرنا ہے۔ سیاست دو طرح کی ہے ایک اپنے نفس کی سیاست۔ دوسرے اغیار کی سیاست اپنی سیاست سے مراد اخلاق ذمہ کو دور کرنا ہے اور اوصاف حمیدہ کا حاصل کرنا۔ سیاست غیر کی دو صورتیں ہیں ایک تو خواص و مقربان بارگاہ کی سیاست اور ان کا نظم و نسق اور دوسرے رعایا و عوام الناس کی سیاست۔ صورت اول کا بیان چالیسویں باب میں آئے گا قسم دوم کا یہ حال ہے کہ بدون اور بد فعلوں کو ہمیشہ ہر اسان رکھنا چاہیے اور نیک انتخاب و نیک کرداروں کو امیدوار رکھنا چاہیے۔ بزرگچہر سے لوگوں نے پوچھا کہ کون بادشاہ بزرگ ہے اُسے جواب دیا جس سے بے گناہ امن میں رہیں اور گناہگار اُس کی سیاست چشم سے ترسان رہیں اور اس کا انعام ستی درویشوں پر ہوتا رہے نقل ہے کہ ہوشنگ بادشاہ کہتا تھا کہ خدا کی رحمت نیکوں اور ملحوں پر ہے اور غضب بدوں اور مفسدوں پر میرا قہر لطف سے آمیختہ ہے اور ہیبت شکر و رحمت سے وابستہ ہے ۵

تریاق وز ہر ہر دو مراد چترانہ است  
آن را بدوستان دہم این را بدشمنان

حکمانے کہا ہے کہ دنیا کا مدار کار سیاست پر ہے اور اسے کون و فساد کے نام سے تعبیر کرتے ہیں اگر سیاست نہ ہو تو دنیا کا انتظام کیڑ جائے اور اگر قانون

تا دیب و تغذیب نہ ہو تو اہل جہان کے کاروبار تباہ ہو جائیں۔ قطعہ

از سیاست نظام یا بد ملک	بے سیاست حشل پذیر بود
نسق کا رہاے عالم ما	از سیاسات ناگزیر بود

اگرچہ عروس لاملک الابل العدل۔ دلپذیر ہے مگر اس کو لا عدل الابل سیاست سے چارہ نہیں۔ جو بادشاہ کہ آفتہ الریاست ضعوف سیاست کے مفہوم سے بے خبر ہو جلد ترارکان مملکت تزلزل پذیر ہو جائیں گے اور سلطنت کی بنیاد ناقص ہو جائے گی کیونکہ ملک و ملت کی زینت اور دین و دولت کی مصلحت سیاست میں مضمر ہے۔ قطعہ

تبیغ سیاست است کہ رخسار ملک را	سازد جہان فروز و درخشان چو آفتاب
سحاری سیاست اگر نے مدد کند	گرد جہان ز سیل و جفا و ستم خراب

بغیر شریعت کے قواعد کے کوئی حق اپنے مرکز پر قائم نہیں رہ سکتا اور بغیر ضابطہ سیاست کے نظام عالم ٹھیک نہیں رہ سکتا پس بادشاہوں کی سیاست مقوی شرع ہے اور احکام شرع مروج ملک ہیں۔ قطعہ

سر سبزی نہال سعادت بہ باغ دیہر	بے چشمہ سار شرع مطہر طمع مدار
لیکن زلال چشمہ دین کے شود روان	بے سایہ سیاست شایان کامگار

اور نفس الامر میں مدار ملت دست پر ہے اور قرار مملکت ہاتھ سے ہے۔

اگر تبیغ سیاست سلاطین نبود	در عالم خاک آب خوش کس نخورد
----------------------------	-----------------------------

حدیث میں آیا ہے کہ اگر بادشاہ نہ ہو تو انسان ایک دوسرے کو کھا جائے یعنی لوگ نیست و نابود ہو جائیں۔ مملکت کا انتظام بغیر سیاست کے نہیں ہو سکتا اور شر و فتنہ کا سکون بجز سیاست کے ممکن نہیں حکایت ہے کہ کوئی خلیفہ تبیغ برہنہ اور ملصوف شریعت ہاتھ میں لیے ہوئے منبر پر آیا۔ اثنائے خطبہ میں

کہا اے نیک بند و تمکو یہ کافی ہے یعنی مصحف اور اسے بدکردار و تم کو یہ پس ہے  
یعنی تلوار۔ قطعہ

سیاست آتشى باشد کہ آن را	ز بہر بد سگالان بر منہ و زند
چو ایشان میفروزند آتش ظلم	ہمان بہتر کہ ایشان را بسوزند

طمغاج خان بڑا بادشاہ گذرا ہے جس نے سیاست ملک کا اچھا انتظام کیا  
اور اس کی شمشیر ہیبت نے بیدار و تمکاری کی بنیاد اکھاڑ پھینکی تھی۔ قطعہ

تاخت از بیم قہر او فتنہ	زان سوستی بصد فرنگ
رفت از صیقل سیاست او	زنگ ظلم از رخ جهان دورنگ

ایک دن اس کی خدمت میں کوئی زندا و باش آیا اور پھولوں کا گلہ دستہ لاکر پیش  
کیا۔ بادشاہ نے پوچھا کہ کہاں سے لایا اُس نے جواب دیا کہ پھلوار یون سے  
چین لیا ہے۔ پوچھا کیا تیری پھلوا ری تھی جواب دیا نہیں۔ پوچھا کیا اُس کے  
مالک سے خرید اٹھا اُس نے کہا نہیں اس شہر میں پھول خریدے نہیں جلتے  
اور بہت کم قیمت ہوتے ہیں۔ سلطان نے کچھ دیر تامل کر کے کہا کہ جو بغیر اجازت  
کسی کے باغ میں جائے اور پھول چنے تو پھل بھی بغیر اجازت توڑ سکتا ہے اور  
اس صورت میں تو بڑی بدہنگامی ہوگی لہذا حکم دیا کہ اُس او باش کا ہاتھ کاٹ  
ڈالا جائے مگر اکابرین کی شفاعت سے صرف ایک انگلی کاٹی گئی۔ اسکے بعد  
طمغاج خان رندوں اور بیابانوں کے استیصال کی جانب متوجہ ہوا۔ ایک دن  
اس جماعت نے شہر کے دروازے پر لکھا کہ ہم وہ گیاہ ہیں جو کاٹنے سے اور  
بڑھتے ہیں جب یہ خبر سلطان کو پہونچی تو اُس نے حکم دیا کہ اس کے پہلو میں  
یہ بھی لکھ دو کہ ہم بھی ایسے باغبان ہیں کہ سر اٹھاتے ہی چھانٹتے ہیں۔

ہر خار کہ سر بر زند از گلشن ملک	فی الحال سرش بہ تیغ بر باید داشت
---------------------------------	----------------------------------

زده سیاست اورا راه کاروان بستم

خوش آن چهار یک از رفاه منش  
سر تیغ او کاشین سلطنت را

اور جانتا چاہیے کہ سیاست اس جمعیت کے لیے ہے جو اس کے سزاوار ہوں  
اور وہ گروہ ہے جو آزاد پیشہ اور بداندیشہ اس قدر ہو کہ مارکزدہم کی طرح ان کا  
ضرر عام و خاص خود و بزرگ کو پہونچنے کسی بادشاہ نے ایک حکیم سے پوچھا کہ کون  
شخص سیاست کا سختی ہے جواب دیا کوئی شخص سیاست کا سختی نہیں ہے۔ ہاں  
درندون اور جانورون پر سیاست کرنا چاہیے یعنی درندگان و گزندگان بادشاہ  
نے کہا اس فقرہ کی اور وضاحت کرو۔ اس نے بیان کیا مخلوق ایک ایسی  
جماعت ہے جو غیر محض ہے اور اسے نفع پہونچتا ہے نہ کہ ضرر اوریشل ملائکہ کے  
ہیں۔ دوسری جماعت ایسی بھی ہے جو محض ضرر دہنہ ہے۔ گرگ و پلنگ و مار  
و کزدہم کی طرح ان سے نقصان پہونچتا ہے نہ کہ نفع پس جو لوگ کہ ملکوئی صفات  
ہیں نوع انسان میں افضل ہیں اور جو کہ سیرت و خصلت میں درندون اور



گزندوں کے مساوی ہوں وہ بدترین حیوانات ہیں اور یہ سیاست کے مستحق ہیں نہ کہ آدمی۔ مثنوی

سیاست پسندیدہ باشد جسے	ولیکن نہ گویم کہ باہر کسے
بخور مردم آزار را خون و مال	کہ از مرغ بدکنندہ بہر دبال

حکایت ہے کہ نوشیروان کے عہد میں کسی ظالم نے ایک صنعتی کو طمانچہ مارا وہ نوشیروان کی عدالت میں آکر انصاف خواہ ہوا نوشیروان نے کہا مجرم کی گردن اڑائی جائے کسی مصاحب نے کہا تعجب ہے اسی معمولی خطا پر بادشاہ جان لینے کا حکم دیتا ہے۔ نوشیروان نے کہا غلط کہتے ہو میں آدمیوں کو نہیں مروانا بلکہ سگ و گرگ کو اور مار و کتر دم کو ہلاک کرتا ہوں ۷

کسے کو پیشہ کرد آزار مردم	بمعنی بدترست از مار و کتر دم
---------------------------	------------------------------

حکایت ہے کہ خسرو پرویز نے کسی بزرگ سے پوچھا کہ طبقات خلق میں سے کون طبقہ لائق سیاست ہے۔ اُس نے بیان کیا خلقت کے پانچ طبقہ ہیں اول وہ کہ بذات خود نیک ہیں اور اُن سے خلق کو نفع پہونچتا ہے۔ انکی مدد کرنی چاہیے اور صحبت میں رکھنا چاہیے۔ دوم وہ لوگ جو بذات خود تو نیک ہیں لیکن انکی نیکی کا اثر کسی تک نہیں پہونچتا۔ اُن کو عزیز رکھنا چاہیے اور خیر و نیکی پر ترغیب و تحریص دلائی چاہیے۔ سوم وہ گروہ ہے جو متوسط الحال ہے یعنی اُسے نہ لوگوں کو نفع پہونچتا ہے نہ نقصان نہ اپنی ذات میں خیر رکھتے ہیں نہ شر۔ انکو راہ خیر دکھانی چاہیے اور شر و مناد سے دور انا چاہیے۔ چوتھا وہ گروہ ہے جو بذات خود بد ہے مگر کسی کو بدی نہیں پہونچاتا اُن کو ہمیشہ غار و ذلیل رکھنا چاہیے۔ پانچواں وہ فرقہ ہے کہ خود بد ہے اور اُن کی بدی لوگوں کو پہونچتی ہے۔ اُن کی سیاست کرنی چاہیے اور وعید و تمہید سے کام لینا چاہیے پہلے مارنا پھر قید کرنا پھر قتل کرنا۔ نامناسب ہے

جذبکشتن علاج نتوان کرد	آتش را که حلق از دوسوزند
سیاست سے دوسرا فائدہ یہ ہے کہ فتنہ کی آگ بجھ جاتی ہے۔ جب فتنہ پرداز لوگ دیکھتے ہیں کہ آتش سیاست کی تیز ہے تو کونوں میں چھپتے پھرتے ہیں۔ اور اگر کچھ بھی سیاست میں شمتی کی جائے تو ہزاروں فتنے کھڑے کر دیتے ہیں اور ہر طرف سے شورش کا طور ہوتا ہے۔ نظم	
زند ہرنا کسے لاف ریاست نزدولت را بقا باشندہ دین را بجہ فتنہ رہ دیگر نہ بیند	اگر سلطان نفسہ ماید سیاست بما برہم زندروسے زمین را چو مردم ضبط در کشور نہ بیند
	اسی باب میں یہ قطعہ کہا گیا ہے۔
چہ شور ہا کہ بہ یکدم ز شہر برخیزد ہزار فتنہ چو دستش دہر بر انگیزد	اگر نہ ہیبت شمشیر بادشاہ بود کسے کو دست چپا زدست رست نشناہ
تیتیسوان باب متیقظ و خبرت کے بیان میں	
اور مملکت میں متیقظ بیداری کا نام ہے اور احوال رعایا سے خبرت آگاہی کہلاتی ہے ملوک عادل کی یہ ستمہ عادت ہے کہ معتمد مخبرون کا تقرر کرتے ہیں اور امین و گماشتے مقرر فرماتے ہیں تاکہ خفیہ طور پر تجسس حالات کر کے صحیح خبریں پہونچائیں اور اطلاع کے بعد کوشش کرتے ہیں کہ جو نسل و لغزش بنیاد عقل میں واقع ہوئی ہے اس کی تلافی ہو اور پہلے اس کے خرابی بڑھے اس کا تدارک ہو جائے۔	
از ان پیش کو گف رود اختیار	باول تو ان کرد اصلاح کار
بکثرت ایسے بادشاہ ہو گزرے ہیں جو تبدیل لباس کر کے شہر میں گشت	

کرتے تھے اور رعایا کے حالات خود معلوم کرتے تھے کیونکہ بہت سی خبریں ایسی ہوتی ہیں کہ مقربان بارگاہ نہیں سنتے یا سنتے بھی ہیں تو کسی مصلحت سے بادشاہ تک نہیں پہنچاتے۔ حضرت داؤد علیہ السلام سے منقول ہے کہ رات کو تبدیل لباس کر کے گلی کو چون مین پھرتے تھے اور مسافروں کی طرح ظاہر ہو کر لوگوں سے دریافت کرتے تھے کہ داؤد نے کچھ نقصان تو نہیں پہنچایا۔ کیا انصاف ہے اور اُس کے خدام و ملازمین کا کیا برتاؤ ہے۔ پس اگر کہیں نقص سماعت میں آتا تو فوراً اصلاح کرتے۔ سلطان محمود بھی ایسا ہی کرتے تھے۔ چونکہ یہ صورت خالی از اندیشہ نہیں ہے۔ لہذا عقلاً اور بزرگوں نے مقرر کیا ہے کہ بادشاہ اپنا مقصد نہایت امن مقرر کرے جو بے غرض اور پاک اعتقاد کا ہو اور کسی شخص کو اُس پر اطلاع نہ ہو۔ اُس کی تنخواہ ہمیشہ قرار ہو تاکہ وہ جانفشانی سے فرض منصبی ادا کرے اور نہ کوئی شخص فریب دے سکے۔ اس کو اجازت ہو جس وقت چاہے بادشاہ کے پاس آئے شاید فی الفور اطلاع دینے کے لائق کوئی خبر ہو۔ اس طرح خبری و کلی امور سے بادشاہ خبردار رہے گا اور اعیان و حکام مملکت یہ دیکھ کر اپنا کام انصاف و عدل سے کرینگے اور ناشائستہ افعال نہ سرزد ہوں گے۔ نظم

کزین نقد عالم سب داہتی

کہ درکار عالم بود ہوشمند

چونیکو شاعیست کار آگہی

ز عالم کسے سر بر آرد بلند

حکایت ہے کہ خوارزم میں ایک عادل بادشاہ تھا التعظیم الامراء کا نقش صفحہ خاطر پر لکھا تھا۔ اور الشفقه علی خلق اللہ کا جھنڈا میدان مرحمت میں بلند تھا۔ قطعہ

ز امن اوشده شیر سیہ رفیق شغال

نہ این دراز کند در زمین بدین چنگال

ز عدل اوشده باز سفید جفت کلنگ

نہ آن منہ از برد و بر ہو ابدان چنگل

اس کے عہد حکومت میں کسی کی مجال نہ تھی کہ کھلم کھلا اعمال ناپسندیدہ میں مبتلا ہو مگر ایک امیر دربار میں تھا جس کے قدیمی حقوق بادشاہ پر تھے اور اس کے برابر کسی کو اختیار نہ تھے۔ یہ ظاہر وہ خود سلطان کی اصلاح کرتا تھا مگر خفیہ طور پر شراب نوشی۔ گانے بجانے اور طرح طرح کے فسق و فجور میں مبتلا رہتا تھا۔ کسی میں اس قدر بہت زہنی کہ بادشاہ سے شکایت کرے۔ آخر کو اطلاع ہو گئی مگر بادشاہ نے پسند نہ کیا کہ سب کے سامنے تنبیہ کرے کیونکہ اس طرح وقعت جاتی رہتی جو امرائے دولت سے وابستہ ہے۔ ایک دن امیر کو طلب کیا اور کہا کہ ایک مرغ لادو اس کی پیچ سُرخی ہو۔ بازو کے بال سیاہ ہوں وغیرہ وغیرہ امیر نے عرض کیا کہ میں کوشش کروں گا تین دن کی مہلت ایک تلاش کرنے لگا مگر بے سود چوتھے دن بادشاہ سے اپنی ناکامی بیان کی اور کہا اگر حکم ہو تو دوسرا پرند لادوں بادشاہ نے کہا مجھے تو ایسا ہی پرند مطلوب ہے۔ تعجب ہے کہ باوجود شہر کی حکومت کے تو تلاش نہ کر سکا۔ پھر تین دن کی مہلت لی مگر پتہ نہ چلا۔ آخر کو سلطان نے کہا کہ حالات شہر سے تو بہت بے خبر ہے۔ فلان مقام پر اس طرح کے چار پرند پتھر میں بند ہیں مشرقی بازار کی طرف گزرو۔ جب فلان مسجد کے پاس پہنچو تو ایک محلہ ملے گا اُسکے داہنے بازو ایک گلی ہے اُس کے آگے ایک مکان ہے جسکا دروازہ مغربی سمت ہے۔ دست چپ کی طرف جھوٹا سا ایک کمرہ ہے اُسے کھو لکر اندر داخل ہو تو ایک پیچرہ ملے گا جس پر زرد پردہ پڑا ہوگا۔ امیر پر سنکر حیران ہوا اور قفس کو حاضر کیا۔ بادشاہ نے کہا کہ اہل حکومت کو چاہیے کہ ملک اور شہر کے حالات سے ایسے ہی باخبر رہیں جیسا میں ہوں امیر نے دل میں سوچا کہ بادشاہ جب ایسے حالات سے واقف ہے تو کیا عجب کہ میرے جال سے بھی واقف ہو۔ من بعد اس نے اپنے افعال سے توبہ کی اور راہ راست پر آیا۔ اس سے

معلوم ہوتا ہے کہ سلاطین کا حالات مردم سے آگاہ ہونا نہایت نافع ہے۔ نظم

چنین گفت مرد سخن آفرین کہ ہرگز ہنگام نزع روان جہانی بذات تو وابستہ اند بغفلت کن خواب بیدار باش چو در عمدہ تست عالم تمام	زاخبا رشا بان ایران زمین بخسہ چنین گفت کاے نوجوان بفرمان حکم تو پابستہ اند زا حوال گیتی خبردار باش مشو غافل از کار خود و اسلام
---	--

اور غفلت کا دفع کرنا اس طرح ممکن ہے کہ صاحب خبر لوگوں کا تقرر کیا جائے تاکہ ہر صوبہ کے حالات سے خبردار رہا کریں منصوبہ خلیفہ کتنا تھا کہ مین تین چیزوں کا محتاج ہوں اول ایسے عامل کا جو رعیت کا مال مجھے نہ دے اور میرا مال رعیت پر نہ چھوڑے۔ دوم ایسے کو تو ال کی ضرورت ہے جو مظلوموں کا انصاف کرے اور بے طمع و غرض حکم دیا کرے یہ کہلکہ آہ سرکھینچی اور کہا افسوس ہے۔ لوگوں نے پوچھا تیسرا کون شخص ہے۔ جواب دیا ایسے شخص کی ضرورت ہے جو رعایا کے صحیح حالات مجھ تک پہنچا دیا کرے اور واقعی بات یہ ہے کہ اگر ایسے تین آدمی بادشاہ کو مل جائیں تو سلطنت کا انتظام اچھی طرح سے چلے۔

حکایت ہے کہ آردشیر اس قدر شخص حالات کے درپے تھا کہ ہر روز اپنے ملازمین اور عمال سے کہتا تھا کہ کل رات تھے فلان کام کیا۔ اس سے باتیں کہیں اور وہ کام کیا لوگوں کو تعجب ہوتا تھا اور کہتے تھے کہ بادشاہ کو فرشتے خبر دے جاتے ہیں حالانکہ یہ خبر داری محض جاسوسوں کی بدولت تھی۔ رباعی

صاحب خبر ان امین شاہان باشند ہم بہر جگر ستگر ان نیش زنند	مقبول دل جہان پناہان باشند ہم مرہم ز حنم دادخواہان باشند
---	---

اور اگر بادشاہ کو کوئی خبر بغیر جاسوسوں کے معلوم ہو تو اس کا مقتضی نہیں

ہے کہ فوراً کوئی حکم نافذ کر دے کیونکہ بزرگوں نے کہا ہے کہ بادشاہ کا حکم بمنزلہ  
قضا و قدر کے ہے جو مشیت الہی سے وقوع میں آتا ہے اور اس سے احتراز  
و اجتناب ناممکن ہو جاتا ہے ۵

چونکہ ان قضا و قدر رسد تیرے یقین کہ باز نہ گرد دہنچ تدبیرے

لہذا حکمرانان ملک کے لیے لازمی بات ہے کہ امور مصالح جمہور میں تجویز  
واضح دلائل اور حجت قاطعہ کوئی حکم نہ دین اور جب تک تامل و اسمعان سے  
کوئی پہلو یقین کا نہ پائیوں کسی بات کی اجازت نہ دین حکمائے کہا ہے قطعہ

نہ باشد پسندیدہ شرع و عقل کہ بے بینہ شاہ فرمان دہد  
کہ ہم چون قضاے قضا حکم او گئے جان ستاند گئے جان دہد

اور دوسری شرط یہ ہے کہ محض گمان پر بیگانا ہون کو سیاست نہ کرنی چاہیے  
کیونکہ بہت سے گمان بد نتیجہ ہوتے ہیں چنانچہ خدا فرماتا ہے - اِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ اَثَمٌ  
اَلْاَگْمَانِ پر بے تحقیق و تفتیش حکم دیا جائے اور وہ سراسر خطا پر مبنی ہو تو محل قصہ  
خداوندی کا مستوجب ہے لغو ذبا اللہ من ذلک قطعہ

مکن کس را باندک ظن باطل عقوبت تا پیشانی نیاید  
کہ چون شک از یقین گردد ہویا پشیمان گردی و سودے ندارد

حکایت ہے کہ شہر یار قباد کے عہد حکومت میں ایک شخص جنگل میں گیا۔ دیکھا کہ  
ایک شخص پڑا ہوا ہے۔ سر اس کا علیحدہ ہے اور چھری سینے پر رکھی ہوئی ہے۔ یہ  
حال دیکھ کر وہ شخص غایت تجرے بیہوش ہو گیا۔ اس نے قوت استادان و نے قوت فتن  
اسی اثنائے میں اس صوبہ کا کوئی ملازم ادھر آنکلا اور یہ واقعہ دیکھا فی الفور اس شخص کو گرفتار  
کر کے عدالت میں حاضر کیا اور تمام ماجرا بیان کیا۔ حاکم نے درشت آواز میں پوچھا کہ  
کیون تو نے اس شخص کو قتل کیا اُس نے جواب دیا کہ میں نے قتل نہیں کیا جب

اس جنگل میں پہونچا تو اس کشتہ کو دیکھ کر متحیر و متعجب ہو گیا۔ اس اثنا میں یہ شخص پہونچا اور گرفتار کر لیا۔ میں نہ مقتول کو پہونچا تھا ہوں نہ قاتل کو۔ حاکم نے کہا کہ میرا گمان ہے کہ تو ہی اس کا قاتل ہے اور یہ بیان اپنی رہائی کے لیے کرتا ہے۔ اس بچارہ نے کہا کہ صرف گمان پر حکم نہ دیجیئے۔ کیونکہ حق تعالیٰ فرماتا ہے۔ اِنَّ الظَّنَّ لَا یغْنِیْ عَنْ الْحَقِّ شَیْئًا۔ مگر حاکم نے ایک نہ سنی اور درپر چڑھنے کا حکم دیدیا اور ڈھنڈورا پٹوایا کہ اس شخص نے فلان جنگل میں ایک آدمی مار ڈالا ہے۔ تماشا یوں میں سے ایک جوان نے آگے بڑھ کر جلا کو کام سے روک دیا اور کہا کہ تھہ جب تک کہ میں حاکم تک آجاؤں اور صورت حال بیان کروں کیونکہ یہ شخص بے گناہ ہے اور بیگناہ کا خون بہانا تباہی کی علامت ہے۔ جلا نے کچھ توقف کیا اور وہ جوان حاکم کے پاس حاضر ہوا اور کہا کہ فلان خون ویرانہ میں نے کیا ہے وہ شخص میرا دشمن تھا موقع پاکر میں نے قتل کر دیا اور یہ جوان جو درپر چڑھایا جا رہا ہے اس واقعہ سے بالکل بے خبر ہے۔ حاکم نے تامل کیا اور عہد کیا کہ کچھ دگمان کوئی حکم آئندہ نافذ نہ کروں گا۔ پس اس جوان کو قید کر دیا اور شاہ قباد کو کل حالات سے اطلاع دی۔ قباد نے علما سے اس مقدمہ میں مشورہ کیا اور فیہ ملہ ہوا کہ اس جوان کو بھی قتل نہ کرنا چاہیے کیونکہ اگر اس نے ایک کو مارا ہے تو دوسرے کی زندگی کا سبب ہوا ہے۔ قباد نے اس جوان کو طلب کر کے سارا حال دریافت کیا اور خلعت عطا کر کے آزاد کر دیا اور فرمایا کہ نصائح نامہ میں یہ درج کر لو کہ بادشاہوں کو لازم ہے کہ محض گمان پر کسی کا خون نہ بہائیں۔ قطعہ

سیاستی بہ گمان رسم معدلت نبود	کہ تا یقین نشود خون کسی شاید نیست
بہر دیار کہ حکم از رہ گمان باشد	بہر دوز و دبیاید از ان یا اگر بخشت

حکایت ہے کہ ایک بادشاہ نے اپنے دربار میں تمام لوگوں کو باریابی کی اجازت

وی۔ وضعیج۔ شریف۔ خرد و کلان۔ امیر و غریب سبھی اُس کے دربار میں حاضر تھے۔ مصرع دیدن روئے سلاطین دیدہ روشن میسند + ایک پیر مرثعہ میں کھڑا ہو کر کہنے لگا کہ بادشاہ کی سعادت ملاقات جسے حاصل ہوتی ہے وہ نادر و نفیس تحفہ نذر کے لیے حاضر کرتا ہے لیکن میں بوجہ فلسفی زرو نقرہ کے نذر دینے سے مجبور ہوں مگر ہاں جو اہر حکمت سے ایک گورنمنٹ اور رکھتا ہوں اور چاہتا ہوں کہ اس مجلس میں آئے تبار کر دون۔ بادشاہ نے فرمایا کہ بفضاعت سخن کار و اج بازار میں زیادہ ہے اُسے بیان کر دے پیر مرد نے کہا کہ اے بادشاہ شک اور یقین کے درمیان چار انگل سے زیادہ فاصلہ نہیں ہے جو آنکھ سے دیکھتا ہے وہ یقین رکھتا ہے اور جو کان سے سنا جا اُس کی صحت میں شک و شبہ کو دخلت ہے ممکن ہے کہ باطل ہو مصرع شنیدہ کے بودمانند دیدہ + اور چونکہ بادشاہ کا ہر قسم کا فرمان نافذ العمل ہوتا ہے لہذا جس مقدمہ میں حکم دیا جائے چاہیے کہ اس میں درجہ یقین حاصل ہو نہ کہ ازراہ گمان۔ اگر ناگاہ وہ گمان مرتفع ہو جائے اور یقین نوع دیگر کا ہو یہ سبب دنیا کی بدنامی اور آخرت میں وبال کا ہے۔ بادشاہ نے اُس کی تعریف کی اور اس نصیحت کو اپنا دستور العمل بنایا۔ نظم

ہر حکم کہ از سر یقین است	آراکش ملک وزیر دین ست
حکمی کہ بناش بر گمان ست	آشوب دل و زبان جان ست
کسی حکیم سے لوگوں نے پوچھا کہ بادشاہوں کی غفلت کا کیا سبب ہے۔ جواب دیا تین سبب ہیں جو بادشاہ کو مملکت و رعیت سے بے خبر کر دیتے ہیں۔ اول شہوت پرستی اور خواہش نفسانی کی پیروی کہ جو شخص اس سودا میں گرفتار ہو گیا وہ کسی کی پرواہ نہیں رکھتا۔	
ہر کہ از سودا شے شہوت ست شد	کار او کی بارگی از دست شد



مشہور رہے کہ کسی نے اسکندر سے پوچھا کہ تو بکثرت عورتوں کو نکاح میں کیوں نہیں لاتا تاکہ زیادہ بچے پیدا ہوں اور تیری یاد کا صفحہ دینا پر باقی رہے اُس نے جواب دیا میری یاد کا رعدل و نیکنامی ہے۔ اگر شہوت غالب آجائے تو بالآخر عورتوں کا تیری بینا پڑے گا۔ دوسرا سبب حرص و آنہ ہے بادشاہوں کی کوئی صفت ناپسندیدہ حرص مال سے بڑھ کر نہیں ہے کیونکہ حرص مال کے جمع کرنے میں حرام و حلال کی پروا نہیں رکھتا اور ملک و رعیت کا غم نہیں کھاتا بلکہ یہ بھی نہیں چاہتا کہ کسی اور کے پاس مال و دولت ہو۔ سب اپنے ہی لیے چاہتا ہے پھر بھی آسودہ نہیں ہوتا۔

کا سہ چشم حرلیان پر نش	تا صدق قانع نشد پر در نشد
------------------------	---------------------------

حکایت ہے کہ کسی زاہد نے ایک بادشاہ کو نصیحت کی کہ رعیت تو انگریز اور دہلی مند ہے اور تو انہیں کی بدولت تو مالدار ہوتا ہے۔ پس اگر رعیت سے بہت سا مال حاصل کرے گا تو رعایا محتاج ہو جائے گی اور اُس وقت تو محتاجوں کا بادشاہ کہلائے گا حکیم فردوسی نے کہا ہے مثنوی

اگر بادشاہ راے گنج آورد	دل زبردستان برنج آورد
چوناکام باید بدشمن سپرد	پس آن رنج را باد باید شمرد

کسی بادشاہ سے امراء دولت نے کہا کہ رعیت سے خراج کثیر حاصل کر کے خزانہ کو بھرنا چاہیے۔ اُس نے جواب دیا رعیت سے بہتر کوئی خزانہ نہیں ہے جس وقت میں چاہوں گا اس خزانہ سے مال حاصل کروں گا۔ تیسرا سبب غفلت شراب نوشی اور ملاہی و ملاعب میں مشغول ہونا ہے۔ بادشاہ کو چاہیے کہ مستی سے پرہیز کرے۔ کیونکہ جب مست ہوگا تو ملک و مال سے بے خبر ہوگا اور اُسے خافل پاکر ملازمین حسب منشا کارروائی کریں گے۔

یخبر آن مرد کہ چیزے چشید	کش قلم بخیر دے در کشید
--------------------------	------------------------

اکثر ایسا ہوتا ہے کہ حالت سستی میں اسی صورت میں واقع ہو جاتی ہیں اور اس قدر نقصان پہنچتا ہے کہ ہشیاری میں اسکی تلافی نہیں ہو سکتی قطعہ

شاہ را در سلطنت آئین ہشیاری خوش است	مست بودن نیست اب پیشہ ارباب ملک
پاسبان را خواب لائق نیست بیداری خوش	شاہ باشد پاسبان ملک مستی خواب خوش

الحمد للہ کہ شہزادہ کامگار نے حسب منشا کے کلام اللہ تو بوالہی اللہ توبہ نصوحا، عالم توبہ میں قدم رکھا ہو اور باب استغفار استغفر لذنبک کی کنجی سے کھول دیا ہے اور مضمون اینبو الی بکم کو خوش آمد کہاہے اور ساعشر اب کو ٹپک کر کلمہ استغفر اللہ پڑھنا شروع کیا ہے اور بوعده و مقوم برہم شرابا بطور ا۔ شراب سے ہاتھ کھینچ لیا۔ اب اس مجلس عالی میں بجائے میخواروں کے شور و شغب کے دینداروں کی دعا ہوتی ہے اور مستوں کے ہاتھوں کے نغمہ نگیر و تمیل ہے ۵

بجائے نغمہ نے صورت و کش حفاظ	بجائے جڑے سے بادہ محبت دوست
------------------------------	-----------------------------

حق تعالیٰ توبہ کی برکت سے آپ کو ہمیشہ کامیاب رکھے قطعہ

ابو المحسن آن خسرو نامدار	کہ نازد بدو مسند سردری
چو در معدلت ثانی سنجہ مست	بدو داد حق مملکت سنجری

### بیچوتیسواں باب فراست کے بیان میں

۱۔ اور وہ حکومت کے لیے شرط کلی ہے اور اہل اختیار پر واجب ہے کہ ہر ایک معاملہ کی سابقہ اور موجودہ حالت کو بہ نظر بصیرت و کھین اگر وہ واقعہ بغایت روشن اور واضح ہو تو جو کچھ کہ عدل و شرع کا تقاضی ہو حکم دین اور اگر اس کے عقی پہلو بخوبی ظاہر نہیں ہیں تو نور فراست سے اُسپر غور کرنا چاہیے اور ناقلاں محسن پر اعمتاد نہ کرنا چاہیے بزرگوں نے کہا ہے کہ حکومت کی زپیالی بیش زیور فراست سے ہے

حکایت ہے کہ دو پیر زن حضرت سلیمان کے روبرو حاضر ہوئیں اور ایک بچہ پر ہر ایک نے دعویٰ کیا کہ میرا لڑکا ہے مگر دونوں ثبوت سے عاجز تھیں حضرت سلیمان نے فرمایا کہ لڑکے کے دو حصہ تلوار سے کر کے نصف نصف دونوں میں تقسیم کر دو جب تلوار منگائی گئی تو ایک ضعیفہ بیکرا ہوئی اور رو کر کہا کہ میں اپنے حق سے درگزی اسے نہ ماروں مگر دوسری ضعیفہ پر کچھ اثر نہ ہوا حضرت سلیمان نے پہلی ضعیفہ کو لڑکا دلوا دیا کیونکہ فراست کا یہی اقتضا تھا کہ شفقت ماری کی وجہ سے وہ عورت بیکرا ہو گئی تھی۔ فراست ایک نور ہے جسے حق تعالیٰ نے اپنے بندے کو عطا فرمایا ہے۔ چنانچہ اس حدیث کا مضمون یہی بتاتا ہے "الْقَوَا فِرَاسْتِ الْمَوْمِنِ فَاَنَّهُ يَنْظُرُ بِنُورِ اسْتِدْیَاعٍ" یعنی بچہ مومن کی فراست سے کیونکہ وہ دیکھتا ہے نور خدا سے پس کوئی بات اُس پر پوشیدہ نہیں رہتی اور مفسرین نے اس آیت کی تفسیر میں "اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰیَاتٍ لِّمَنْ سَمِعَ" "توہ کو فراست سے کم درجہ کا ظاہر کیا ہے۔ فراست کی دو قسمیں ہیں۔ ایک فراست شرعی اور دوسری فراست حکمی۔ فراست شرعی سے مراد یہ ہے کہ تصفیۂ قلب اور تزکیۂ نفس کی وجہ سے حجاب قلب چشم بصیرت سے اُٹھ جائے تاکہ مومن نور یقین سے بینا ہو اور جسے دیکھے فراست حقیقی سے اُس کے حالات پر مطلع ہو جائے۔

بلکہ کہ از دور نامت بشنوند	برہم حالات تو واقف شوند
----------------------------	-------------------------

اخبار میں آیا ہے کہ امام شافعیؒ کو امام محمدؒ حرم کعبہ کے سامنے بیٹھے ہوئے تھے ایک آدمی مسجد کے دروازے سے اندر داخل ہوا امام شافعیؒ نے کہا کہ یہ آدمی بڑھی معلوم ہوتا ہے اور امام محمدؒ نے کہا لو مار ہے۔ الفرص بلا کر پوچھا کہ تیرا کیا پیشہ ہے اُس نے جواب دیا پہلے آہنگر تھا اور اب بڑھئی کا پیشہ کرتا ہوں اسے دونوں اصحاب کی فراست معلوم ہوتی ہے۔ قطعہ

ہر دل کہ منظرِ نظر کبریا بود	پیوستہ جلوہ گاہ کمالِ فراست
گواہی نہ بصیقلِ تجرید پاک ساز	آرزو کہ آرزوے جمالِ فراست

حکایت ہے کہ خواجہ بزرگوار قطب الاخیار خواجہ عبدالخالق عجد دانی ایک دن اپنی مجلس میں معرفت کا بیان کر رہے تھے۔ ناگاہ ایک جوان مجلس میں داخل ہوا۔ زائدوں کی طرح خرقہ جسم پر اور قالین کندھے پر تھی۔ ایک کوٹے میں بیٹھا اور حقوڑی دیر کے بعد اٹھ کر کہا کہ حضرت رسالت مآب نے فرمایا ہے۔ "أَقْوَا فَرَسَ الْمُؤْمِنِ نَانَةٌ يَنْظُرُ بِنُورِ اللَّهِ"، اس حدیث کا کیا منشا ہے خواجہ نے فرمایا کہ اسکا منشا یہ ہے کہ زنا ر توڑ ڈالو اور ایمان لاؤ۔ جوان نے کہا نفوذ باللہ جو میرے پاس زنا رہو خواجہ نے ایک نام دم کو اشارہ کیا کہ اس کا خرقہ اُتار لے۔ اُس نے اُتارا تو نیچے زنا رہی ۔

ضمیر ہی کہ آن روشن ست از غبار	شود نقش غیبی در دوا شکار
-------------------------------	--------------------------

جوان فی الفور زنا ر توڑ ڈال کر ایمان لایا۔ خواجہ نے فرمایا اے دوستو اس جدید عہد کی سوافقت میں آؤ سب لکھ پو شیدہ زنا ر کو توڑ دو۔ اہل مجلس میں ایک شور مچا ہوا اور سب نے خواجہ کے قدم پر گر کر عہد کی تجدید کی۔ مثنوی

توبہ باشد چون پشیمان آمدن	بر در حق نومسلمان آمدن
عام را توبہ ز کار بد بود	خاص را توبہ ز دید خود بود
گفت پیری کا نذرین رہ پیشو است	توبہ کن از ہر چہ آن غیر خدا است

دوسری قسم فراست حکمی یہ ہے کہ حکمائے تجربہ سے اُسے دریافت کیا ہے اور شکل و ہیئت سے معلوم کیا ہے اور غالب حصہ اس کا صحیح ہوتا ہے۔ نو شیردان کے لیے حکمائے موجودہ نے فراست کے متعلق ایک رسالہ لکھا تھا جس کو وہ مطالعہ میں رکھتا تھا اور غالب حصہ اس کا صحیح ہوتا تھا اور اسی

کے موافق احکام نافذ کرتا تھا۔ حکایت ہے کہ ایک کوتاہ قامت مجلس میں اگر فریادی ہوا اور کہا کہ میں ستم رسیدہ آدمی ہوں نوشیروان نے کہا تو جھوٹ بولتا ہے کیونکہ علم فراست کی رو سے کوتاہ قامت شخص حیلہ و فریب میں یکتا ہوتا ہے پس توبیداد اگر ہے۔ نہ کہ ستم رسیدہ تغیش حالات سے اُس کی تحقیق بھی ہو گئی ۵

فراست دیدہ دل سے کشاید | ہر آن حالے کہ باشد رونماید

تو ایخ میں مذکور ہے کہ دوسری بار مجلس نوشیروان میں ایک اور کوتاہ قامت دادخواہ ہوا اور کہا کہ مجھ پر ظلم ہوا ہے۔ نوشیروان نے اُسے جھوٹ بتایا۔ اُس نے کہا اے بادشاہ جس نے مجھ پر ظلم کیا ہے وہ مجھ سے بھی زیادہ کوتاہ قد ہے۔ نوشیروان یہ سنکر مسکرایا اور اُس کے مقدمے میں ایک انصاف کیا۔ حضرت مرشد صدانی میر سید علی ہمدانی نے کتاب ذخیرۃ الملوک میں ایک فصل قائم کر کے فراست کے متعلق اقوال حکما درج کیے ہیں۔ میں نے مناسب سمجھا کہ اُسے درج کروں تاکہ سلاطین کے لیے ایک دستور العمل ہو اور امام کی برکت سے اس کتاب کی

زیب و زینت ہو ۵

دستہ نکل چو برگیا بندند | زیور دیگر شن بقیہ نژاد

جاننا چاہیے کہ حکما نے اپنے مقالات میں تحریر کیا ہے کہ مفرد سفید رنگ یانیلی اور سبز آنکھ دلیل ہے کہ ایسا شخص سخت رو۔ بے شرم خائن۔ مناسق ضعیف العقل۔ رکیک الرے ہوگا اور اگر ان علامات کے ساتھ ٹھوڑی باریک ہو دوڑھی کے بال نہ نکلے ہوں تیز نظر فراخ پیشانی ہو اور سر پر بکثرت بال ہوں تو حکما کہتے ہیں کہ ایسے شخص سے پرہیز کرنا لازمی ہے کیونکہ وہ مارا لٹی سے بھی بدتر ہے بال سے قیافہ کے بارے میں کہتے ہیں کہ اگر بال سخت اور مائل بسرخی ہوں تو یہ شجاعت اور صحت دماغ کی علامت ہے اور مو سے نرم

بزدل اور خوف کی علامت ہے اور برودت و مانع و کم فہمی کی علامت ہے۔  
 اگر شانے اور کان میں زیادہ بال ہوں تو یہ جرات اور حماقت کی علامت ہو  
 سینہ و شکم پر زیادہ بال ہونا وحشت طبع - کند فہمی - میلان ظلم کی دلیل ہے سدر  
 بال حماقت کا نشان ہے اور ایسا شخص زود خشم ہوگا۔ سیاہ بال عقل و ادراک  
 کی علامت ہے اور کچھ سرخ و سیاہ بال معتدل صفات کی دلیل ہیں۔ پیشانی  
 کے بارے میں لکھا ہے کہ اگر کشادہ ہو اور اُس پر خطوط اور شکن نہ ہو تو یہ علامت  
 ہے خصوصیت - حماقت - لاف و کزاف کی اور باریک و نحیف پیشانی فرومایگی  
 عاجزی کی نشانی ہے متوسط پیشانی جس پر تسکین چڑی ہوں صدق محبت - فہم  
 ہشیاری اور تہدیر کا نشان ہے اور بڑا کان جہل پر دلیل ہے لیکن ایسا شخص  
 قوی حافظہ اور تند خو ہوگا۔ چھوٹا کان احمق اور دزدی کی علامت ہے اور معتدل  
 کان نشان اعتدال صفات ہے اور ابرو میں زیادہ بال ہوں تو یہ درشتی کی  
 علامت ہے کینٹی تک اگر ابرو کشیدہ ہو تو لاف و تکبر کی علامت ہے اور سیاہ  
 و متوسط ابرو فہم و دیانت کی نشانی ہے اور بدترین آنکھ نیلی ہوتی ہے۔ بڑی آنکھ  
 تیز نظر - خیانت - بے جانی - کاہلی کی علامت ہے۔ سکون اور قلت حرکت چشم  
 نادانی اور کم فہمی کی علامت ہے اور سرعت حرکت چشم اور تیزی نظر حیلہ و مکر کی علامت  
 ہے۔ سرخی چشم دلیری کی علامت ہے اور اگر پتلی کے گرد زرد نقطے ہوں تو فتنہ انگیزی  
 کا نشان ہے چشم متوسط نہایت بڑی نہایت چھوٹی نہ زیادہ سرخ نہ سیاہ فہم و  
 راستی و دیانت کی علامت ہے۔ ناک اگر باریک ہو تو چرب زبانی اور نرمی کی  
 علامت ہے بڑھی ناک شجاعت کی دلیل ہے۔ چوڑی ناک شہوت اور دوستی  
 کی علامت ہے۔ ناک کے سوراخ اگر چوڑے ہوں تو بغضب کی علامت ہے  
 گندگی میان بینی اور فراخی درو و غلوئی اور درشتی کی علامت ہے متوسط ناک

فہم و عقل کی نشانی ہے۔ فراغ دہنی اسے صواب و شجاعت کی نشانی ہے۔  
 موٹے لب حماقت کے نشان ہیں۔ معتدل لب سرخی مائل اسے صواب کی  
 علامت ہے اور ٹیڑھے دانت مکر و حیلہ اور خیانت کی علامت ہیں کشادہ اور  
 ہموار دانت عدالت و امانت و تدبیر کی علامت ہیں۔ بھرا اور چھوٹا ہوا رخسارہ  
 نشان جہل و درشت خوئی ہے اور زردی رخسارہ خست باطن اور قبح سیرت کی  
 دلیل ہے اور متوسط نشان اعتدال ہے۔ آواز بلند و سخت شجاعت کی دلیل  
 ہے آواز باریک توہم و بدگمانی کی نشانی ہے اور آواز معتدل حسن کفایت و تدبیر  
 ہی کی علامت ہے اگر ناک سے آواز نکلے تو حماقت اور کبر کی دلیل ہے۔ آہستہ  
 بات کرنا خوبی کی نشانی ہے بحالت گفتگو ہاتھ کی حرکت زیر کی و تدبیر کی علامت  
 ہے کوتاہ گردن نشان مکر و خست ہے۔ گردن دراز باریک بزدلی اور حماقت  
 کی نشانی ہے۔ موٹی گردن نشان جہل ہے متوسط گردن صدق و عدل و تدبیر  
 کی علامت ہے۔ بڑا پیٹ نشان جہل و خاست و حق و حین و خندہ ہے۔  
 لطافت شکم و سینہ حسن اسے اور صفائی عقل پر دلیل ہے۔ پشت اور مونڈھے  
 کی چوڑائی شجاعت اور خفت عقل کی دلیل ہے اور لاغری نشان قبح سیرت اور  
 سوئے مذہب ہے۔ دراز آنکھیاں اور غصیلی زیر کی کی علامت ہے اور بڑی  
 کی موٹی پنڈلی نادانی اور سخت روی کی علامت ہے اور معتدل اعتدال کی نشانی  
 ہے۔ اسی قدر علامت فراست ایک عقلمند کے لیے احوال خلق کے تفرس میں  
 ضروری ہیں۔ یہاں تک صاحب ذخیرہ کا بیان تھا اور اس باب میں یہ ضروری  
 بات ہے کہ مذکورہ اوصاف آن عوام الناس کے لیے ہے جو تبدیل اخلاق  
 اور صفات بہیمیہ میں انسانیت کے مرتبہ پر نہ پہنچے ہوں۔ اور اگر کوئی شخص  
 ریاضت و تفتین سے اپنے اخلاق درست کرے اور علم و فضل سے صلاحیت

پیدا کرے تو باوجود ان اوصاف کے پائے جانے کے بھی حکم خراب نہ لگانا چاہیے  
 حالات اہل یونان میں مذکور ہے کہ حکیم افلاطون ایک کوہ کی چوٹی پر رہتا تھا اور  
 چڑھنے کی صرف ایک راہ تھی سر راہ ایک مصور بٹھایا تھا جو آتا اُسکی تصویر کھینچ کر  
 افلاطون کے سامنے پیش کرتا اگر وہ اجازت دیتا تو جانے دیتا ورنہ نہیں چنانچہ  
 ایک دن کوئی بڑا شخص افلاطون سے ملنے کو آیا۔ اُسکی تصویر دیکھ کر افلاطون نے  
 ملنے سے انکار کیا مگر اس شخص نے کہلا بھیجا کہ جو حالات میرے آپ نے معلوم کیے  
 ہیں وہ صحیح ہیں مگر ریاضت سے میں نے اسکا علاج کیا ہے حکیم نے طلب کیا  
 اور اپنی صحبت میں اُسکو بٹھایا پس بنائے کار تمام تر دلائل فراست پر نہ رکھنا  
 چاہیے اور اپنے ذہن و دکا سے تصرفات کرنا چاہیے اور فیض الہام ربانی سے  
 مستمع ہونا چاہیے۔ قطعہ

فیض الہام میرے سر سے نازل  
 ہر کر انور اوست راہ نماے

بر دل پاک اہل دولت و دین  
 در رہ حق غلط سخا ہد کرد

### پننتیسواں باب اخفائے راز کے بیان میں

آداب ملک داری میں ایک اخفائے راز بھی ہے اور امور ملکی کے اظہار  
 میں بیشمار خطرات ہیں۔ اخبار میں آیا ہے کہ حضرت رسالت پناہی نے بعض سفر  
 کے بیان میں تو یہ کیا ہے کہ ارادہ کسی طرف کا ظاہر کیا مگر وقت پر کہیں اور  
 تشریف لے گئے اکابرین سلف کا یہی طریقہ تھا خصوصاً بحالت جنگ دشمنی

کہ کس رہ نیا بد بر اسرار تو  
 در غیمہ گویند و در غرب داشت  
 بجز تو ترا محرم راز نیست

چنین باید آئین کردار تو  
 سکندر کہ با شرقیان حرب داشت  
 درین کار کس با تو انباز نیست



اگر خبر تو داند کہ رے تو چیست	بران رے و دانش باید گریست
<p>اس باب میں یہ قول مشہور ہے اُسٹرڈ ہبک و ذہابک و ذہابک تین چیزوں کو پوشیدہ رکھنا چاہیے اول سفر کو یعنی مقصد و راہ سے کسی کو خبر نہ کرنا چاہیے کیونکہ دشمن اپنی تدبیر میں مصروف ہوگا دوم دین و معتقدات کو نہ بیان کرنا چاہیے کہ چغلی خور اور حسود بے شمار ہیں سوم اپنے مال کو چھپانا چاہیے کیونکہ اہل طمع بے شمار ہیں بلکہ ہر ایک راز مخفی بہتر ہے کیونکہ دنیا میں محرم اسرار لوگ کستہ رہیں غنومی</p>	

منہ تر خود با کسے در میان	کہ محرم نہ بینی ز اہل جہان
بگشتم در اطراف عالم بسے	نہ دیدم زیا را نہ محرم کسے
<p>حکمانے کہا ہے کہ آدمی کا مافی الضمیر دو صورتوں سے خالی نہیں یا نشان نعمت ہے یا بیان محنت یہ ہر دو لائق پوشیدگی ہے اگر عطاے نعمت ہے تو اُسے چھپانا چاہیے کہ چشم حسود اپنا کام نہ کرے اور اہل عالم کی طمع سے محفوظ رہے اور اگر مصائب زمانہ ہیں تو اس لیے چھپانا چاہیے کہ دوستوں کو ملال نہ ہو اور دشمنوں کو شہادت کا موقع نہ ملے اسی باب میں کہاہے قطعہ</p>	

تا تو انی سر خود با کس نکوی	زانکہ آن سر شادی آرد یا ملال
اگر غمی باشد شود دہا ملول	و ربود شادی رسد عین الکمال
پس درون خلوت ساز خویش	بچکس را مدہ در پہچ حال

کسی نے ایک حکیم سے پوچھا کہ اگر کوئی راز دل میں کھٹکتا ہو اور کسی سے حفاظت و بھلائی کے لیے کہا جائے تو کیسا ہے جواب دیا جب تک اس راز سے تجھے سروکار ہے اور خود اس کی حفاظت نہ کر سکے تو ایسے شخص سے بیان کر کہ جس کو اس معاملہ سے کچھ تعلق نہ ہو تاکہ وہ اس راز کو منکر کسی سے نہ کہے ۵

بار اگر نہ کشد مرغ از بار خود	چون تو نتوانی کشیدن بار خود
<p>حکایت ہے کہ اسکندر نے اپنا کوئی راز ظاہر کر دیا اور اُس شخص سے محافظت کا وعدہ لے لیا تھا۔ اُس شخص نے وہ راز کسی سے بیان کر دیا اور اسکندر کو معلوم ہو گیا تو حکیم بلیناس سے دریافت کیا کہ جو شخص کسی کا راز فاش کرے اُس کی کیا سزا ہے۔ حکیم نے کہا کہ اس سوال کی اور تشریح کرو۔ اسکندر نے کہا کہ میں نے فلاں شخص سے اپنا راز بیان کیا تھا اور وعدہ لے لیا تھا مگر اُس نے افشا کر دیا۔ حکیم نے جواب دیا کہ جب تو اپنے راز کا بار خود نہ اٹھا سکا تو دوسرے کو کیا ملامت کی جائے۔ قطعہ</p>	<p>سرخو در اہم تو محرم شو کہ محرم یافتہ است دوستی بیکروے و یکدل حستم از پیر خرد</p>
<p>بہم خود باش خود زیر اکہ بہم یافت نیست آگفت بگذر کا پنچہ می خواہی ب عالم یافت نیست</p>	<p>چھتیسواں باب اعتناء فرصت و طلب نیل نامی کے بیان میں</p>
<p>عقلا اور اصحاب خبر پر پوشیدہ نہیں ہے کہ عمر غزیر برق آسا گزر جاتی ہے اور اوقات زندگی گانی موج بحر کی طرح ناپائدار ہے جو وقت کہ گزرتا ہے جو ہر بے بدل ہو سکتی قیمت پہچانی چاہیے اور جو فرصت کہ ملتی ہے غنیمت لے عوض ہے اُسے ضائع نہ کرنا چاہیے۔</p>	<p>دیکھ می گزرد زان نشان مجوی دگر   چہر اکہ ایلمچی عمر بے نشان گزرد</p>
<p>زندگانی کا جو حصہ گزر گیا اُس کی واپسی ناممکن ہے اور جو باقی ہے وہ پردہ غیب میں مخفی ہے۔ ماضی و مستقبل کے درمیان کچھ وقت ہے جسے حال کہتے ہیں۔ اپنی عمر اسی وقت کے لیے جانی چاہیے اور اپنا کام اسی وقت کرنا چاہیے۔ قطعہ</p>	<p>فرصت غنیمت است غنیمت شمار عمر   زان پیش کو برون و داز دست ناگهان</p>

دانا بمرغود نہ کست تکیہ بر جہان	دل بر زمانہ کے نندہ آن کس کہ عاقلست
پس اس گزرنده روزگار اور اوقات ناپائدار میں صاحب دولت وہ شخص ہے جس کے اظہار کمرست و آثار محنت کا نیک ذکر بطور یادگار باقی ہے کیونکہ حیات باقی نیکنامی کا دوسرا نام ہے۔ قطعہ	
باقی بہ ذکر خیر بود نام آدمی چون عاقبت فناست سر انجام آدمی نام نکوست حامل ایام آدمی	اے طالبِ خلود و بقا دوامِ عمر پیچِ ست قدر شومست مالِ مٹاؤ ہر چند ذکر می کنم از ہر چہ در جہان
حکایت ہے کہ بادشاہ کی مجلس میں کسی درویش کی حضار نے بڑی تعریف کی اور اُس کے فضل و کمال کو بے انتہا سراہا حتیٰ کہ بادشاہ کو بھی اُس سے ملنے کا شوق پیدا ہوا اور فی الفور اُس کے حاضر کرنے کا حکم دیدیا وہ درویش مجلس شاہی میں حاضر ہوا اور اُسے سلام کے بعد کہا کہ بادشاہ ہزار برس تک سلامت ہے بادشاہ نے کہا پہلے ہی بار تو نے بحال مرکی و عادی جس سے تیرا فضل و کمال معلوم ہوتا ہے۔ اس نے جواب دیا کہ انسان کی حیات صرف بقائے جسم ہی تک منحصر نہیں ہے یہ تو سمجھی جانتے ہیں کہ ہزار برس تک کوئی نہیں جیتا مگر حیات نام نکو دوسری زندگی ہے اور یہی میرا منشا تھا کہ نیکنامی آپ کی ہزاروں برس تک صفحہ روزگار پر باقی رہے۔ قطعہ	
پس از گردش بزرگان زندہ دند اگرچہ زندہ باشد مردہ خوانند	کسے کو شد بنام نیک مشہور ولے آن را کہ فعل ست بنام
اور یہ شعر بھی اسی باب میں کہا گیا ہے ۵	
سعدیامرد نکو نام نہیں دہر گز مردہ آنست کہ ناستش بہ نکوئی نبرند	

ایک بزرگ نے اپنے رسالہ میں بیان کیا ہے کہ اگرچہ ایوان کسریٰ کی رفعت و مرتبت شہرہ آفاق ہے لیکن تعجب نہ کنگرہ کی بلندی پر ہے نہ جالی اور غرنہ کی خوبی پر کیونکہ چند اینٹوں کا جمانا اور اُکھٹنا چند ان دشوار کام نہیں ہے منظر عقل یہ ہے کہ ایک گوشہ رنگ میں پیرزن کا جھوٹا باقی رہا۔ یہ ماجرایون ہے کہ جب ایوان کسریٰ بنکر تیار ہوا اور محلات و جھروکے تمام کو پہنچے تو نوشیروان نے حکماً کی ایک جماعت کو حکم دیا کہ غور سے معائنہ کرو اور اگر کوئی نقص اس ایوان میں نظر آئے تو بتاؤ اس کا انتظام کیا جائے۔ اُن لوگوں نے اطراف و جانب کو دیکھ کر بادشاہ سے عرض کیا کہ اس ایوان کی بلندی برج جو اسے ٹکڑے کھاتی ہے اور اس کے کنگرہ کا پائے عرش ایوان زلزل پر قائم ہے۔ قطعہ

چنین بناے ہایون فلک ندید بچشم	چنین عمارت عالی جان نداد یاد
نخست ہارگر اقبال باز کرد و ریش	دری ز خلد بروی جهانیاں بکشد

کوئی نقص و خرابی اس محل میں نہیں ہے مگر فلان گوشہ کی طرف ایک مختصر سا جھوٹا ہے اُس کے روزن سے دھواں اُٹھتا ہے اور دیوار کو سیاہ کر دیتا ہے اگر اسکا انتظام ہو جائے تو نہایت مناسب ہے اور اس وجہ کا شانابادشاہ کے لیے نہایت ضروری ہے۔ بادشاہ نے جواب دیا کہ یہ جھوٹا ایک پیرزن کی ملکیت ہے جس نے اپنی تمام عمر اسی میں گزاری ہے جب اس ایوان کی بنیاد ڈالی گئی اور معماروں نے اس کا نقشہ کھینچا تو اس جھوٹے کی وجہ سے بنیاد ناہموار تھی۔ میں نے پیرزن کو پیغام دیا کہ اس جھوٹے کو میں قیمت پر چاہے میرے ہاتھ فروخت کر دے یا بجائے اس کے دوسرا اچھا مکان دوں۔ پیرزن نے جواب دیا کہ میں اسی گھر میں پیدا ہوئی اور اسی سے مانوس ہوں۔ اتنے بڑے تیرے ملک کو میں دیکھ سکتی ہوں مگر تو میرے اس حقیر آشیانہ کو نہیں دیکھ سکتا

میں اُس کے جواب سے متاثر ہوا اور پھر کچھ نہ کہا جب عمارت تیار ہوئی تو دھوئیں سے دیوار سیاہ ہونے لگی میں نے دریافت کرایا کہ دھواں کیوں کرتی ہے۔ اسے جواب دیا کہ کھانا پکاتی ہوں۔ میں نے کچھ نہ کہا اور ایک خوان لذیذ غذا اور مرغ بریان سے آراستہ کر کے اُس کے پاس روانہ کر دیا اور کہلا بھیجا کہ اس خوان کو روز تیرے لیے میں بھیجا کروں گا تو جھوٹے میں آگ نہ جلا کہ اس سے عمل کی دیوار سیاہ ہوتی ہے اس نے جواب دیا کہ دنیا میں اس قدر فاقہ کش اور بھوکے اپنی حالت پر آنسو بہانے والے لوگ ہیں کہ میں بھٹنے ہوئے مرغ کو نہیں کھا سکتی۔ اپنے خالق سے ڈرتی ہوں کہ ستر سال تک تو نان جوین حلال کمائی سے کھا کر بسر کی اور اب مرغ بریان اور لذیذ کھانے چکھوں۔ تو میرے کلبہ احزان کو درگزر کر کہ یہ ایوان عدل کی زینت ہے۔ جب امر اذکھین گے کہ تو نے کمال عدالت سے اس جھوٹے کو ہاتھ نہیں لگایا تو اہلک رعایا پر وہ بھی دست تصرف دراز نہ کریں گے دوسرے یہ کہ تیرا ایوان مدت مدید تک باقی نہ رہے گا اور میرے گھر کا قصہ مدت دراز تک صفحہ روزگار پر باقی رہے گا میں نے اس کے جواب کو پسند کیا اور اسکی ہمسائیگی پر راضی ہوا۔

حکایت ہے کہ ایک پیرزن کے پاس ایک لاغر اور چھوٹی ٹسی گائے تھی ہر صبح کو اُسے جنگل میں لے جاتی اور شام کو گھر واپس لاتی اور دونوں وقت ایوان کسری کے سامنے جو فرش مکلف بچھا رہتا تھا اُس پر سے فرش وندتی ہوئی گائے کو لیجاتی۔ ایک دن کسی نے کہا کہ اے پیرزن یہ حرکت نہ کر اس سے بادشاہ کی آبرو بگڑتی ہے اور رعب و داب پر حرف آتا ہے۔ اُسے جواب دیا کہ بادشاہ کی آبرو و ظلم سے جاتی ہے نہ کہ عدل سے اور سطوت شاہی جہل سے خراب ہوتی ہے نہ کہ عقل سے۔ میں جو کچھ کہتی ہوں بادشاہ کی نیکنامی کے لیے

اور اس کی نیک انجامی کی میں طلبگار ہوں۔ الحق بہت صحیح کہا کیونکہ ہزار برس گذر چکے مگر کلبہ پیرزن اور ایوان کسریٰ کی حکایت ہنوز دنیا میں برقرار ہے اور تمام زبانوں پر جاری ہے ۵

جزائے حسن عمل بد کہ روزگار نہ نوں | خراب می نکلند کار گاہ کسریٰ را

منوچہر کے اقوال میں ہے کہ عاقل وہ ہے جو حصول دولت و نعمت پر فریفتہ نہ ہو اور جانے کہ جسے خدا نے بادشاہی دی اس نعمت کا حق اُس پر منحصر ہو گیا اور وہ حق اس طرح ہے کہ معاش و معاد کے مصالح مہیا کرے تاکہ دنیا میں نیکنام ہو اور عقبیٰ میں خیریت فرجام ۵

بافتوت ہم نشین شو یا مروت یار باش | دانگہی از تاج و تخت خویش بر خوردار باش

حکایت ہے کہ کیقباد نے اپنی استقلال رائے سے سلطنت کو مضبوط و مستحکم کیا اور نیکنامی کی بنیاد ڈالی اس کے اوصاف میں سے ایک یہ ہے کہ شعرا کو مداحوں کو دوست رکھتا تھا اور کہا کرتا تھا کہ نام دو چیزوں سے باقی رہتا ہے ایک مدح سے دوسرے عمارت سے۔ قطعہ

گر نبودی نظم فردوسی چہ دانستی گے | بزم لیکاؤس و رزم رستم و اسفندیار  
گشت از نظم نظامی نام بہرام بلند | شد ز شعر انوری اوصاف کجبر آشکار

حکایت ہے کہ سلطان محمود نے ایک باغ تیار کر لیا تھا و ضہ رضوان کی طرح دلکشا۔ فردوس برین کے مثل بھرت افزا۔ نہ بہت و صفائیں بوستان بہشت سے کم نہ تھا۔ اور غایت قروتازگی اور بہار کی وجہ سے رشک گلستان ارم تھا۔ نظم

ایسے گل شکفتہ بر اطراف باغ | بر افروختہ ہر یکے چون چراغ

	صبا عطر نیر و ہوا مشک بوے گیما ہنس سوسن زبان تیز تر		ریاحین و میدہ بر اطراف چو درختش ز طوبی دلا ویز تر	
<p>اور اپنے پد بزرگوار ناصر الدین سبکتگین کی ایک دن اس باغ میں دعوت کی۔ طعام ہمارے لذیذ و نفیس دسترخوان پر پھٹے گئے جو خلد برین کے طعام کا مزہ دیتا تھا اور خوشگوار شربت پینے کے لیے تھا جو حلاوت میں شہر آب طور کے ہم پلہ تھا۔ مثنوی</p>				
	خبر داد از خور دباے بہشت بر آورد پر مرغ و از نشاط بہ تنگ آمدہ تنگہاے شکر		ایا ہاے نوشین عنبر سرشت نہ مرغان فر بہ تو گوئے لباط زلوزیہنا و زحلواے تر	
<p>فراغت طعام کے بعد محمود نے اپنے باپ سے پوچھا کہ نظر انور میں یہ باغ کیسا معلوم ہوتا ہے ناصر الدولہ نے جواب دیا کہ جان پد یہ روضہ بغایت دلکشا ہے۔ لیکن ارکان دولت اور ملازمین سلطنت میں سے ہر ایک ایسا باغ تیار کر سکتا ہے۔ بادشاہوں کو چاہیے کہ ایسا باغ تیار کر ایں جس کے مثل اور کوئی نہ تیار کر سکے۔ سلطان محمود نے دریافت کیا کہ وہ کونسا باغ ہے اور کس طرح کا ہے۔ جواب دیا وہ فضلا و حکما اور شعرا کے بوستان میں نہال بہت و احسان کا لگانا ہے تاکہ اس سے ایسے پھل حاصل ہوں جس پر سرا و گراما کی فصل کا مطلق اثر نہیں پڑ سکتا۔ نظم</p>				
	کہ ہر یک ہر حنج برین بود شام غنصری مانند است بر جا		عمارت ہاے عالی ساخت محمود نہ بینی زان ہمہ یک شست بر پا	
<p>اور اسی مضمون کا یہ قطع بھی ہے۔</p>				
نوشیروان عمارت باغ خیال داشت	بوزر چہر گفت کہ لے شاہ کامران			

آب دزمین مملکت اکنون بدست تو نیخے نشان کہ دولت باقیست بر دہد	باغی بساز بر طسرف جو بہار آن کین باغ عمر گاہ بہار است و گہ خزان
---	--

## سینتیسواں باب رعایت حقوق کے بیان میں

ہر ایک شخص پر عموماً اور ارباب دولت و اصحاب قدرت پر خصوصاً اداۓ حقوق لازم ہے کیونکہ یہ صفت علوی نسب و حسب اور طہارت ذات و صفات پر واضح دلیل ہے۔ حقوق لغائے اکہی کے ادائگی کے بعد شفقت والدین کا حق ادا کرنا لازم ہے۔ کیونکہ حق سبحانہ نے اپنی رضامندی کو انکی رضامندی سے وابستہ کر دیا ہے۔ چنانچہ حدیث قدسی میں آیا ہے۔ من رضی عنہ والدہ فانا عنہ راضی یعنی جس سے اس کے والدین خوش ہونگے میں بھی اس سے راضی ہوں گا اور والدین کے ساتھ احسان کرنا ایک قسم کی عبادت ہے و قضا ربک الاتعبد والا ایاہ وبالوالدین احسانا یعنی تیرے پروردگار نے حکم دیا کہ نہ پرستش کرو مگر اسی کی اور احسان کرو والدین کے ساتھ۔ یہ بات ثابت ہے کہ خوشنودی پر دنیا میں موجب دولت ہے اور آخرت میں سبب نجات و سعادت ہے۔ **مثنوی**

چو ہرگز پر ویز خوشنود بود چو شیر و یہ تعظیم خسرو نہ کرد	بسے دولت و شمش رو نمود از و باد نکبت بر آورد سر
--	--

حکایت ہے کہ مالک دینار رحمہ اللہ ایک سال حج کو گئے تھے۔ جب لوگ عرفات سے لوٹے تو ایک رات آپ نے خواب دیکھا کہ آسمان سے دو فرشتے اترے ایک نے دوسرے سے پوچھا کہ اس سال کس شخص کا حج قبول کیا گیا ہے دوسرے نے جواب دیا کہ تمام زائرین کا۔ مگر احمد بن محمد بنی کا نہیں قبول ہوا



حالانکہ وہ مشقت بسیار اٹھا کر حج کو آیا ہے مصرع

بیچارہ کسے کو شد از کوی تو محروم

مالک بیدار ہوئے اور اسی اندیشہ میں صبح تک نہ سوئے علی الصباح اٹھ کر قافلہ خراسان کو تلاش کیا اور احمد بنی کی جستجو کی ناگاہ ایک بڑے خیمہ میں آپ داخل ہوئے۔ دیکھا کہ دامن خیمہ میں ایک خوشرو جوان موٹا کپڑا پہنے ہوئے بیٹھا ہے اور پانوں میں بیڑی گردن میں طوق ہے۔ مالک کو دیکھ کر سلام کیا اور کہا میں وہی ہوں جس کو آپ نے خواب میں دیکھا ہے کہ اس کا حج قبول نہیں ہوا اور یہ موٹا کپڑا طوق و بند میری محرومی کی علامت ہے۔ مالک دینار فرماتے ہیں کہ میں اُس کی روشنی میری اور صاف باطنی پر حیران رہ گیا اور پوچھا کہ اس محرومی کی کیا وجہ ہے۔ جواب دیا میرا باپ مجھ سے ناخوش ہے میں نے پوچھا کہ تیرا باپ کہاں ہے۔ اُس نے جواب دیا کہ اسی قافلہ میں ہے۔ الغرض ایک آدمی کو ساتھ لیکر اُن تک میں گیا۔ دیکھتا ہوں کہ ایک سائبان عالیشان ہے اور شاہانہ فرش بچھا ہوا ہے اور ایک پیر مرد خوش بیان گرسی پر بیٹھا ہوا ہے بکثرت لوگ اُس کے داہنے بائیں کھڑے ہوئے ہیں۔ آگے جا کر میں نے سلام کیا اور کہا کہ اے شیخ تیرے کوئی بیٹا بھی ہے جواب دیا ہاں ایک ناخلف بیٹا ہے جس سے میں ناخوش ہوں میں نے کہا اے شیخ آج وہ دن نہیں کہ کسی دل میں کسی کی طرف سے آزار باقی رہے۔ آج کا دن مغالم کی معافی کا دن ہے یہ مناسب نہیں ہے کہ تو اپنے فرزند کو عذاب میں مبتلا کرے۔ میں مالک دینار ہوں اس قسم کا خواب دیکھ کر تیرے پاس آیا ہوں اور خدا اور رسول کی شفاعت لایا ہوں کہ اسے معاف کر دے۔ یہ سن کر پیر مرد کھڑا ہو گیا اور کہا معاف کر دے کی میری نیت نہ تھی لیکن آپ کی سفارش سے معاف کرتا ہوں اس کے بعد

میں خوشخبری دینے کو جو ان کے خیمہ میں آیا تو دیکھا تو بسند و طوق علیحدہ کر دیا ہے اور پاکیزہ لباس پہنے ہوئے ہے۔ مجھے دیکھ کر کہا کہ اے مالک جزاک اللہ خدا آپ کو جہنم سے خیر دے کہ میرے اور والد کے درمیان صلح کرادی اور اُن کی خوشنودی کی برکت سے میرا حج قبول کیا گیا۔

قطرہ از چشمہ حیاتِ اوست  
برگ دہشمن تا بنواے رسی

آنکھ تمنت پارہ از جانِ اوست  
خدمتِ او کن کہ بجائے رسی

مان کی دعا اور خوشنودی اس سے بھی زیادہ نتیجہ پیدا کرتی ہے اور اس کی دعا جلد تر قبول ہوتی ہے حدیث میں آیا ہے کہ بہشت مانوں کے قدموں کے نیچے ہیں جو شخص اُن کی خدمت کرے اور اُن کی شفقت کی خدشہ نگذاری کرے بہشت میں داخل ہو ۵

اندر تہ پاے مادرانِ ست

جنت کہ رضاے مادرانِ ست

دوسرے حقوق اقربا کی بھی رعایت کرنی چاہیے اور صلہ رحم کو پورا کرنا چاہیے اور یہ منجملہ واجبات کے ہے۔ صلہ رحم سے عمر بڑھتی ہے اور روزی میں فراخی ہوتی ہے۔ احادیث قدسی میں بیان ہے کہ میں رحیم ہوں اور اشتقاق رحم میرے ہی نام سے ہے جو کہ اسے پیوند کرے میں اپنے نام سے ملا لیتا ہوں اور جو اسے قطع کرتا ہے میں اپنی رحمت سے اُسے جُدا کرتا ہوں۔ حکایت ہے کہ حق تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو وحی کی کہ اپنے اقربا کے ساتھ نیکی کر۔ آپ نے التجا کی کہ اسی کیسے کروں میں جو تیری رضا حاصل ہو۔ خطاب ہوا احسان کر اگر غائب ہیں تو سلام و دعا سے اور اگر حاضر ہیں تو محتاجوں کو صلہ رحم و عطا سے اور دولتمندوں کی ملاقات و زیارت سے ۵

تا از ہمہ بیشِ باشی و از ہمہ بیشِ

بر خویش کشادہ کن رہ و صلتِ خویش

اور دوسرا حق استاد معلم کا ہے جو شخص ان کا حق پہچانے اور ان کی حرمت و توقیر بجالائے دنیا و عقبیٰ میں سعادت کا مستحق ہو۔ کہتے ہیں حرمت استاد سیرت اور اتاؤ کی ہے اور اتاؤ یعنی جماعت اولیا کی برکت سے دنیا کا قیام وابستہ ہے

فراموش مکن حق استاد معلم	کہ برہمت اوست بنیاد علم
اگر دولت مہر استاد نیست	بدست امید تو جز باد نیست
مرآستاد را ہر کہ محکوم شد	بسے بر نیاید کہ مخدوم شد

دوسرے حقوق ہمایگان کی ادائیگی بھی لازم ہے یعنی جن کے مکانات قرب و جوار میں واقع ہوں۔ حدیث میں آیا ہے کہ جو خدا اور روز قیامت کو دوست رکھتا ہے اُس سے کہو کہ اپنے ہمسایہ کو عزیز رکھے اور انکو عزیز رکھنا اس طرح سے ہے کہ حتی المقدور انکو نفع پہونچائیں اور اُس کے نقصان کی تلافی کریں اگر درویش مبینا ہو تو حالات ہر وقت دریافت کرنا چاہیے۔ حکایت ہے کہ ایک درویش کسی توگر کی ہمسائیگی میں رہتا تھا۔ ایک دن دو تمندکار لوگ درویش کے گھر میں آیا اور دیکھا کہ درویش مع اپنی عیال و اطفال کے کھانا کھا رہا ہے بخوڑی دیر تک وہ کھڑا رہا۔ اسے بھوک لگی تھی مگر کسی نے پوچھا بھی نہیں پہنچا پختہ لوگ اڑتا ہوا اپنے گھر آیا۔ ماں باپ نے رونے کا سبب پوچھا تو اس نے بیان کیا کہ میں ہمسایہ کے گھر گیا تھا اور اس نے کھانا نہیں دیا۔ باپ نے طرح طرح کے کھانے لاد دیے مگر وہ چپ نہ ہوا اور کہا کہ وہی کھانا لادو۔ آخر کو اس کا باپ درویش کے گھر آیا اور اُس سے کہا کہ بچے ایسا چاہیے کہ تیری وجہ سے ہکو بچ پہونچے۔ درویش نے جواب دیا کہ حاشا وکلا بھلا میں آپ کو بچ پہونچاؤں گا۔ اس نے کہا اس سے بڑھکر اور کیا ہوگا کہ میرا لوکا تیرے گھر آیا اور تو کھانا کھا رہا تھا۔ مگر اُسے نہ دیا وہ کہتا ہے کہ میں نہ ہی کھانا لوں گا

تھوڑی دیر کے بعد درویش نے جواب دیا کہ ایک راز ہے وہ نہ دریافت کرو کہ میرا پر وہ چاک ہوتا ہے۔ قطعہ

اسے کہ بر مرکب نازندہ سواری ہیشا	کہ خر خار کش مسکین در آب و گل ست
آتش از خانہ ہمسایہ درویش مخواہ	کا پنچہ بر روزن او میگزد و دود دل ست

خواجہ نے اصرار سے پوچھا تو اس نے جواب دیا کہ جو کھانا میں کھا رہا تھا میرے لیے حلال تھا اور تمھارے لڑکے کے لیے حرام، میں نے نہ جانا کہ حرام کھانا دونوں خواجہ نے کھا واہ ایسا کھانا بھی ہے جو ایک پر حلال ہو اور دوسرے پر حرام درویش نے کھا کیا آپ نے قرآن نہیں پڑھا۔ فمن اضطر فی محصۃ یعنی جو تنگدستی میں مجبور ہو جائے تو مردار اُس پر حلال ہے اور جو تنگدستی نہ ہو اُس پر حرام ہے تین روز سے میں مع عیال و اطفال کے بھوکا تھا کسی قسم کا کھانا میسر نہ ہوا آخر فلان جنگل میں ایک گدھا مردار پڑا تھا قدرے گوشت نکال کر پکا یا اسی وقت تمھارا لڑکا آیا اصل حال یہ تھا جو میں نے عرض کیا ہے

تراشب بعیش و طرب می رود	چہ دانی کہ بر ما چہ شب می رود
-------------------------	-------------------------------

خواجہ یہ سنکر رو پڑا اور کہا افسوس اگر خدا نے قیامت میں مجھ پر عتاب کیا کہ اپنے ہمسایہ کے حال سے تو بے پروا رہا تو میں کیا جواب دوں گا یہ کہہ کر درویش کا ہاتھ پکڑا اور اپنے گھر لایا جس قدر مال و متاع تھا اُس کا نصف اُسے دیدیا۔ اسی شب آنحضرت کو خواب میں دیکھا کہ آپ فرماتے ہیں اے خواجہ جو شفقت بخور ہمسایہ پر نونے کی ہے اُس کی وجہ سے تیرے گناہ معاف کیے گئے اور تیرا مال میں برکت دی گئی اور کل قیامت کے دن تو میرا ہم نشین ہوگا۔ شعر

دستگیری گر گنی ہمسایہ درویش را	با پیمبر در جان ہمسایہ مبنی خویش را
--------------------------------	-------------------------------------

اور چونکہ دار السلطنت بادشاہ کے لیے بمنزلہ گھر کے ہے پس ہر ایک

محتاج و بے نوا کا حق اس پر ثابت ہے۔ جو اس شہر میں رہتے ہیں اور سلطان کو ان کے حالات سے باخبر ہونا واجب ہے۔ یہ خبر مشہور ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام ایام قحط میں جبکہ وہ عزیز مصر تھے روز بروز ضعیف و ناتوان ہوتے جاتے تھے لوگوں نے آپ سے اس کا سبب پوچھا۔ اصرار کرنے پر جواب دیا کہ ایک پوشیدہ مرض میں گرفتار ہوں۔ طبیبوں نے کہا آپ بیان کریں تو ہم علاج کریں۔ آپ نے فرمایا کہ سات برس ہوئے میں سخت پریشاں ہوا اور تمام اختیار میرے ہاتھ آئے۔ اس اثنا میں میری یہ خواہش رہی کہ مان جو بن پرگزر کروں حالانکہ اس پر میں نے عمل نہیں کیا۔ انھوں نے کہا اس قدر مشقت آپ کیوں برداشت کرتے ہیں۔ فرمایا بھوکوں اور محتاجوں کی موافقت کے لیے۔ ڈرتا ہوں کہ ولایت مصر میں کوئی آدمی کسی رات کو بھوکا رہے اور میں سیر ہوں اور قیامت کے دن گرفتار ہوں۔ شیخ العالم نے قحط بخارا میں لکھا ہے ۵

اے کردہ نکم سیر انواع طعام	یاد آرازان گر سنہ بے آرام
تو شب ہمیشہ خواب اذنا لکنان	خود گو کہ چنین روا بود در اسلام

کہتے ہیں شام کا بادشاہ ملک صالح ایک غلام کے ساتھ رات کو مساجد و مہاجرین میں بھرتا تھا اور تفحص حالات کرتا تھا۔ ایک رات کو موسم سرما میں ایک مسجد میں داخل ہوا۔ ایک درویش کو دیکھا کہ برہنگی سے کانپ رہا ہے اور کہتا ہے کہ اسی شاہان دنیا تیری نعمت کو محفوظ نفسانی میں صرف کرتے ہیں اور ہم ضعیفوں اور محتاجوں کے حال سے غافل رہتے ہیں۔ اگر یہ لوگ کل قیامت کے دن بہشت میں جائیں گے تو تیرے عزت و جلال کی قسم ہے کہ میں بہشت میں قدم بھی نہ رکھوں گا۔ ملک صالح یہ سنکر مسجد میں داخل ہوا اور گرم لباس اور ایک قیمتی اشرافیوں کی درپوش کے سامنے رکھ کر رویا اور کہا کہ میں نے سنا ہے کہ درویش بہشت کے بادشاہ بنے گا

آج کہ مین یہاں کا بادشاہ ہوں تم سے صلح کرتا ہوں تاکہ جب تم بادشاہ ہو تو مجھ سے دشمنی نہ کرو اور حمایت کرو۔ مثنوی

من اس روز کردم و صلح باز من آن کس نیم کز غر و حشمت تو ہم با من از سر بنه خوی زشت	تو منہ دابر و یکم کن در فرزند زیچا رنگان روے در ہم کشم کہ تا سازگار ی رود در بہشت
--	---

دوسرے مہمانوں کے حقوق کی رعایت بھی لازم ہے۔ کیونکہ مہمان خدا کی طرف سے ایک تحفہ ہوتے ہیں اور حدیث میں آیا ہے جو خدا پر ایمان رکھتا ہے اور قیامت کے دن پر بھی اُس سے کہو کہ مہمان کو غریز رکھے اور مہمان کی عزت یہ ہے کہ اسے عزت سے رکھیں اور اس کے ساتھ سلوک کریں کہ اس کی آبرو کا سبب ہو اور جو کچھ ہو سکے اُس کے لیے تکلفات کریں۔ قطعہ

چون مشرف شوی بہ مہمانی در رہ مردے و دل داری	ہر چہ داری فدائے مہمان کن ہر چہ دلخواہ او بود آن کن
--	--

حکمانے کہلے کہ مہمان کو نہ دیکھو کہ وہ کون ہے اپنے کرم پر نگاہ رکھو کہ اسکا کیا مقتضی ہے۔ یہ حکایت مشہور ہے کہ طلحہ ایک مرتبہ تنہا قبیلہ بنی قیس میں آیا اس قبیلہ کا سردار مالک بن غوف تھا۔ اس نے طلحہ کو نہ پہچانا اور اُسکی عزت بزرگی اور مرتبہ پر اطلاع نہ پائی جس کی وجہ سے مہانداری اور خاطر و تواضع میں کمی ظاہر ہوئی۔ طلحہ نے اس مذلت کو گوارا کیا اور اپنی عالی جو صِلگی اور جلی حسب و نسب کے اثر سے اس بے وقری کو برداشت کیا۔ جب قبیلہ سے وہ رخصت ہوا تو مالک کو معلوم ہوا کہ اسکا مہمان کس قدر تعظیم کا مستحق تھا۔ نہایت شرمندہ ہوا اور معذرت نامہ لکھا کہ میں نے آپ کو پہچانا نہ تھا اور خدہ امان والا کے لیے حسبِ تہم خدمتگاری میں کوتاہی واقع ہوئی۔ اب میرا دل زخمی ہے اور خیالت سے سنبھل رہا ہوں۔

جگہ نہ سرزنجالت بر آدم از پیش	کہ خدمتے بسزابر نیامد از دستم
امید ہے کہ جو تقصیر مجھ سے سرزد ہوئی بقضائے شیوہ کرم اُس سے درگزر کیجیے	
اگر در خدمت تقصیر وارم	بفضل شالمت امید وارم
<p>طلحہ نے جواب دیا کہ جو تم نے توقع کی ہے۔ قبول عذر سے تم اندیشہ نہ کرو کہ میری مروت کا یہی اقتضا ہے اگر ہزار گناہ اسی طرح ہوتے تو ایک عذر خواہی درگزر کرنے کے لیے کافی ہے۔ ۵</p>	

چون پر تو عذر از افق روئے نمود	ناپید شدہ چو سایہ ہر جرم کہ بود
<p>لیکن تمھارا یہ لکھنا کہ مجھے پہچانا نہیں عذر رنگ ہے اور شیوہ کرم سے بعید ہے کہ مہمانی میں اشرف و بزرگوں کے لیے رسم و اعزاز کا منحصر کرنا مروت سے باہر ہے۔ شرط میزبانی یہ ہے کہ جس طرح آفتاب ہر جگہ اپنی روشنی پہنچاتا ہے اور جس طرح کہ ابر ہر جا برسا ہے اسی طرح وہ بھی ہو اگر مہمان بڑا شخص ہے تو حق بزرگی ادا کرو اگر فرومایہ ہو تو اس کے ساتھ احسان کرو کیونکہ بزرگوں کی خدمت میں کوتاہی ہونی موجب خجالت و شرمندگی ہے اور غیر تحقیقین کا اعزاز بدنامی اور پشیمانی کا سبب نہیں ہے۔ قطعہ</p>	

مہمان را عزیز باید داشت	از رہِ مردی و جوانِ مردی
گر بزرگ ست و لائقِ خدمت	کہ چہ را بادی این کرمِ کردی
و ربود سفلہ کس سخو اہد گفت	خود حق او بجائے آوردی

ایسے لوگ بھی ہو گئے ہیں جنھوں نے اپنے دشمن کی بھی خاطر و تواضع اور مہمانداری میں کمی نہیں کی چنانچہ تواریخ میں لکھا ہوا ہے کہ کرمان میں ایک بادشاہ نہایت کریم و سخی تھا۔ ہر وقت اسکا دسترخوان مہمانوں کے لیے عام و خاص پر کھٹا ہوا تھا۔ حتیٰ کہ جو شخص شہر میں آتا۔ اس کے خوان کرم پر پڑ و رھا۔

اور جب تک کہ وہ شہر میں مقیم رہتا دن اور رات کا کھانا اس کے مکان پر بھیجا جاتا ایک مرتبہ عضد الدولہ نے شاہ کرمان پر فوج کشی کی۔ بادشاہ کو غنیم کے مقابلہ کی طاقت نہ تھی۔ محصور ہو گیا۔ روزِ عضد الدولہ کا لشکر حصار میں آتا اور جنگ کرتا اور ہر شب ملک کرمان عضد الدولہ کے پاس اس قدر کھانا بھیجوا جاتا جو اس کے لشکر کیلئے کافی ہوتا عضد الدولہ نے پیغام بھیجا کہ دن کو جنگ کرنا اور رات کو ضیافت کھانا کیا معنی رکھتا ہے۔ اس نے جواب دیا کہ جنگ کرنا اظہارِ مردی ہو اور ضیافت اظہارِ مردی۔ اگرچہ تم دشمن ہو مگر پھر بھی ہمارے ملک میں ہو۔ میری مروت نے گوارا نہ کیا کہ میرے مکان پر لشکر آئے اور اپنا کھانا کھائے۔ یہ سنکر عضد الدولہ متاثر ہوا اور کہا ایسے ذی مروت شاہ سے جنگ کرنا بے مروتی ہے چنانچہ لشکر کو لے کر واپس گیا اور پھر حملہ کا قصد نہ کیا ۵

مردمی کن بجائے دشمن دوست	کر مروت زیان نہ کر دے
<p>مہمان داری کی دوسری شرط یہ ہے کہ اگر مہمان سے گناہ سرزد ہو یا اس سے پہلے اس نے کوئی جرم کیا ہو جب وہ اُس کے خوانِ احسان سے تناول کرے تو گناہ سے درگزر کرنا چاہیے۔ چنانچہ منقول ہے کہ معن بن زائد کے تین سو دشمن امیر اسکے پاس حاضر ہوئے معن نے چاہا کہ ان کے سزا کا حکم دے ایک لڑکا قیدیوں میں سے اٹھا اور کہا کہ اے امیر تجھے خدا کی قسم مجھے پانی پلا دے اور پیاسا نہ قتل کرے معن نے پانی لانے کا حکم دیا اور پیالہ لڑکے کے ہاتھ میں دیا۔ اُسے پھر کہا کہ اے امیر میری کل قوم پیاسی ہے مروت سے دور ہے کہ میں پانی پی لوں اور وہ دیکھتے رہیں معن نے سب کو پانی پلایا۔ جب معن فارغ ہوا تو لڑکے نے کہا کہ اے امیر ہم سب تیرے مہمان ہوئے اور مہمان کی تکریم واجب ہے اور مہمان کا مار ڈالنا اہلِ کرم کی رسم سے باہر ہے۔ معن اسکی فصاحت پر تعجب ہوا</p>	



اور سب کو رہا کر دیا اسی طرح دوسری حکایت ہے کہ کسی امیر کا ایک شخص پرال  
 خیر قرض تھا اور وہ شخص اُس کی ادائیگی سے قاصر تھا اُس نے مدیون کو تحصیلدار  
 کے سپرد کر دیا کہ قرضہ وصول کرے۔ تحصیلدار اپنے گھر لے گیا اور سختی کرنے لگا  
 قرضدار نے بڑی آہ و زاری کی اور بجا جت سے کہا کہ مجھے امیر کے پاس لے چلو  
 میں ایک ضروری بات اُس سے کہوں گا۔ چنانچہ امیر حاکم کو رجم آیا اور امیر کے  
 گھر اُسے لے گیا۔ قصار اور دسترخوان بچھا تھا تحصیلدار بھی دسترخوان پر بیٹھ گیا اور  
 مدیون بھی جب کھانے سے فراغت ہوئی تو امیر کی آنکھوں اس مدیون پر پڑی اور  
 کہا کہ یہ مرد جب ہمارا مہمان ہوا اور ہمارے دسترخوان سے کھانا کھایا تو اسے  
 رنجیدہ کرنا مروت سے بعید ہے۔ میں نے اپنا قرض معاف کر دیا اور چھوڑ دیا۔

حرمت مہمان ببايد داشت  
 جز نہال کرم نشاید کاشت

اندر آئین میہمانداری  
 بر لب جو سب رہمانے

دوسرے سالکوں کے حق کی رعایت بھی لازم ہے خواہ وہ کتنا یتیم مانگے یا  
 صراحۃً اُن کا محروم واپس کرنا بقول حق تعالیٰ اما السائل فلا تنہر اور حدیث  
 میں آیا ہے ”للسائل حق“ و جو با علی فرس اور اس قدر مبالغہ و تاکید ایسے  
 ہے کہ حق سوال ضائع نہ ہونے پائے حضرت عیسیٰ کے کلمات میں آیا ہے  
 کہ جو شخص سائل کو نا امید کرتا ہے۔ ایک ہفتہ تک فرشتگان رحمت اُس کے  
 گھر میں نہیں جاتے۔ سلطان ابراہیم ادہم اپنے عہد حکومت میں فرماتے تھے  
 کہ کس قدر سائل نیک دوست ہیں کہ گھر دن پر آتے ہیں اور جو ہوائے تنہا  
 تاکہ تمہارے لیے وہ سرمایہ آخرت میں جمع رکھیں اور وہاں اس کے معاوضہ  
 میں دس دس حصہ زیادہ ملے۔ قطعہ

با حسان دل سالکان شاد کن

اگر ت شادی ہر دو کون آرزوست

نفری ز بندِ عزم آزاد کن	اور آزادیت باید از ہر بلا	
<p>دوسرا حق سفارش کنندگان کی درخواست کا بھی ہے کیونکہ مقرر ہے کہ شفاعت ایک قسم کا بہ تضرع سوال ہے اور ظاہر ہے کہ شفیع اشراف اور اعیان سے ہوگا۔ پس انکے کلام کا احترام کرنا اور عفوِ جرائم کرنا اہالیانِ سعادت کی عادت میں داخل ہے۔ حکایت ہے کہ کسی اکابر نے خلیفہ معتمد سے کسی مجرم کی سفارش کی معتمد نے کہا کہ اس شخص نے بہت بڑا جرم کیا ہے اس نے کہا کہ میں بھی عفو گناہِ عظیم کی درخواست کرتا ہوں۔ کیونکہ معمولی جرم کا تو بے سفارش بھی معاف کر دیے جاتے ہیں خلیفہ نے اس کا جواب پسند کیا اور اس مجرم کو آزاد کر دیا اور کہا کہ اگر کوئی شخص سفارش کرے تو ایسا ہی کرنا چاہیے ۵</p>		

قدش ہم جا رفیع باشد	آن را کہ چنین شفیع باشد	
<p>نگارستان میں لکھا ہوا ہے کہ خداوندانِ قدرت کے لیے زبردستوں کی خطاؤں کا معاف کرنا رفعتِ قدر کا نشان اور بلند ہمتی کی علامت ہے حکایت ہے کہ لوگوں نے کسی کو خیانت کا مجرم بنایا آخر کار حاکم کے پاس مقدمہ آیا اُس نے قید کا حکم دیا۔ ایک عرصہ دراز تک اُسے کسی نے بھی نہ یاد کیا مگر ایک بزرگ تھا جس کو قیدی سے بڑی محبت تھی۔ اُس نے والی کو ایک رقعہ لکھا اُس کا مضمون یہ تھا۔ مجرموں کی لغزشوں سے درگزر کرنا اہل اختیار کی معمولی عادت ہے فلان فقیر عاجز اور مسکین مجبور ہے اور نزدیک بہ ہلاکت پہنچ گیا ہے اور میں جانتا ہوں کہ آنجناب کا کرمِ عظیم گرفتاروں کی رہائی کے لیے بہانہ جو ہے۔ اگر اس قیدی کا دامن عصمت اس گناہ سے بے لوث ہے تو اس کی آزادی کا حکم دینا ضرور ہے اور اگر غبارِ گناہ دامنِ طہارت پر پڑ گیا ہے تو اسے</p>		

آب کرم و عفو سے دھونا چاہیے اور اگر ان دونوں صورتوں کے علاوہ کوئی تیسری بات ہے تو سفارش کنندہ کے لحاظ سے معاف کرنا چاہیے۔ قطعہ

بجو د شامل وانعام عام برہمیں	تراست فضل چو خورشید فیض چون باران
منہ در آتش اندیشہ یگینا مان را	باب عفو بشو نامہ گنہگار ان
وگر جزین در صفت ہست حالتی دیگر	بود بر اسے چنین کس شفاعت یاران

جب یہ رقعہ والی کے پاس پہنچا اور لطف کلام و حسن شفاعت کو ملاحظہ کیا تو جواب میں لکھا ۵

آن را کہ روے لطف در خواست کنی	کارش بصلاح آری و راست کنی
-------------------------------	---------------------------

تمھاری شفاعت اور لطیف و پراز صدق کلام سے میں نے قیدی کو آزاد کر دیا اور اسکی سزا دہی سے درگزر ۵

بفرماند تو ان از جا گزشتن	ز جرم کس چرانتوان گزشتن
---------------------------	-------------------------

ظاہر ہے کہ اجرا سے حد و شرعی میں شفاعت کو کچھ دخل نہیں ہے بلکہ اہل ایمان و ارباب دیانت کو اس میں شفاعت کرنا ہی نہ چاہیے۔ قرآن مجید میں آیا ہے "ولا تأخذکم بما رافۃ فی دین اللہ" سیاست طمنج خانی میں مذکور ہے کہ ایک جوان بجرم سرقہ اس کے پاس لایا گیا حسن و جمال میں وہ صور کم فاحسن صور کم کا مصداق تھا صلح الہی نے خاص اپنے ہاتھ سے اُسے بنایا تھا اور لفظ خلقنا الانسان فی احسن تقویم اسی کے لیے کہا گیا تھا ۵

ہرچہ بر صفحہ اندیشہ کشد کلک خیال	شکل مطبوع تو زیبا تر از ان ساختہ اند
----------------------------------	--------------------------------------

بادشاہ نے حکم دیا کہ اس کا ہاتھ کاٹا جائے۔ ارکان دولت نے یہ حکم سنکر نہایت افسوس کیا اور سبھوں نے ملکر کہا کہ اے بادشاہ اس کا گناہ معاف کر دینا چاہیے اور ملازمان و دیرینہ کی شفاعت کا لحاظ کیجیے بادشاہ نے فرمایا

مجھے اس حکم میں مداخلت نہیں۔ خدا فرماتا ہے کہ دزد کا ہاتھ کاٹو سمجھو نے کہا کہ ایسے ہاتھ کاٹنا تو ہکو بے چین کر رہا ہے۔ بادشاہ نے فرمایا کہ چور کے دست نازک پر افسوس بلکہ تم اس دل پر خون پر نظر کرو جس کا مال و اسباب اُس نے چھڑایا ہے تو یہ غم تیرا سہل ہو جائے گا۔ اور اس شخص کے حق کی رعایت کرنی چاہیے جس سے معمولی شناسائی ہو یا کبھی اُس نے کچھ خدمت کی ہو۔ اگرچہ یہ ذریعہ بہت کم ہے لیکن نظر کرم کے لیے اس قدر بھی زیادہ ہے تاکہ اسی بہانہ سے فقیر کی سرفرازی ہو۔

حکایت ہے کہ ایک آدمی کسی کامکان کرایہ پر لیے ہوئے رہتا تھا۔ کچھ دن مین ٹھہرا رہا اور پھر کہیں جا کر ایک ملک کا وزیر ہو گیا جس شخص نے اپنا مکان کرایہ پر دیا تھا۔ جب اُسکو یہ معلوم ہوا تو وہ بھی اسی شہر میں پہونچا اور غبار آلود دیوان وزارت کی طرف روانہ ہوا۔ جب محل میں پہونچا تو ایک دربان کھڑا ہوا تھا اُس نے کہا کہ تو کون ہے جو اس حالت میں حیرات تمام بارگاہ میں داخل ہونا چاہتا ہے۔ اس نے کہا کہ میں وزیر کا ملاقاتی ہوں اور قدیم شناسائی اس حیرات کا باعث ہے۔ دربان نے شناسائی پوچھی تو کہا کہ ایک زمانہ میں اپنا مکان کرایہ پر دیا تھا اب میں اس کے پاس آیا ہوں کہ میری غریبانہ حالت پر رحم کرے اور تعزذلت سے مجھے نکال کر بلند درجہ پر پہونچائے۔ دربان نے کہا تو نہایت بے وقوف آدمی ہے یہ تو نہایت سہل وسیلہ ہے کہ مکان کرایہ پر دیا تھا اور اس کا حق قائم کر دیا۔ اس بنا پر تم امداد کے منتظر نہ ہو اور جو کام کہ تھا را ہے اُس میں مشغول ہو پس پردہ وزیر نے تمام باتیں سن لیں اور دربان کو طلب کر کے پوچھا کہ تم کیا بات کر رہے تھے اُس نے تمام ماجرا بیان کیا تو وزیر نے کہا کہ وہ میرا ملاقاتی ہے اس کو فوراً میرے پاس بھیج دو الغرض وزیر نے کمال شفقت سے مال و دولت سے

مالا مال کر کے واپس کیا۔ مثنوی

نورہ از مہر و وفا سینہ را	سہل مدان صحبت دیرینہ را
روی مگردان ز رفیقان خویش	یاد کن از خدمت یاران خویش

حکایت ہے کہ عبداللہ ظاہر نے عام طور پر اجازت دی تھی کہ اُسکے دربار میں سب لوگ آکر اپنا مطلب بیان کیا کریں چنانچہ ایسا ہی ہوتا تھا اور لوگ بامراد واپس ہوتے تھے۔ ایک آدمی ایک دن آیا اور کہنے لگا کہ تجھے ایک تو نعمت کا حق ہے اور ایک حق خدمت ہے۔ امید کہ دونوں حقوق کی رعایت کر کے مجھے سرفراز کرے عبداللہ نے پوچھا کہ وہ حق نعمت و خدمت کیا ہے اُس نے جواب دیا کہ فلان دن بغداد میں جب آپ میرے مکان کے سامنے مع ہمراہیان دولت گذرے تھے تو میں نے مکان کے دروازے پر اور اس کے سامنے پانی چھڑکا تھا تاکہ گرد آپ پر نہ پڑے۔ وہ نعمت پانی ہے جسے آپ کیلئے میں نے بہایا تھا اور اسی کا حق میں چاہتا ہوں ۵

کسے کو بر تو دار و حق آ ہے	فراموشش کن در بیج بابے
----------------------------	------------------------

عبداللہ نے پوچھا اور حق خدمت کیا ہے۔ اُس نے جواب دیا کہ ایک دن جب آپ سوار ہو رہے تھے تو میں نے آپ کا بازو پکڑ کر سوار کر دیا تھا۔ امیر نے کہا بے شک تو سچ بولتا ہے تیرے دونوں حق ثابت ہیں۔ پس اس کی اعانت کی ۵

بزرگانے کہ اہل اقتدارند	ہمہ مسکین نو از و حق گزارند
ز جام جاہ بیوشی نہ نیکوست	ز ہر امان فراموشی نہ نیکوست
اساس مکرمت بر حق شناسی	بصورت ناشناسی ناپاسیست

دوسرا حق ذی ہمت اصحاب کا اپنے کرم کا بھی از قبیل فراموش ہے اور اسکی

یہ صورت ہے کہ کوئی شخص جس کو وہ نہ پہچانتا ہو حصول مقصد کے لیے اپنا کوئی جھوٹا حق ثابت کرے تو نجات کرم و رعایت یہ ہے کہ اُس کی حاجت براری اس طور پر کر دے کہ وہ شخص جانے میرا بھیدا سپر نہیں کھلا۔ یہ نجات مروت و مردمی کی علامت ہے۔

حکایت ہے کہ ایک مجرم زیاد بصری کے سامنے لایا گیا اور اُنھوں نے قتل کا حکم دیا جلا دئے اُس کو سامنے سے کھینچا۔ بیچارہ آہ و فریاد کرنے لگا اور تضرع و زاری کی مگر بے سود۔ تو بہ واستغفار کیا مگر بے نتیجہ۔ جب سب سے عاجز ہوا تو کہا اے امیر آپ کے ذمہ میرا حق ہمسائیگی ہے اور شرع میں مروت و اداسے حقوق لازم ہے۔ اگر آپ مجھ پر اس حق سے رعایت نہ کریں گے تو لوگ طعن و تشنیع کی زبان دراز کریں گے کہ امیر نے ہمسایہ کو با مال ظلم کیا۔ امیر نے سوچا کہ بیشک یہ صحیح کہتا ہے۔ قطعہ

مرا سہل ست از جان دست بستن	چہ غم گر صد چو من نابودہ گردد
چہ خواہی گفت پیش نکتہ گیران	تر اگر آستین آلودہ گردد

دور افتادہ افکار میں گھر گیا مگر خیال میں نہ آیا کہ یہ کہاں کا ہمسایہ ہے آخر کار دریافت کیا کہ کس محلہ میں تو میرا ہمسایہ ہے اس نے جواب دیا کہ میرے باپ کا گھر بصرہ میں امیر کے محل کے روبرو ہی تھا اور میرا باپ امراے دولت کے ساتھ اکثر رہتا تھا۔ زیاد نے پوچھا تیرے باپ کا کیا نام ہے۔ اُسے کہا کہ اے امیر بھول جان سے میں اپنا ہی نام بھول گیا ہوں چہ جائے کہ اپنے باپ کا نام بیان کروں۔ زیاد یہ سن کر ہنسنے اور اُسے رہا کر دیا۔

لیئم نیم گنہ با ہزار عذر نہ بخشد	بیک لطیفہ کریمان ہزار بہ بخشد
----------------------------------	-------------------------------

دوسرے یہ کہ حقوق کی رعایت عدل و احسان سے ہوتی ہے۔ اولاد اور املا

وزرا - وغیرہ کے حقوق کا بیان آخر باب میں انشاء اللہ کیا جائے گا۔

## اٹھیسواں باب صحبت اخیار کے بیان میں

عقلا اور صلحا کو اپنی مجلس میں رکھنا دولت سرمدی کا رہنما اور سعادت ابدی کی کیا ہے۔ مننوی

مہربا کان در میان جان نشان نار خندان باغ را خندان کند سنگ گر حن را و اگر مر مر بود	دل مدہ الایجمعی سرخو نشان صحبت مردانت از مردان کند چون بصاحب دل رسد گوہر شود
--	--

شاہان فارس کا یہ قاعدہ تھا کہ ہرگز ان کی صحبت حکما اور فضلا سے خالی نہ ہوتی تھی اور کوئی حکم بغیر ان کے مشورہ کے نافذ نہ کرتے تھے اور اسی وجہ سے انکی سلطنت چار ہزار سال سے بھی کچھ زیادہ قائم رہی اور سلطان سنجہ حکیم غیام کو اپنے تخت پر بٹھاتا تھا اور خلفا عباسی باوجودیکہ خود و انشمند تھے مگر تمام مہات کاحل و عقد اہل علم و تقویٰ پر منحصر تھا۔

خلافت نامہ الہی میں مذکور ہے کہ بادشاہ اس شخص کو کہہ سکتے ہیں جو صاحب شوکت ہو اور اس کا حکم حکمت کے مطابق ہو پس لازم ہے کہ اصحاب قدرت کاملہ حکمت بالغہ سے مستصف ہوں تاکہ بخوبی تدبیر کریں برین تقدیر حکما علما کو صحبت میں ضرور رکھنا چاہیے۔ رجاہلون۔ بدکرداروں سے احتراز کرنا چاہیے۔ نظم

ہمنشین کو لطیف و کامل است وانکہ نادانی و غفلت وصف است	راحت روح است آرام دل است صحبتش مانند زہر قائل است
--	--

یونان میں دستور تھا کہ حاکم ایسا ہوتا تھا جو حکمت میں ممتاز ہو یا جو حکما کا تاج ہو۔ کیونکہ صحبت کا اثر خوب ہوتا ہے ہمنشین نیک مثل عطار کے ہے اگر چہ

تھیں کچھ عطر نہیں دیتا مگر اُس کی خوشبو سے دماغ معطر ہوتا ہے اور ہنشین بد  
مثلاً آہن گڑے ہے گو اُس کی آگ سے نہ جلو مگر دعویٰ سے تو ضرور تکلیف  
پہونچے گی ۵

درگزر از کورہ آہن گران	کائناتش و دودی رسد از ہر کران
رو بہ عطر از کہ پہلوے او	جامہ معطر شود از بوے او

اور جماعت علمائین سے جن کو صحبت میں رکھنا ضرور ہے ایک فقیہ اور عالم  
متدین کا بھی ہونا ضرور ہے جو اصل و فرع احکام سے بجزبی واقف ہو تاکہ  
بوقت مجلس بادشاہ کو حلال و حرام سے آگاہ کرتا رہے اور فرائض آداب  
وسنن وغیرہ کو بعبارت رائقہ بیان کرتا رہے تاکہ مسائل فقہ اور فتاویٰ سے  
دولت سلطنت میں برکت اور افزونی ہو۔ ۵

اگر نیاید نکتہ ہا از فتنہ و فتویٰ در بیان	
منہدم گردد اساس شرع و ملت در جهان	

اور دوسرا نصیح امین ہونا چاہیے جو حسب موقع افعال شنیعہ سے خبردار  
کرتا رہے اور موقع بموقع کا خیال رکھے تاکہ بادشاہ کی ناگواری خاطر نہ ہو۔  
زمانہ قدیم میں خلفا اور بادشاہ علما سے محنت و وسعت بھی سن لیتے تھے چنانچہ  
لکھا ہے کہ ہارون رشید نے شقیق بلخی سے کہا کہ آپ مجھے نصیحت کریں۔ شیخ  
نے کہا خدا کی ایک سرے ہے جس کو دوزخ کہتے ہیں۔ اس نے مجھے دربان  
کیا ہے اور تین چیزیں دی ہیں تاکہ تو خلق کو دوزخ میں جلنے سے بچائے  
مال شمشیر تازیانہ۔ ان تینوں کو حسب موقع کام میں لاتا کہ تو بھی نجات پائے  
اور خلقت بھی نجات پائے۔ یہ مسکند ہارون رویا اور شیخ کے ہاتھ پر بوسہ دیا ۵

نصیحت کان رے صدق گویند	بگوشش ہر کہ آید در پذیرد
------------------------	--------------------------



چو حبان دار حدیث حسنہ دل	روان اندر دل و جان جای گیرد
اس کے علاوہ ایک طبیب حاذق بھی ہونا چاہیے جو قانون علاج سے بخوبی واقف ہو اور ازالہ امراض میں یدِ طولیٰ رکھتا ہو۔ دستِ شفاین دم عیسوی اور یدِ بیضیای موسوی کا اعجاز دکھائے ۵	
نمازہ گرد و حبان بیمار از دوش	روح را راحت رسد از مقدش
تاکہ بادشاہ کے مزاج مبارک کو دیکھ کر حفظِ صحت کا پابند بنائے اور فی الفور تدارک میں مشغول ہو۔	
دوسرے ایک کامل اور محقق منجم کا ہونا بھی ضرور ہے جو رموزِ صحائفِ جہتری و تقویم سے آگاہ ہو اور اُس مرضِ مینِ کامل دستِ گاہ رکھتا ہو ۵	
دوازہ کردہ سہر و نقشِ زیچ سپہر	محاسبِ قلمش دور رس کند تصویر
تاکہ بادشاہ کے طالع پر نظر کرے اور نحوست و فوات سے اطلاع دیتا رہے جسوقت علامت اقبال ہو تو بادشاہ کو شکر گزاری کی جانب مائل کرے اور اگر خطرات کا گمان ہو تو دفعِ کیلیہ خیرات و مہرات کی طرف متوجہ کرے جیسا کہ کہا گیا ہے <u>الصدقة ترفع البلاء و تزید فی العمر</u> ، غنوی	
لے کہ خواہی کہز بلا جان و آخری	جان خود را در تضرع آوری
یا با احسان بر کشائی دست خویش	تا بخالت غصہ بر خیزد ز پیش
اور ایک شاعر شیوا بیان بھی ایسا ہونا چاہیے جو فصاحت و بلاغت کے میدان میں اپنے ہم عصرون پر سبقت لے گیا ہو ۵	
روز باز از فصاحت را رولج از نظم او	صحن گلزار بلاغت را ز شعرش رنگے بو
تاکہ رشتہ نظم میں بادشاہ کے جواب ہر صفات کو پُر و کر عام منظر کے روبرو پیش کیے اور سمد و ج کا نام اسٹار آباد اسے باقی رکھے ۵	
شاعران را عزیز باید داشت	کہ از ایشان بقتا پذیرد نام

شعر سلمان نگر کہ تازہ از دست	نام سلطان اولیس در ایام
ایک بذلہ سخ اور خندہ رو صاحب بھی رکھنا چاہیے جو اپنے لطائف و ظرائف سے مجلس میں انبساط کی روح پھونک دیا کرے ۵	
طبع را لذت از ظرائف او	روح را بہجت از لطائف او
اور بہترین ہمنشین اکابر اور بزرگوں کی کتابیں ہیں مصرع و خیر جلیس فی الزمان کتاب نہ پڑھنے والے کے دل کو اس سے ظال ہوتا ہے نہ دل رنجیدہ ہوتا ہے کیونکہ وہ غیر معمولی طور پر مصاحبت کرتی ہیں اور بغیر ناز و کرشمہ مجالست کرتی ہیں	
مثنوی	
ہمنشینے بہ از کتاب نخواہ بہجت افزائے جان و راحت دل این چنین ہمدم لطیف کہ دید	کہ مصاحب بود کہ و بیگاہ ہر چہ دلخواہ تست از و حاصل کہ نہ رنجیدہ ہم ز رنجبایند
بزرگوں نے کہا ہے کہ تمام خلق کو عقل کی ضرورت ہے اور عقل تجربہ کی محتاج ہے۔ کیونکہ تجربہ عقل کا آئینہ ہے کہ اس میں مصالح امور کا مشاہدہ کرتی ہے اور تجربہ کے لیے ایک مدت چاہیے اور جب حکما نے دیکھا کہ عمر مستعار تجربہ کیلئے کافی نہیں ہے تو انھوں نے اس کا علاج سوچا تا کہ بغیر مرور ایام تجربہ حاصل ہو سکے لہذا انھوں نے سلاطین۔ امرا۔ وزرا کے حالات اور علما و حکما کے اقوال کتاب میں درج کیے اور گذشتہ زمانہ کی تاریخ و حکایات آنے والوں کی رہنمائی کے لیے منضبط کر دیے تاکہ اصحاب دولت اور ارباب محکمت اس کو اپنا دستور العمل بنائیں اور ہر ایک شخص بقدر استعداد مطالعہ کتب سے فائدہ اٹھائے تاکہ حسب مضمون السعید من وعظ الغیرہ، دوسروں کے تجربہ سے فائدہ حاصل کرے اور فصاح سے نصیحت پائے۔ نظم	

<p>روایات و اخبار کار آگہان          معلوم و خرد آشنائی دہد          بالماس تحقیق در سفتہ اند          بہر کار بس تجربہ بردہ اند          سخنےاے پیشینگان بشنوم          بسے آوردمیوہ لغزبار          دما دم ازان میوہا بر خویم</p>	<p>حکایات احوال شاہنشاہان          دل و دیدہ را روشنائی دہد          نہرگونہ بابے سخن گفتہ اند          بہروران بسے تجربہ کردہ اند          ہمان بہ کہ بر قول ایشان یوم          در خنے کہ گشتند در روزگار          بیاتابدان با غنا پے بریم</p>
---	--

### ۳۹ استالیسو ان باب دفع اشرار کے بیان میں

جس طرح کہ اختیار و ابرار کی صحبت واجب ہے اسی طرح اشرار و فاجروں کی صحبت سے احتراز لازم ہے کیونکہ صحبت اپنا اثر ضرور ڈالتی ہے پس جس طرح کہ نیک خواہاں سے فائدہ کلی حاصل ہوتا ہے اسی طرح بدوں کے میل جول سے برے نتائج پیدا ہوتے ہیں نیکوں کی صحبت از یاد دولت کا سبب ہے اور بدوں کی مخالفت ملال و ندامت کی موجب ہے نظم

<p>با دولتیان نشین کہ خارے          باہر کہ نہ مقبل ست منشین</p>	<p>در صحبت گل شود بہارے          کز سر کہ گشت کام شیرین</p>
--	---

اشرار دو طرح کے ہوتے ہیں ایک وہ جنکا دفعیہ واجب ہے، دوسرے وہ جنکا منع کرنا واجب ہے۔ جبکہ دفع کرنے سے لوگوں کا نفع مقصور ہے اور رفاہ عام کا کام ہے۔ یہ تین گروہ ہیں اول چور، ان کا دفع کرنا حکام پر لازم ہے، ہوشنگ کی تیسری نصیحت یہ تھی کہ اے فرزند ارباب عشق کو تنگ اور لاچار رکھنا چاہیے اور شریر و مفسد کو نگونسار اور مقہور راہزنان چوروں فتنہ گردوں کو

دور رکھنا چاہیے تاکہ راستے پر امن رہیں اور اطراف و جوانب ملک میں  
بلخوف و خطر سوداگر آمد و رفت کر سکیں جس سے خلق و رعیت کی آسودہ حالی  
متصور ہے۔ قطعہ

ہرگز از ملک و سلطنت شادان	نما گوشی بہ معدلت نہ شوی
گر تو خواہی مسالک آبادان	راہ ہار از دزدان مین دار

امیر المومنین حضرت عمرؓ کی حکایت جو اہر الامارۃ میں نقل کی گئی ہے، کہ اپنے  
بیان کیا، ایام جاہلیت میں تجارت کی غرض سے مدائن کی جانب میں روانہ ہوا  
اور چالیس چادرین یعنی میرے پاس تھیں۔ نواح مدائن میں پہونچا تو چور دن نے  
سر راہ مجھے گھیر لیا اور لوٹ کر سیچا درین لے گئے اور میں بعد مشقت مدائن پہونچا  
نوشیروان کی عدالت میں داد خواہ ہوا جب نوشیروان تمام و کمال حالات  
سے آگاہ ہوا تو ایک دربان کو بھیجا جس نے میرا ہاتھ پکڑ کر دوسرے مکان میں بٹھادیا  
اور کہا اب تم ہمیں ٹھہرو جب تک تمھاری چادرین نہ ملین میں وہیں ٹھہرا رہا  
اور روزِ شاہی باورچینا نہ سے ایک خوان میرے لیے آتا تھا اور میں روزانہ بارگاہ  
کسریٰ میں جا کر اُسکے عدل و انصاف کا نظارہ کرتا تھا۔ چالیس دن کے بعد  
جب میں اپنے مقرر قیام گاہ میں پہونچا تو دیکھا کہ میری کل چادرین رکھی ہوئی ہیں اور  
ہاتھ کٹے ہوئے پڑے ہیں۔ اور چالیس اشرفی کے ساتھ ایک کاغذ رکھا ہوا ہے  
جس میں لکھا تھا کہ چالیس دن تک واپسی مال کے انتظار میں تو ٹھہرا رہا۔ لہذا  
یہ اُس کی اجرت ہے۔ جب تو اپنے ملک میں پہونچنا تو ہماری شکایت نہ کرنا  
اس حکایت سے معلوم ہوتا ہے کہ اولوالعزم اور رفیع القدر شہنشاہوں کو راہِ فرخ  
اور چورون کے دفعیہ میں بڑا اہتمام کرنا پڑتا تھا۔ پس حاکم عادل کو چاہیے کہ  
رعایا کے گزرگاہوں کو چور دن اور ٹھکون کے خوف سے اپنے سطوت و سیادت

کے ذریعہ سے بے خوف رکھیں اور جو کہ راستہ میں بہرہ و ن کے آزار کا بابا  
ہو اسکو سزا دیکر دوسروں کو عبرت دلائیں۔ نظم

بہر دست دزد دوسرا ہزن چورہ گشت ایمن شود کاروان دزدان سوبے نفع یابند خلق شود شہر محمودہ نیز ہم	کہ ایمن شود راہ بر مردوزن بہر تجارت بہر سودوان دامد بہر سوشتا بند خلق ز آئینہ دل رود زنگ غم
--	--

دوسرے زندون اور خوزیرا و باشون اور فتنہ انگیزوں سے لوگ ڈر کر  
معترض نہیں ہوتے حالانکہ وہ تند خوئی اور خیرہ روی سے شہرون اور قصبات  
میں لوٹ مار اور فساد مچاتے رہتے ہیں سوا احکام کے اور کوئی انکو روک نہیں  
سکتا۔ پس اُن کا قلع و مع نہایت ضرور ہے۔ اخبارین آیا ہے کہ شہر حلب میں  
زندادباش بہ کثرت ہو گئے تھے اور لوگ اُسے تنگ آکر سلطان مصر کی عدالت  
میں درخواست ہوئے سلطان نے ایک حاکم مصلح نامی کو اسناد کے لیے روانہ  
کر دیا۔ مصلح جب حلب آیا تو بعض مفسدون کو عبرتناک سزا میں دین مگر وہ  
جماعت خوفزدہ نہ ہوئی اور اسی بے پروائی سے افعال ناپسندیدہ میں مبتلا  
رہی۔ انجام کار انکی جرات کا یہ حال ہوا کہ خاص شاہی جامع مسجد کی محراب پر  
آنھوں نے لکھا کہ اے مصلح تو اپنے کو عذاب میں مت ڈال کیونکہ ہم وہ لوگ  
ہیں کہ ایک آدمی کے قتل کرنے سے دس آدمی سر اٹھاتے ہیں اور قتل پر  
ہمکو بجائے افسوس و عار کے فخر ہے۔ نظم

ما عاشق کشتہ شدن اعتبار ماست بے زخم تیغ عشق ز عالم نمی روم	کشمیر عشق تیز ز سنگ مزار ماست بیرون شدن ز معرکہ بے زخم عار ماست
---	--

ممکن ہے کہ تو ہمارے قتل کرنے سے تنگ ہو جائے مگر ہم عاجز نہیں ہو سکتے

مصلح نے یہ دیکھ کر سوچا کہ حیلہ و تدبیر سے کام لینا چاہیے۔ آخر کو اُس نے اسی تحریر کے پتے لکھوا دیا کہ میں نے تمہاری مردانگی اور فرزانگی جان لی اور باہمی اتفاق و کجیبتی کا حال معلوم ہوا ۵

درجہ داری و سر بازی شمار مثل نیست  
بر چنین مردان یکدل آفرین باد آفرین

اب میں اپنے کیے پر پشیمان ہوں اور عذر خواہ ہوں اور تمہاری پرورش اور تقویت کی جانب متوجہ ہوتا ہوں، حاضرین نے اس کی تحریر پر تعجب کیا اور مصلح خلا و ملائین اوباشوں کی تعریف کرنے لگا اور ان کے قید و قتل سے ہاتھ اٹھا لیا۔ دوسرے دن اعیان شہر جمع ہو کر آئے کہ اوباشوں کے بارے میں کچھ عرض و معروض کریں۔ مصلح نے سبقت کر کے کہا کہ اے عزیزو میں ان جو انون کے قتل سے پشیمان ہوں چالاک و دلیر آدمیوں کا مرنا افسوسناک امر ہے۔ کیونکہ ہر زمانہ میں یہ گروہ کثر پیدا ہوتا ہے اور میں آج کے دن ان کا محتاج ہوں کیونکہ اہل قلعہ روم باغی ہو گئے ہیں، اُن کے دفعیہ کے لیے ایسے ہی جوان مردوں کی ضرورت ہے۔ اگر تم میرے ہوا خواہ ہو تو اس جماعت کے سردار کو میرے پاس لاؤ تاکہ میں انکی تربیت و تقویت کروں ۵

ازین نامداران باہوش و تنگ  
دہم مرکب و جوشن و مغفرش  
کسے را کہ بنیم سزاوار جنگ  
بگردون گردان رسالم سرش

اکابرین طلب نے کہا کہ ان کا سردار ایک پیر مرد ہے جو چار فرزند رکھتا ہے جو آپ کے خوف سے کسب و کار میں مصروف ہو کر گوشہ گیر ہو گئے ہیں مصلح نے اُنکو طلب کیا اور بڈھے کی بڑی تعظیم کی اور خلعت دیکر مع بیٹوں کے ملازم کھلیا چند دنوں کے بعد جب فریقین کا باہمی اعتبار ہو گیا تو مصلح نے کہا کہ مجھ کو ایک

دلیر و فوجخواہ جماعت کی ضرورت ہے تاکہ اُن کی مدد سے مین قوی ہوں تم اس جماعت سے خوب واقف ہو جو جنگ و جدل کے قابل نظر آئے میرے ساتھ لاؤ مین خلعت دے کر اُن کو ملازم رکھوں گا بڑھا اور اُس کے بیٹے شادان و فرحان بد معاشوں کے جمع کرنے میں مہیا ہو گئے اور دوسرے دن تیس ہزار کی جمعیت کثیر مصلح کے روبرو لا حاضر کی مصلح نے کہا کہ ان کو کل میرے روبرو لا کر حاضر کرو تاکہ مین ہر ایک کے خلعت کا انتظام کولون اور شہر کے درزیوں کو بلا کر تیس ہزار خلعت کا لباس تیار کرنے کا حکم دیا۔ ملازمین اور اعیان شہر خوفزدہ تھے کہ سلطان مصر نے اسے اُن کے دفعیہ کے لیے بھیجا تھا اور وہ بھلا اس کے اُنکو اور قوی بناتا ہے ۵

بجائے خار گلبن سے نشاندہ بجائے زہر شکر می چشاندہ

جب رات ہوئی تو تیس ہزار دلاوراں نبرد آزما اور قوی پہل پہل ہوں ان کو اُس نے حکم دیا کہ تمہارا سے مسلح ہو کر فلاں مکان میں جہان پٹرے رکھے ہین موجود ہین۔ جب کل ادب اس میں داخل ہوں تو بلا انتظار سب کو قتل کر ڈالو الغرض صبح ہوئی اور تیس ہزار مصلح کے دست بوس ہوئے مصلح نے حکم دیا کہ فلاں کمرے میں جا کر لباس پہن کر حاضر ہو وہاں تو ان کے قتل کا انتظام ہو ہی چکا تھا۔ بیداریغ سب قتل کر دیے گئے اور وہ بڑھا اور اُس کے بیٹے بھی کیفر کردار کو پہنچے۔ ان کے سروں کو نیزہ میں لٹکا کر شہر میں گشت کرایا اور اس طرح ملک شرف و نساد سے پاک و صاف ہوا ۵

بد اندیش مردم سر افکندہ بہ درخت بد از بیخ بر کندہ بہ

سوم ستمگاران دل آزار جو تیرگی میں حسب قول ”الظلم ظلمات یوم القیامۃ“ مسلمانوں کا مال و اسباب ظلم سے لوٹتے ہین اور اللعنتہ اللہ علی الظالمین

کی تہدید کی پروا نہیں کرتے نہ عقوبت اکہی سے ڈرتے ہیں نہ سیاست سلطان سے خوفزدہ ہوتے ہیں۔ ان لوگوں کا دفع کرنا بادشاہ پر واجب ہے تاکہ ان کی اثر شامت ملک پر موثر نہ ہو سکے اور کوئی نتیجہ بد نہ پیدا ہو جو ظالموں اور بدکرداروں کا لازمی نتیجہ ہے۔ مثنوی

کا ر ظالم ملک ویران کردن است	عالمی را دیدہ گریان کردن است
اے نہادہ تیر ظلم اندر کسان	کے ز شمشیر بلا یا بے امان

دوسری قسم کے لوگ جو واجب المنع ہیں وہ گروہ ہے جو اوصاف ناپسند اور سیرت ناستودہ سے موصوف و معروف ہے۔ انکی ملاقات و ہمکلامی ہل دولت کے نقصان کا باعث ہے۔ انہیں سے ایک سخن چین ہیں جو جھوٹ سچ ملا کر لوگوں کو لڑوا دیتے ہیں حدیث میں آیا ہے کہ سخن چین بہشت میں نہ جائے گا اور حق سبحانہ تعالیٰ تو ریت میں فرماتا ہے کہ اے موسیٰ قیامت کے دن رد سخن چین کو تو دیکھے گا کہ اُس کی پیشانی پر لکھا ہو گا۔ اَکْثَرُ مِنْ رَحْمَةِ اللّٰہِ اور تیرا ان میں سخن چین کے لیے فاسق کا استعمال ہوا ہے۔ جہاں فرمایا ہے اِنْ جَاؤْکُمْ فَاسْقُ بِنِیَآءٍ وَاِذَا رَاکُمْ تَحَايَیْ بِاسْ کُوْنِیْ فَاَسْقُ خَبْرَیْ کَرَّ اَیْ۔ بزرگوں نے کہا ہے کہ جب کوئی آدمی تمھارے پاس خبر لائے کہ فلان شخص نے ایسا کہا ہے یا تیری جگہ پر ایسا کیا ہے تو تجھ پر چھ چیزیں واجب ہیں اول یہ کہ اُسے راست گو نہ جائے کیونکہ حق سبحانہ تعالیٰ نے اُسے فاسق کہا ہے اور فاسق کی بات سچی نہیں ہوتی۔ دوسرے جھلی سے منع کر کیونکہ نہی منکر واجب ہے۔ سوم یہ کہ اسے دشمن رکھ اس لیے کہ خدا اُسے دشمن رکھتا ہے چنانچہ بیان کرتے ہیں کہ دشمن ترین وہ شخص خدا کے نزدیک ہے جو سخن چینی سے دوستوں میں نفاق ڈالتے ہیں چارم مسلمانوں کے ساتھ گمان بد نہ کر کیونکہ بعض گمان و بال ہیں۔ پنجم یہ کہ اُس خبر کی تحسین نہ کر کیونکہ تحسین کی ممانعت ہے۔



ششم جو کہ سخن چین ہے اُس کے موافق عمل نہ کر اور اصل تو یہ ہے کہ سخن چین کو اپنے نزدیک راہ نہ دے اور اُس کی گفتگو پر مطلق کان نہ دھرے نہ نظم

سخن چین را مدہ در نزد خود جای	کہ در یکدم کند صد فتنہ بر پای
سخن چین را مکن نزدیک خود رام	کہ بد گوید ترا ہم در سہ انجام

حکایت ہے کہ آصفہان کا ایک امیر غلام خرید رہا تھا اس کے مالک نے کہا کہ اس میں عیب یہ ہے کہ سخن چین ہے۔ امیر نے کچھ پروا نہ کی اور اسکو خرید لیا جب چند مدت گزر گئی تو غلام نے امیر کی بیوی سے کہا کہ تمہارا شوہر دوسری عورت پر فریفتہ ہے۔ بیگم یہ سُکر نہایت غمگین ہوئی۔ غلام نے دیکھا کہ میرا جادو اثر کر گیا تو پھر کہا کہ اگر امیر کو تا بو میں لانا چاہتی ہو تو محبت کا ایک افسون میرے پاس ہے اگر تیرا سترے سے امیر کی ڈاڑھی کا بال مونڈ کر مجھے لا دو تو میں عمل میں لاؤں ادھر عورت کو رضا مند کیا اور ادھر مالک سے جاکھا کیا کہ آپ کی عورت آپ کو قتل کرنا چاہتی ہے امتحاناً آج سوئے گا نہیں چنانچہ امیر آنکھیں بند کیے رہا۔ اُس کی عورت نے اُسترے سے ڈاڑھی کا بال مونڈنا چاہا خواجہ تو جاگ ہی رہا تھا فوراً اُٹھا اور اُسی سترے سے عورت کا گلا کاٹ ڈالا اولیاء زن نے قصاص کا دعویٰ کیا اور خواجہ بھی قتل کیا گیا۔ یہ سخن چینی کی بد بختی تھی جو یہ نتیجہ ہوا۔ نظم

میان دو کس جنگ چون آتش ست	سخن چین بد بخت ہیزم کش است
سیہ چاہ و مرد اندرون بسترے پایے	بہ از فتنہ بردن ز جائے بجائے

دوسرے غمازون کی جماعت ہے جن کا دیکھنا اور گفتگو کا سننا ناروا ہے

نہ دیدم ز غماز سر گشتہ تر	نگون طالع و بخت برگشتہ تر
---------------------------	---------------------------

آثار میں آیا ہے کہ غماز حلال زادہ نہیں ہوتا۔ حکایت ہے کہ بنی اسرائیل میں ایک مرتبہ خشک سالی پڑی اور قحط کے آثار ظاہر ہوئے۔ حضرت موسیٰ

نماز استسقا کے لیے قبیلہ کے ساتھ باہر تشریف لائے اور شبانہ روز دعائیں لگایں  
 مگر قبول نہ ہوئی موسیٰ علیہ السلام نے رو کر عرض کیا کہ اکی چار شبانہ روز سے مین  
 دعا کر رہا ہوں اور میری دعا قبول نہیں ہوتی۔ خطاب ہوا۔ اگر چالیس دن بھی دعا  
 مانگے گا جب بھی قبول نہ ہوگی کیونکہ قوم مین ایک غماز ہے کہ اس کی بدبختی دعا کو  
 محل اجابت مین نہیں آنے دیتی۔ موسیٰ علیہ السلام نے کہا کہ یا اکی تو بتا کہ وہ کون  
 شخص ہے تاکہ مین اس سے توبہ کے لیے کہوں خطاب ہوا کہ اے موسیٰ مین غماز  
 کا دشمن ہوں کس طرح غمازی کروں تو اپنی تمام قوم سے کہہ کہ وہ غمازی سے توبہ کرے  
 اس مین وہ شخص بھی آجائے گا۔ الغرض ایسا ہی ہوا اور پانی برسا۔ بیدار مفسر سلطان  
 غمازون کو ہرگز دست نہیں رکھتے نہ اسکو ٹھہر لگاتے ہیں حکایت ہے کہ ایک بادشاہ  
 کسی شخص کی تربیت کرتا تھا اس سے کہا کہ اگر توجاہ ہے کہ روز بروز تیرا مرتبہ بلند ہو  
 اور ساعت بساعت تیری قدر بڑھے اور تمام ملازموں سے زیادہ مقرب ہو تو  
 تین ما توں سے گریز کر اول یہ کہ جھوٹ نہ بول کیونکہ دروغ گو چشم مردم مین ذلیل و  
 خوار رہتا ہے۔ دوم میری تعریف میرے سامنے نہ کر کیونکہ مین اپنے کو تجھ سے اچھا  
 جانتا ہوں سوم غمازی نہ کرنا اور اس سے دور رہنا اور میری سپاہ و رعیت کی  
 برائی میرے سامنے نہ کرنا کیونکہ مین ان کی برائی سے نکر مدد گمان ہوں گا اور جب  
 یہ مال فوج در عایا کو معلوم ہوگا تو وہ ہر اسان ہوگی اور دوسرا بادشاہ طلب کریگی  
 جس کی وجہ سے مملکت مین خلل واقع ہوگا۔ نظم

برآید ز غماز عالم بہم	خلل راہ یا بد تحصیل چشم
ز غماز گرد جهان سرنگون	کہ ناپاک جانست و تیرہ درون
چون غماز را دیدی اندر زمان	بہ تیغ سیاست برش زبان

حکایت ہے کہ نو شیردان نے ایک دن دربار مقرر کیا ایک ملازم نے کسی

شخص کی چلی کھائی نوشیروان نے کہا اس بات کی مین تحقیقات کروں گا اگر صحیح ہے تو بوجہ غمازی بچھے گرفتار کروں گا اور اگر جھوٹ ہے تو دروغ گوئی کی سزا دوں گا اور اگر توبہ کرے گا تو خطا معاف کروں گا اس نے فی الفور توبہ کی اور بادشاہ نے اس کی خطا معاف کی۔ نظم

ہر کہ غمازی کند نزدیک شاہ	ہم نبرد شاہ گرد و رویاہ
عالمی در آتش و دود اندازد	لے خدا لے خلق خوش و دندازد

حکایت ہے کہ خلیفہ معتصم کو کسی عامل نے رقعہ لکھا کہ ایک دولت مند رقم خطیر چھوڑ کر مرا ہے صرف ایک نابالغ بیٹا ہے اگر حکم ہو تو حسب ضرورت چھوڑ کر باقی رقم خزانہ میں داخل کی جائے تاکہ توفیر ہو اور جب وارث بالغ ہو گا تو اس کی رقم واپس دیدی جائے گی خلیفہ نے رقعہ کی پشت پر لکھا کہ متوفی کو خدا بخشے اور اس کے مال و میراث میں برکت دے یتیم کی پرورش کرو اور غماز پر حسد کی لعنت ہو۔

مشتہ غماز کس نزدیک شامان	بترس آخر ز آہ بیگناہان
کہ آہ بیگناہان سخت گیسرد	بیسے کس راز تخت و بخت گیرد

دوسرا اگر وہ صاحب غرض لوگوں کا ہے وہ ہر کلام میں غرض رکھتے ہیں ملک ہوشنگ نے وصیت کی کہ اصحاب غرض کی موافقت سے بچنا چاہیے کیونکہ یہ لوگ نیک کرداری کو قبیح صورت میں پیش کرتے ہیں نظم

مرد راہ صاحب غرض پیش خویش	ز صاحب غرض میشود سینہ ریش
کہ از جملہ تزییر و مکر و فن ست	برون دوست از درون دشمن ست

اور جب معلوم ہو جائے تو بغیر تحقیق و تفتیش ان کے معروضوں پر کچھ حکم نہ دینا چاہیے۔ مثنوی

<p>انکوئے رابرشتی می نمایند کسے باید کہ پیرامن نہ گردد</p>	<p>جو ارباب غرض لب برکشایند بکلی ناسخن روشن نہ گردد</p>
<p>اسکندر نے ارسطو سے پوچھا کہ شاہی ملازمت کے لیے موزون اور غیر موزون کون فرقہ ہے جواب دیا کہ خدمت کے لائق امین ہے نہ کہ خائن کیونکہ امانت عزت اور خیانت ذلت کا سبب ہے اور قانع ہونہ کہ طامع کیونکہ قناعت گنج بیکر ان ہے اور طمع بچ بے پایاں ۵</p>	
<p>طامع البتہ خوار و زار بود</p>	<p>مرد مستافع بزرگوار بود</p>
<p>دوسرے یہ کہ نیک گو ہونہ عیب جو کیونکہ نیک گوئی سے آدمی محبوب مقبول رہتا ہے اور عیب جوئی سے مخذول و مردود۔ کارکن ہونہ کہ لاف زن اول محروم دوم متهم ہوتا ہے۔ نیز موافق ہونہ کہ منافق کیونکہ اول کا نتیجہ مہر و وفا اور دوم کا جور و جفا ہے۔ سنت کی راہ پر چلتا ہونہ کہ بدعت پر کیونکہ تائید سنت روضہ جان مین اور تائید بدعت قعر ذلت مین پہونچاتا ہے۔ سات گرد ہون کو اپنے پاس نہ آنے دینا چاہیے۔ اول حاسد دن کو کیونکہ نہر حب کا کسی تریاق سے علاج نہیں ہو سکتا اور پنج ماسد لا علاج ہے ۵</p>	
<p>حسد رنجیست سوزندہ کزد آتش بجان افتد چہ جائے جان کہ از حساد آتش در جہان افتد</p>	
<p>حسد کا مرض جلی ہوتا ہے۔ جو زوال نعمت کا سبب ہے۔ خدا کہتا ہے وَمِنْ شَرِّ حَاسِدٍ إِذَا حَسَدَ ۖ حَدِيثِ مِین آیا ہے کہ حسد نیکون کو کھا جاتا ہے جیسا کہ آگ لکڑی کو جلا دیتی ہے حقیقت مین ذلیل ترین صفت اور خوار ترین خصلت ہے اہل مین ذنات اور خساست سے جو ہوتا ہے جل کا نتیجہ ہے۔ اظہار حسد نقصان عقل پر واضح دلیل ہے حساد کو ہمیشہ غیر دن کی راحت سے شفقت</p>	

## مین تم دیکھو گے ۵

درین غصہ جان می دبدبو کے	کہ بہر چہ دارد وجود آن یکے
--------------------------	----------------------------

اور ایک ایک گھڑی مین ہزاروں بیالے غم و غصہ کے پیتا ہے۔ خوش و حزن  
کو دیکھ کر دست حسرت ملتا ہے، کفنی للحمود حصہ، نظم

حسود را حسد اولبس ست در عالم	کہ در بلا و غم و رنج دارد دش ہر دم
حسود بردگر ان آتشی برافرازد	چون نیک در نگرخی در دران میان سوزد

ایک ماسد کی ہلاکت کا حال یون بیان ہوا ہے کہ اسکندر کے زمانہ میں ایک  
جانور ظاہر ہوا جس پر اس کی نظر پڑی وہ ہلاک ہوا۔ سخت پریشانی ہوئی آخسر  
ارسطو اس کے دفعیہ پرستعد ہو ایس ایک آئینہ بنانے کا حکم دیا اس قدر بڑا کہ اس کے  
تیچھے چھپ سکے۔ ایک گاڑی کے سامنے اسکو لگا کر پس پشت آپ بھی بیٹھا  
اور جہان جانور تھا روانہ ہوا۔ جانور بویا کر بیٹھا تو اپنی صورت آئینہ میں دیکھی جب  
گاڑی قریب پہنچی تو گر کر مر گیا۔ اسکندر نے تعجب سے پوچھا کہ اس میں کیا  
حکمت تھی۔ ارسطو نے بیان کیا کہ بخارات متعفنہ جو زیر زمین محبتس رہتے ہیں  
اُسی سے یہ جانور پیدا ہوا ہے اس کی آنکھ میں زہر قاتل ہے۔ جب اسکی نظر  
آئینہ پر پڑی تو اس کا عکس پھر اسی کی طرف پلٹا اور زہر سرایت کر گیا جس سے  
گر کر مر گیا۔ اسکندر نے حکیم کی بڑی تعریف و توصیف کی۔ اسی طرح شر حد ماسدون  
کی طرف پلٹا ہے چنانچہ مشہور ہے النار تاكل نفسها ان لم يجد حطباً دوسرے لوگ  
جو لائق خدمت نہیں وہ بخیل و مسک ہیں۔ جس طرح سخاوت عیوب کو چھپاتی  
ہے اسی طرح بخل ہنر کو چھپا لیتا ہے۔ نظم

مرد ہر چند در ہنر کوشد	بخل آن جملہ را فرد پوشد
از لیلمان تیسرہ دل بگریز	در کر میاں پاک جان آویز

جامع الاحکام میں ہے بخیل آدمی ملازم نہ رکھنا چاہیے تاکہ خجالت نہ ہو حکایت ہے عمر بن لیث کا وکیل بخیل تھا عمرو نے کہا موسم سرما کے بیوے خرید کر وایک دن دربار منعقد کیا جس میں اطراف و اکناف کے سفر اموجود تھے عمرو نے کہا کہ دسترخوان پر میوہ کم نظر آتا ہے۔ حالانکہ بہت منگایا گیا تھا وکیل نے کہا میوہ بدبودار ہو گیا ہے حکم ہوا تو حاضر کروں۔ عمرو بغایت منفعل ہوا۔ اُس کو معزول کیا اور کہا کہ اس سے جو ندامت ہوئی اس کچھ تلافی نہیں۔

عینی نبوذرجنسل بدتر

ازدیک اکابر ہنردور

سوم پست ہمت لوگ ہین کیونکہ سلاطین کی ہمت بلند ہوتی ہے۔ انکے پاس ایسے لوگوں کا کیا کام جو بخیل سے بدتر ہوتے ہین۔ کیونکہ بخیل وہ ہے جو کرم نہ رکھے مگر اپنے مال سے خود متع اٹھائے اور مسک وہ ہے جو نہ خود کھائے نہ دوسرے کو دے اور سفلہ وہ ہے جو نہ خود کھائے نہ کسی کو دے اور نہ چاہے کہ کوئی شخص کسی پر کرم کرے۔ حکایت ہے کہ ایک سخی بادشاہ نے اپنے ایک مصاحب سے کہا کہ دس لاکھ درم ایک شخص کو دینا چاہتا ہوں۔ تیری کیا رائے ہے۔ اُس نے کہا مقدار مال بہت زیادہ ہے۔ اس کا نصف اور ثلث حصہ بھی بہت زیادہ ہے۔ ہاں دسواں حصہ کسی کو آپ دے سکتے ہین۔ بادشاہ نے فرمایا میں چاہتا تھا اس قدر روپیہ تجو ہی کو دون انسوس کہ تو نے مجھ کو روکا اور اپنے کو محروم رکھا۔ اس نے بڑی خوشامد درآمد کی بادشاہ نے فرمایا کہ تیر سفلہ ہے لائق عقوبت نہ کہ لائق عطیہ۔ مجھے تو نقصان میں رکھا اور اپنے کو بھی۔ میرا نقصان یہ ہے کہ اگر اس قدر مال تجھے دیتا تو کرم و عطا میں شہرت ہوتی اور تیرا یہ ہے کہ اس سے محروم رہا۔ اس وقت حسب تجو دسواں حصہ لے لے۔ پھر میری مجلس میں کبھی ایسی سفلگی کا اظہار نہ کرنا۔ نظم

سفلہ سیدہ رو بود و بد نہاد	حسن نگذار دنگسے راجبام
سفلہ سیدہ بر سر ہر سفلہ باد	خاک سیدہ بر سر ہر سفلہ باد

تیسرا اگر وہ غیبت کرنے والوں کا ہے۔ جو ہر شخص کے ذکر میں بولنا چاہتے ہیں اگر ان کا بیان صحیح ہے تو غیبت میں داخل ہے ورنہ بتان ہے۔ بیان ہے کہ عذاب غیبت زنا سے بھی بدتر ہے۔ حق سبحانہ نے فرمایا ہے۔ چاہیے کہ ایک دوسرے کی غیبت نہ کرو آیا کوئی شخص دوسرے کو کہتا ہے کہ اپنے برادر مردار کا گوشت کھائے یا اور یہ غایت تمہید ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ غیبت کنندگان مثلی مردار خوار کے ہوتے ہیں اور جو انسانیت کی بوجہ کہتا ہے وہ مردار سے پرہیز رکھتا ہے۔

از غیبت مردان بہ پرہیز	وز مردم عیب جوے بگریز
------------------------	-----------------------

حکایت ہے کہ ایک غیر مسل بنمیر تھے۔ خواب دیکھا کہ حکم ہوتا ہے۔ صبح کو اٹھ کر فلان جنگل میں جا پہلے جو چیز نظر آئے اُسے کھا جاؤ۔ دوسرے جو چیز نظر پڑے اُسی سے چھپا دو تیسری چیز جو دیکھو اسکی حفاظت کرو۔ چوتھے کو ناپسند نہ کرنا۔ پانچویں سے گریز کرنا۔ صبح اٹھکر روانہ ہوئے پہلی چیز جو دکھائی دی وہ ایک باند پہاڑ تھا۔ آپ حیران ہوئے کہ اسے کس طرح کھاؤں مگر خدا کا حکم تھا روانہ ہوئے جب قریب پہنچے تو دیکھا کہ وہ پہاڑ ایک لقمہ خود بن گیا ہے۔ آپ نے کھایا تو شہدے زیادہ شیریں اور مشک سے زیادہ خوشبودار تھا۔ خدا کا شکر بجالا کر آگے بڑھے۔ ایک طشت زرین راستہ میں پڑا ہوا دیکھا۔ گڑھا کھو دکر اسے چھپایا اور آگے بڑھے، دو قدم چلکر تیسھے دیکھا کہ وہ طشت اوپر آگیا ہے۔ پھر چل پڑا اس کو گاڑا۔ پھر باہر آگیا۔ غرض کئی مرتبہ ایسا ہوا۔ بنمیر نے سوچا کہ مجھے چھپانے کا حکم ہوا تھا۔ یہ کام تو میں نے کر ہی دیا۔ یہ سوچ کر آگے بڑھے دیکھا کہ ایک

چڑیا باز کے خوف سے ہر اسان ترسان اڑ رہی ہے پرند نے کہا کہ اسے نبی میری حفاظت کر کہ دشمن میرے پیچھے ہے آپ نے اُسے اپنے گریبان میں چھپا لیا۔ اتنے میں خشم آلود باز آپہونچا اور کہا اے نبی آج دن بھر اس شکار کے میں پیچھے رہا اور آپ نے چھپا لیا میں بہت بھوکا ہوں۔ مجھے نا امید نہ کر۔ آپ نے سوچا کہ مجھے حکم ملا ہے کہ نا امید نہ کر۔ تھوڑی دیر سوچ کر اپنی ران سے گوشت کا ٹکڑا کاٹ کر سامنے پھینک دیا۔ وہ گوشت لے کر اڑ گیا اور پرند کو نجات ملی۔ اب آپ آگے بڑھے ایک مردار دیکھا جو بدبودار اور متعفن تھا۔ آپ وہاں سے بھاگے، جب رات ہوئی تو آپ نے نجات کی کہ آہی جو حکم تو نے مجھے دیا تھا، میں بچا لایا۔ اب اسکی حکمت ظاہر کر، خطاب ہوا کہ کوہِ عظیم جسے کھایا تھا وہ غصہ ہے جو پہلے بڑا معلوم ہوتا ہے۔ مگر کھا جاؤ تو نہایت شیریں معلوم ہوتا ہے۔ اور طشت زرین جو ہر چند چھپانے سے نہ چھپاؤ نہ نیکی ہے۔ کہ کوئی لاکھ چھپائے مگر چھپ نہیں سکتی۔ تیسرے سے یہ مراد ہے جو تیرے پاس پناہ لے اس کی حفاظت کر اور جو امین بنائے اسکی امانت میں خیانت نہ کر۔ چوتھے سے یہ مراد ہے کہ کوئی شخص تجھ سے جو چیز مانگے تو حاجت ردائی میں کوشش کر۔ پنجم جو مردار دیکھا تھا وہ غیبت ہے۔ اس سے محفوظ رہ کیونکہ غیبت کردار نیک کو باطل کر دیتی ہے۔ نظم۔

مران غیبت ہمچو کس از زبان	کہ طاعت ز غیبت افتد در زبان
ہمسر غیبت طاعتی کم شود	ز غیبت گرے کار برہم شود
صحبت ملوک کے لیے زیبا ہے کہ گرد غیبت سے پاک و صاف ہو جس طرح غیبت کرنا حرام ہے۔ اسی طرح اس کا سننا بھی حرام ہے۔ کہنے اور سننے والے دونوں عذاب میں برابر ہیں ۵	
گوش و زبان در رد غیبت مدہ	از بد کس گوش و زبان پاک نہ



پانچویں وہ لوگ ہیں جو ناحق شناس ہیں۔ ولی نعمت کے حقوق نہیں پہچانتے اور کفرانِ نعمت کرتے ہیں۔ اور ہمیشہ یہ جماعت سرنگون اور مقہور رہتی ہے نہ بخت اُن کا بیدار ہوتا ہے نہ اُن کی دولت پامدار ہوئی ہے۔ قطعہ

کسے کو می کن نعمت فراموش	ازو کردن فراموشی صواب است
ازان کو حق نے داند بہر ہیز	کہ روح از صحبت او در عذاب است

نقل ہے کہ خلیفہ معتمد نے کہا کہ جو تیغ زبان شکر گزارِ یمن کند ہو اُسے زبان تیغ سے نزا دینا چاہیے۔ نظم

حق نان و نمک تبہ گردن	بشکند مرد را سر و گردن
با ولی نعمت ابر برون آید	گر سپہرست سرنگون آید
حق شناسی بزرگوار کند	نا سپاسی ز پای در فلکند

چھٹا دروغ گو ہے کیونکہ کذب کسی کے نزدیک پسندیدہ نہیں ہے۔ اور دروغ گو سلاطین کے پاس بے آبرو رہتا ہے۔ اخلاق حکما میں بیان ہے کہ وزیر فضل کی مجلس میں دو ندیم تھے۔ ایک نصیر دوسرا ثاقب جو نہایت خوش طبع اور با مذاق تھا۔ ایک دن مذاق میں نصیر سے بگڑ گئی اور کشتی کی نوبت آگئی نصیر کا عمامہ گر گیا تو اسے نہایت غصہ آیا اور چہرے کا رنگ سرخ ہو گیا وزیر نے کہا اس قدر فحش کی کیا بات ہے۔ ایسی باتیں تو بکثرت ہوا کرتی ہیں ثاقب نے کہا کیوں نہ مجھے غصہ آئے کہ آپ کی ایسی مجلس میں میری بی بی ابروی ہوئی فضل نے کہا کہ اس واقعہ کو زیادہ وقیع نہ بنا اور خفا نہ ہو کیونکہ تیری آبرو میرے نزدیک اسی دن جا چکی ہے جب تو نے مجھے کہا تھا کہ میرے چہرے ایک شب میں مرو سے نیشاپور پہونچا دیا۔ نظم

میسر و زہر گز چہ راع دروغ	چہ راع دروغ ست بس بے فروغ
---------------------------	---------------------------

کزان ابرو سے شودا بچوے	تو از کذب تعظیم و حرمت مجوے
<p>ساتویں وہ لوگ بھی قابل خدمت نہیں ہیں جو بسیار گوہر تھے ہیں۔ ایسے شخص کی قدر باقی نہیں رہتی کیونکہ طول کلامی میں غلط سلط باتیں زیادہ آجاتی ہیں بزرگ چہرے نے کہا ہے کہ جو شخص زیادہ بات کرنے پر جریص ہو اُس کی نسبت یقین کر لو کہ دیوانہ ہے مثل ہے المکثار منذار یعنی بسیار گوہر وہ ہے۔ نقل ہے کہ حضرت عسلی علیہ السلام کے حواریوں نے خواہش کی کہ آپ میں نصیحت کیجیے جس پر ہم کا رہنما ہوں اور بہشت میں پہنچیں۔ آپ نے فرمایا ہرگز بات نہ کرو، جواب دیا یہ کیسے ممکن ہے۔ آپ نے فرمایا کہ جب بات کرو تو سوا کلمہ اخیر کے اور کچھ نہ کہو کیونکہ زیادہ گوئی دل کو تاریک کرتی ہے۔ ثمنوی</p>	
<p>صرفہ گفت ارکن ارمی کنی پاس سخن دار کہ این ست گنج قول موجہ صفت انبیاست خامشی از گفت نکہ تر سے ہر چہ پسندیدہ بود او خوش است</p>	<p>اسلمے از حرفہ نرمی کنی چند زیاس درم اسفے برج گفتن بیفادہ ترک حیاست بر ہر بہنگام مگوید کہے نے ہمہ گفتار انسان خوش است</p>
<p>حکایت ہے کہ ایک مرتدین بادشاہ نوشیروان کی مجلس میں موجود تھے۔ قیصر روم۔ خاقان چین۔ ملک ہند نوشیروان نے کہا کہ زمانہ چاہیے جب ایسی صحبت کہیں نصیب ہوتی ہے۔ آؤ ہر ایک ایک بات کہیں کہ بادشاہوں کا کلام کلام کا بادشاہ ہوتا ہے۔ جو بطور یادگار باقی رہے ۵</p>	
درین سراے کہ ہر خوں کن بخوش سخن	کہ بہتر از سخن خوب یادگاری نیست
<p>سچوں نے نوشیروان سے کہا کہ آپ ابتدا کیجئے۔ نوشیروان نے کہا کہ ہرگز ناگفتہ سخن پر مین پریشان نہیں ہوا۔ بلکہ بعض بولے ہوئے سخن پر نہایت</p>	

نادم ہوا ہوں۔ قیصر روم نے کہا جو میں نے نہیں کہا اُس پر کہنے کی قدرت ہر وقت حاصل ہے۔ اور جو کہ چکا وہ اختیار سے باہر ہو گیا۔ یعنی جب بات منہ سے نکل گئی تو وہ واپس نہیں ہو سکتی۔ اور جو بات کسی نہیں گئی اُس کا ہر وقت کہا جانا ممکن ہے۔

خاقان چین نے کہا جب تک میں بات نہ کروں تو گفتگو میرے تابع رہتی ہے۔ اور جب کہ چکا تو وہ مجھ پر غالب ہو جاتی ہے۔ یعنی جب تک گفتگو کوئی شخص نہ کرے اسے اختیار حاصل ہے کہے یا نہ کہے اور اگر کہ چکا تو پھر اس کے حیطہ اختیار سے باہر ہو گئی۔

ملک ہند نے بیان کیا کہ ہر ایک بات جو کہی جائے یا تو جھوٹ ہوگی یا سچ اگر صحیح ہے تو اُس کا کہنے والا اس کا ذمہ دار بن جاتا ہے۔ تاکہ اپنی ذمہ داری سے بری ہو اور اگر غلط ہے تو کچھ فائدہ نہیں ہے۔ پس دونوں حالتوں میں خاموشی اولیٰ ہے۔ قطعہ

بد و گفتگو لے آنکہ با عقل و ہوشی	بہ پیری رسیدم در اقصای یونان
خمشوشی خمشوشی خمشوشی خمشوشی	ز مردم چہ بہتر بہر حال گفت

حکماء متاخرین نے کہا ہے کہ سخن بد سے خاموشی بہتر ہے اور سخن نیک خاموشی سے بہتر ہے۔ قطعہ

نظر کردم چشم عقل و دانش	ندیدم بہر خاموشی خصالے
نگویم لب بہ بند دیدہ بردوز	ولیکن ہر مقامے را مقالے

چالیسواں باب خدم و حشم کی تربیت کے بیان میں

اور یہ باب دو قسموں پر منقسم ہے، قسم اول میں بادشاہوں کی تربیت کا بیان

ہے جو انھیں اپنے ملازمین و متعلقین کے ساتھ کرنی چاہیے۔ دوسرے حصہ میں ملازمین سلاطین کے آداب کا ذکر ہے۔ یہاں قسم اول کا بیان کیا جاتا ہے۔ حکما کا قول ہے کہ سلاطین کو ارکان دولت اور اعیان مملکت کے بغیر چارہ نہیں۔ بوجہ اس کے کہ ہر ایک شخص کے زیرِ تسخیر ایک حصہ ملک ہوتا ہے اور رعایا اُس کے قابو میں رہتی ہے، لہذا بادشاہ کے لیے نہایت ضروری بات ہے، کہ سلطنت کے جزئی کلی امور کو نگاہ میں رکھے اور اپنے حکام کی کارروائیوں کا نگران ہو، اس کے لیے صرف دو آنکھ اور دو کان کافی نہیں ہیں بلکہ بہت سی آنکھیں اور کان درکار ہیں۔ پس چاہیے کہ ایک جماعت ہو شہنشاہ نیک شرت بے طمع۔ بلند ہمت ملازم رہے جس کے گوشِ چشم کا وہ مالک ہو جس کے ذریعہ سے حکمرانی کرے۔ اور اس منجر جماعت کی رعایت کرنی چاہیے تاکہ وہ مستعدی سے کام کرے کیونکہ اس سے بدتر کوئی بات نہیں کہ مملکت کے حالات بادشاہ تک نہ پہنچیں سراج الملوک میں بیان ہے کہ نوشیروان نے ایک حکیم سے پوچھا کہ زوال مملکت کے کیا اسباب ہیں۔ اُس نے کہا تین۔ اول یہ کہ بادشاہ سے خبریں پوشیدہ رکھی جائیں، دوم فرومایہ لوگوں کی پرورش، سوم حکام کا ظلم، نوشیروان نے دلائل مانگے تو بیان کیا کہ جب ملک و رعایا کے حالات بادشاہ تک نہ پہنچ سکیں گے اور بادشاہ دشمن سے غافل ہو تو ہر شخص جو چاہے کرے گا۔ اور فتنہ و فساد گوشہ ملک سے اُٹھے گا۔ مملکت ضعیف ہوگی دوسرے جب فرومایہ اور دنی اطیع لوگوں کی پرورش ہوگی تو وہ اپنی ذنات سے اہل جمع کرنے پر رغب ہوں گے اور ہر ایک شخص سے طمع کریں گے۔ اکابر و اشراف کی قدر نہ پہچانیں گے اور مردم بزرگ کی حرمت کا لحاظ نہ رکھیں گے لوگ ان کے حرکات سے رنجیدہ ہوں گے تو رعایا بادشاہ سے خلاصی پانے کی

فکر کرے گی اور اسی موقع کی نسبت کہا گیا ہے ”زوال الدولہ بار ترفع السفلۃ“ یعنی جب کمتر درجہ کے لوگ ترقی کریں گے تو ملک زوال پذیر ہوگا۔

گر سفلہ بجاہ دست یابد	بازار ملک شکست یابد
دونان نہ منزے جاہ باشند	بل درخور بند و چاہ باشند

دوسرے جب حکام رعایا پر ظلم کریں گے تو اُن کی نیت بادشاہ کی طرف سے بد ہوگی اور زراعت و امارت سے ملول و متفکر ہوگی جس سے سلطان کی آمدنی کم ہوگی لشکر کے لیے رسد نہ پہنچے گی۔ فوج بھی سرتابی کرے گی۔ مقابلہ غنیم پر بے وفائی کریں گے اور ملک بافقہ سے نکل جائے گا۔ نظم

ظلم عامل جان خراب کند	دل مظلوم را کباب کند
اندر آرد بکار ملک شکست	دامن عافیت رود از دست

نوشیروان نے بڑی تعریف کی اور اس کے کلمات کو آب زر سے لکھنے کا حکم دیا، دوسرے کہتے ہیں کہ قعر سلطنت کے چار ستون ہیں، اگر اُن میں سے ایک نہ ہو تو خلل پڑے گا اول امیر ہے جو اطراف مملکت کی خدمت کرتا ہے اور دشمنوں کے شروفساد کو مٹاتا ہے دوم وزیر جو سلطان اور ملازمین کا انتظام کرتا ہے اور موقع سے مال حاصل کر کے موقع پر خرچ کرتا ہے۔ سوم وہ حاکم جو بادشاہ کی طرف سے احوال خلق کی تحقیق کرے۔ بدو کو دباے نیکون کو بڑھائے چارم معتبر مخبر جو مفصل حالات سے بادشاہ کو اطلاع دے۔ وہ جماعت جسکے بغیر کوئی چارہ نہیں اہل سیف ہیں۔ اُن کی نسبت اجمالی بیان یہ ہے کہ ہر ایک کو عنایت و مہربانی سے دیکھے اور جس چیز کی ضرورت ہو مہیا کرے، جو کار مضبوطی خاطر خواہ انجام دے اُس پر نوازش کرے، ورنہ پہلے نصیحت کرے پھر گوشمالی دے مگر ہرگز اظہار عیوب ملازمین روانہ رکھے اُن کی خوشی اور رنج پر خوش

برخیزد ہو جس کو کہ نہ ملا زمین میں نہ پیدا ہونے دے اور جہاں دوزخ کا فوراً دفعیہ کرے تاکہ خصوصیت کا مادہ قائم ہو چکا کا قول ہے کہ امر کے نزاع سے ملک اتر رہتا ہے۔ نظم

چو یک دل نباشد راعیان شاہ	شود کار شاہ و رعیت تباه
زارکان دولت نہ زید نزاع	کہ ستیزہ آرد علی الانقطاع
ستیزہ بجائے رساند سخن	کہ ویران کند خاندان کهن

ملک بہمن نے ایک حکیم سے پوچھا کہ ملا زمین کی تربیت کس بنیاد پر رکھنی چاہیے جواب دیا دو چیزوں پر۔ ایک لطف۔ دوسرا قدر ہمیشہ قدر و لطف کی نظر کا اثر خدام سلاطین پر ظاہر کرنا چاہیے۔ سختی سے کام لے تاکہ وہ دلیر نہ ہو جائیں اور نرمی سے چھوڑیں تاکہ مایوس نہ ہوں۔ نگارستان میں لکھا ہے کہ تربیت میں حکمت کی بات یہ ہے کہ نرمی سے کام لے تو سختی نہ کرے، اور اگر تشدد کی ضرورت ہو تو نرمی نہ برتے کہ زخم پر نشتر کی ضرورت مرہم سے پہلے ہوتی ہے۔ قطعہ

ہمیشہ رہ لطف نتوان گرفت	دراہر و فگن چین بہنگام خویش
نہ مہنی کہ مرہم نیاید بکار	چو گر و جراحت سزاوارش

حکمائے کہا ہے کہ جس شخص کو بادشاہ تربیت دینی چاہے۔ جب تک کہ اسکا بخوبی امتحان نہ کرے اور اس کے عادات و اطوار کی آزمائش نہ ہو ہرگز تربیت نہ کرے کیونکہ بسا اوقات ناصحتین کو نظر سے گرا نا پڑتا ہے اور جلدی کسی کو گھٹانا اور بڑھانا وید بہ سلطنت کے لیے مضرت ہے۔

ہرگز انیسل تربیت داری	امتحان کردہ بایدش بچند
اگر شن بہت قابلیت آن	علم و لطف بر آری بند
وہ نہ قابل بود لبند ساز	تا یزد دے نبایدش افگند

جس طرح اٹھائے ہوئے کو جلد پھینکنا مناسب نہیں اسی طرح کسی سے

جلد خوش اور ناخوش ہونا خوف اور سبکی کی دلیل ہے۔ کیونکہ اس کے لیے زمانہ چاہیے تاکہ بادشاہ کا عزم و ثبات ظاہر ہو۔ حکایت ہے کہ ایک دن کوئی خلیفہ اپنے مصاحب سے باتیں کر رہا تھا۔ اثنائے سخن میں مصاحب نے ایسی بات کی جو مناسب نہ تھی خلیفہ نے اُسے مجلس سے باہر نکلوا دیا وہ بیچارہ زندگی سے مایوس گھر میں بیٹھ رہا اور ناکام شربت تلخ صبر و تحمل بیتا رہا اور خود کہتا تھا ۵

ولا ز حال بد خود جزع مکن ز نہار | صبور باش کہ نیکو شود باخر کار

جب مدت مہاجرت کو عرصہ ہوا تو اُس نے اپنے حالات کا معروضہ لکھ کر کسی کے ہاتھ خلیفہ تک پہنچایا۔ اُس نے موقع پا کر پیش کیا تو خلیفہ نے ہنس کر کہا کہ اس نے ایسی خطا نہ کی تھی جو محرومی کا باعث ہو۔ مصاحب نے کہا تو غیر دربار میں آنے کی اجازت ہونی چاہیے۔ خلیفہ نے کہا۔ لکل اجل کتاب، ہر ایک کام ایک وقت پر ہوتا ہے جب تک وقت نہیں آتا جدوجہد بے فائدہ ہوتی ہے

اندر نہ رسد وعدہ ہر کار کہ ہست | سودی نہ کند یاری ہر بار کہ ہست

ایک سال کے بعد اس کو طلب کیا اور خلعت دے کر کہا کہ جب سلطان کسی کو بزرگ کرتا ہے تو ہر طرح سے پہلے دیکھ لیتا ہے کیونکہ جب مال و منال اور اختیار و اقتدار اُس کو دے چکا ہے تو پہلی حالت پھر ملتا نہیں سکتا اور اگر گرا نا چاہے تو بتدریج ورنہ انتظام میں خلل ہوگا ۵

برائش میا و رہ کیبارگی | کہ جان را بہ کوشد بہ بیبارگی

نوشیروان نے بزرگچہر سے پوچھا لائق تربیت کون شخص ہے جواب دیا جواباً نسب رکھتا ہو اور جو کہ ادنیٰ نسب رکھتا ہے۔ بحکم کل شیء يرجع الی اصلہ، اپنی اصل کی طرف رجوع کرتا ہے۔ حکایت ہے کہ ایک مرد کی نام بزرگ خاندان

سے تھا اور نسب عالی رکھتا تھا اُس نے ایک کینز رومی نوشاہ کو خرید کیا جو بدخو اور بہانہ جو تھی جھگڑا لڑی تھی۔ ذکی ملک یمن سے اپنے تصرف میں لایا اور اُس سے ایک لڑکا پیدا ہوا۔ ایک دن ذکی کے پاس ایک حکیم بیٹھا تھا۔ اس کا بیٹا آیا۔ ذکی نے اُسے کسی کام کے لیے کہا وہ اٹھ کر چلا گیا اور چند قدم جا کر واپس آیا اور ایک طرف بیٹھ گیا۔ لوگ اُس کی حرکت پر متعجب ہوئے حکیم نے ہنس کر کہا کہ ذکی نے فرمانبرداری چاہی مگر نوشاہ خلاف ہوئی اور دونوں جوہرون کا اثر ظاہر ہوا جس طرح رنگت میں فرزند باپ سے مشابہ ہوتا ہے ویسے ہی رذالت و نجاست میں بھی۔ فردوسی

درختیکہ تلخ است ہی را شرت دراز جو می خلدش بہنگام آب سہ انجام گو ہر بکار آورد	گرش در نشانے بباغ بہشت بہ بیخ انگبین ریزی شہد ناب ہمان میوہ تلخ بار آورد
--	--

اور کہتے ہیں کہ نفس خبیث کی پرورش کرنا اپنی آبروریزی کرنا ہے۔ کیونکہ جو نطفہ خبیث سے وجود میں آیا ہے اُسے نیک خو کی جگہ پر مقرر کرنا حرام ہے۔

بد اصل را چگونہ کسے تربیت کند	در حبیب خود چگونہ کسے ما پرورد
-------------------------------	--------------------------------

اور دوسرا نکتہ ملازمین کی تربیت میں یہ ہے کہ ایک شخص کو دو کام نہ دے بلکہ ہر ایک شخص کو ایک ایک منصب پر مقرر کرے نیز ایک کام پر دو ملازمین کا تقرر نہ ہونا چاہیے۔ کیونکہ جب شرکت ہوگی تو حسب مراد کام نہوگا۔ قطعہ

نہ یک کس تواند کہ سازد دو کار	کہ آنرا پسندند ارباب ہوش
و کس نیز در یک عمل ضائع اند	کہ دیگر بہشت بکت نیاید بچوش

اب اجمال بیان کے بعد میں نکتے مفصل بیان کیے جاتے ہیں۔ سب سے مقدم تربیت اولاد ہے۔ ذخیرۃ الملوک میں لکھا ہے کہ والدین کے لیے فرزند



حق کی امانت ہے۔ عرصہ محشر میں اس امانت کے حقوق کا مطالبہ کیا جائے گا۔ چونکہ یہ امانت ایک آئینہ ہے۔ کہ تمام کمالات کے قابل ہے۔ اور اس کے جوہر حقیقت کو جس طرف مائل کروڑے گا۔ پس اُس کی تربیت میں بڑی کوشش کرنی چاہیے تاکہ پسندیدہ صفات سے متصف ہو اور بُرے عادات سے پرہیز کرے اور دایہ خوشخو اور نیک ہو۔ اخبار میں بیان ہے کہ دودھ طبیعت میں اثر پیدا کرتا ہے۔ جب مدت رضاعت ختم ہو تو پاک طینت آدمی کا تقرر کرنا چاہیے تاکہ اُس کی طبیعت اس کے اوصاف سے متصف ہو جائے اور چونکہ بچوں کی طبیعت لہو و لعب اور اکل و شرب کی طرف مائل ہوتی ہے۔ تو اس میں قانون اعتدال کی رعایت ہو اور دیندار متقی معلم مقرر ہوں، قرآن اور احکام شرعی تعلیم دے اور جو علم دین و دنیا کے مفید ہو اُسے بھی بتائے اور بہترین تربیت یہ ہے کہ اُسے کچ طبیعت اور شریر صحبتوں سے بچایا جائے۔ خوش فکر و ذہین نیک صاحب رکھنا چاہیے۔ ہمیشہ اُس کے سامنے علما اور فضلاء کی تعریف کرنی چاہیے۔ تاکہ انکی محبت دل میں راسخ ہو اور بدکرداروں اور بد معاشوں کی مذمت کرنی چاہیے تاکہ انکی نفرت دل میں جاگزیں ہو۔ جب سن تیز ہو بچپن تو مرد بزرگ عالی ہمت صاحب تجربہ کو مقرر کرنا چاہیے۔ کہ آداب نشست و برخاست سکھائے۔ اور اس میں کوشش کرے کہ ادب و حیا اور علوی ہمت میں اخلاق ملوک سے متصف ہو جائے اور جب وقت آئے تو دلیر سپاہیوں کو آئین سواری و سلحہ رسی اور ضروری فنون حرب کے لیے مقرر کرنا چاہیے۔ اور جب وہ اس سے فارغ ہو تو مشائخ و علما کی صحبت میں رکھنا چاہیے تاکہ بزرگان دین کی صحبت سے مستفیض ہو جس کا اثر کلی ہمت پر پڑتا ہے۔

از دل صاحب نظری یافت ست

ہر کہ ز دولت اثرے یافت ست

ہمت مردان چو در آید بکار ہر نظرے کز رہ صدق و صفاست	برگ گل تازہ برآید ز حصار چون بحقیقت نگری کمیاست
---	--

دوسرے ارے دولت جو رکن سلطنت ہیں اُن کی تربیت ایسی کرنی چاہیے کہ اُن کی عظمت میں کوئی فرق نہ پڑے اور ملکی و مالی مہات میں ان کو مداخلت کی اجازت دے تاکہ کھلی مہم بغیر ان کی راے و تدبیر کے نہ ہو اور ملک کے مصالح میں جو عرض و معروض وہ کریں اُسے بغور سننا چاہیے۔ اور اُن کی امور مفوضہ میں بڑی التفات چاہیے، خصوصاً امور ایلمی گری میں جو کہ سلاطین کی زبان ہوتے ہیں اور ایلمی کے اطوار سے بادشاہ کی حالت کا اندازہ کیا جاتا ہے پس ایلمی دانشمند۔ سخن گو۔ نیک رو۔ صاحب جود بزرگ ہمت بھیجنا چاہیے۔ تاکہ وہ فرستندہ کی آبر و نہ ڈبوئے۔ اور جو رسول بھیجے انھیں صفات کا بھیجنا چاہیے چنانچہ حکیم نے کہا ہے ۵

رسول تو انا تو انا فرست	بدانا ہم از جنس دانا فرست
-------------------------	---------------------------

حکایت ہے کہ جب مہلب نے خواجہ کو شکست دی اور بہ کثرت مال غنیمت اُس کے ہاتھ لگا۔ تو اُس نے ایک قاصد مالک نام حجاج کے پاس روانہ کیا حجاج نے پوچھا کہ مہلب کو کس حالت میں تو نے چھوڑا ہے جواب دیا اسی حالت میں کہ اُس کے دوست مسرور اور دشمن مقہور ہیں۔ حجاج نے پوچھا کہ فوج کے ساتھ اس کا کیسا سلوک ہے۔ جواب دیا شفقت پدرا نہ ہے پیش آتا ہے۔ پھر دریافت کیا کہ اُس کے بیٹوں کا کیا حال ہے۔ جواب دیا سب خوش ہیں۔ پوچھا لڑائی کے لیے کیسے ہیں۔ جواب دیا۔ جان کا انھیں کچھ اندیشہ نہیں۔ پوچھا بنزم میں کیا حالت ہے جواب دیا مال کی کچھ قدر نہیں۔ پوچھا عقل و فضل کی حالت کیسی ہے۔ جواب دیا ایسا دائرہ ہے جس کی ابتدا

وانتہا۔ اول و آخر کا پتہ نہیں۔ حجاج نے کہا اس شخص نے سخن کو حد کمال پر پہنچا دیا ہے۔ اور مہلب کی وقعت میرے دل میں قائم ہو گئی۔ رسول کے آداب و عقل سے فرستندہ کے عقل و ہوب کا میں نے اندازہ کیا۔ قطعہ

رسول ار فرستے حکیمی فرست	کہ کار تر ابا شد از وے بھی
شنیدی کہ آن مرد دانا چہ گفت	فارسل حکیماً دلا توص

لشکریوں کی تربیت بھی جملہ ضروریات سے ہے اور اُن سے چار قسم کا فائدہ ہے۔ اول قوت و ہیبت شاہ دوم دفع غنیم۔ سوم امن رعایا۔ چارم دفع رہزن ان کو چار شرطیں بجا لانی چاہیے۔ اول یہ کہ فرمان سلطانی سے بیرون نہ ہوں اور بغیر اُس کے حکم کے کوئی کام نہ کریں۔ دوم یہ کہ بادشاہ سے یک دل و ہم زبان ہوں سوم یہ کہ بالیکد یگر متفق ہوں۔ چارم یہ کہ میدان کارزار میں مردانگی اور فرزانی کا لحاظ رکھیں۔ سلطان کو بھی انکے ساتھ چار طرح کا سلوک کرنا چاہیے اول یہ کہ ہتھیار اور سواری مہیا کرے۔ دوم ہر ایک کے مرتبہ کا لحاظ رکھے۔ سوم جو ان کی اچھی تربیت کرے اور لشکر میں سرفراز کرے۔ چارم غنیم سے جو غنیمت با حق آئے اُسے امنین بھی تقسیم کرے۔

قبائلی نے اپنے کسی آتش پرست عالم سے پوچھا کہ لشکر سے کیسا سلوک کروں۔ اُس نے جواب دیا کہ جس قدر وقت ملے اُن کے تفحص حالات میں صرف کر جس طرح کہ باغ کا مالی درختوں اور پودوں کی حفاظت کرتا ہے۔ بیکار لوگوں کی تربیت نہ کرنی چاہیے اور جو کام کے ہوں اُن کو خوب سامان رسد مہیا کرنا چاہیے ورنہ ممکن ہے کہ تنگی معاش سے گھبرا کر کام میں سستی کریں اور دوسری جگہ رجوع کریں حکیم نظامی کہتا ہے۔ نظم

سپہ را باندازہ دہ پائے گاہ	مدہ بیشتر مال از خسریج آہ
----------------------------	---------------------------

<p>کنڈ بڑی گرچہ باشد دیس نہ بگذا رشان درخوش تنگ دست اندازد و دولت لایت نگاہ</p>	<p>شکم بندہ را چون شکم گشت سیر نہ سیری چنان دہ کہ گردن دست سپاہی کہ خوشدل نباشد ز شاہ</p>
<p>دوسرے وزیر جو ملک و خزانہ کی زیبائش میں۔ اگر بادشاہ کا کام بغیر وزیر کے نکل سکتا تو حضرت موسیٰ علیہ السلام خدا سے نہ چاہتے کہ اہل بیت سے میرے لیے ایک وزیر مقرر کرے اور وہ میرا بھائی ہارون ہے اور اس سے مجھے قوی بنا۔ پس معلوم ہوا کہ وزیر استحکام بنائے سلطنت و انتظام امور مملکت کا سبب بن جائیکہ وہ پسندیدہ عادات و خصائل سے متصف ہوں ۵</p>	
<p>از وزیرے کہ او نیکو سیرت</p>	<p>ملک را زیب وزیرت دگرست</p>
<p>اور انکی تربیت یہ ہے کہ شرف التفات و عنایت سے خاص و عام میں معزز کریں انکا قول قابل نفاذ اور حکم قابل اعتبار ہو اور کسی کو سمات مالی میں بغیر انکے استصواب کے دخل نہ دینے دیں اور انکی تدبیر و ن کو کار ہائے مناسب میں اہل جاننا چاہیے کیونکہ ممکن ہے قلم سے ایسا کام ہو جو تلوار سے نہ ہو سکے ۵</p>	
<p>قلم رخت جائے تو اندکشید</p>	<p>کہ شمشیر نتواند آنجا رسید</p>
<p>ایک دن ایک وزیر اور ایک امیر کے درمیان تقدیم و تاخیر میں جھگڑا ہوا امیر نے کہا میں خداوند تیغ آباد رہوں اور تو صاحب قلم ہے۔ اور ملک تلوار سے حاصل ہوتا ہے نہ قلم سے۔ وزیر نے کہا کہ ملک کا کام قلم سے درست ہوتا ہے۔ نہ کہ شمشیر سے، یہ ماجرا بادشاہ نے سنکر دونوں کو اپنی خدمت میں طلب کیا اور وزیر سے کہا کہ ہمیشہ اہل قلم اہل سیف کے خدمتگار رہے ہیں تو اہل قلم کو کیوں ترجیح دیتا ہے۔ وزیر نے جواب دیا کہ تلوار دشمنوں کیلئے کار آمد ہے نہ کہ دوستوں کے لیے اور قلم دونوں کے کام آتا ہے۔ دوسرے</p>	

اہل سیف ملک داری کی ہوس رکھ سکتے ہیں اور بادشاہ سے بغاوت کر سکتے ہیں مگر اہل قلم سے ایسی جرات ہرگز سرزد نہیں ہوتی، دوسرے یہ کہ اہل سیف خزانہ کو خالی کرتے ہیں اور اہل قلم بھرتے ہیں اور آمدنی خرچ سے زیادہ عزیز ہوتی ہے قطعہ

درخامہ وزیر بجز مرگت نگر کہ آن	درجو بکار ملک نہالیست بہرہ ور
حقے بموقع است اگر تربیت کند	آن شاخ را کہ میوہ ادبست معتبر

اور مقربان سلطنت سفیران اور حکاموں کی تربیت یہ ہے کہ ہر ایک کو ایک خاص کام کے لیے مامور کریں اور دوسروں کے کام میں مداخلت نہ کرنے دین اور ہر شخص کی قدر خدمت جانیں۔ لائق لوگوں کے حال پر نہربانی ظاہر کرے اور انکو استقدر دلیر نہ کرے کہ جو چاہیں کمین اسطوت و ہیبت کا پردہ درمیان سے نہ اٹھائے اور ہر ایک کو مقام ادب و حیا سے متجاوز نہ ہونے دے اور اگر کوئی اسے بیوقوف لنگو کرے تو اسے نہ ٹھین۔ اور جو امین و تجربہ کار نہ ہو اسکو اپنا معتمد نہ بنانا چاہیے۔ اور چونکہ ملازمین ایک دوسرے سے رشک و غبطہ کرتے ہیں۔ لہذا کسی کا کلام دوسرے کے بالے میں نہ سننا چاہیے اور سب کو باہم اتحاد دیکھتی پر مائل کرنا چاہیے اور ساز و مخالفت سے ڈرانا چاہیے کیونکہ امور سلطنت میں انکو بڑی مداخلت ہوتی ہے جیسا کہ کسی قدر اوپر بیان کیا جا چکا ہے قطعہ

ملا زمان سلاطین چون کیفت باشند	مہم مملکت و مال برستہ را بود
و گر نفاق نمایند و مکر و حیلہ کنند	اساس حبلہ مہمات بے مدار بود

اور غلام و بندگان زر خرید اپنے مالک کے لیے بمنزلہ دست دیا اور تمام اعضا کے جسم کے ہیں کیونکہ کوئی شخص ہاتھ سے جو کام کرنے کا ہو وہ دوسرے شخص سے کرائے تو وہی آدمی بمنزلہ ہاتھ کے ہے۔ اسی طرح پائوں اور نگاہ کا کام کرنیوالا بمنزلہ ان اعضا کے ہے پس ان ملازموں کے جو ذریعہ گزارہ کرنی چاہیے اور

الانواع النواع لطف و کرم سے انکی دل دہی کرنی چاہیے تاکہ وہ کاروبار میں شستی و کاہلی کو دخل نہ دیں۔ لہذا انکے ساتھ رعایت کا برتاؤ کرنا چاہیے۔ اسلئے کہ وہ خوشدلی سے کام کریں۔ بیان ہے کہ ملازم کی ہر خطا پر تنبیہ نامناسب ہے۔ ورنہ وہ جان نثاری سے کام نہ کریں گے۔ ملازمین و خدام میں حیا و دانائی کی صفت ہونی چاہیے اور یہ ہی صفت تمام کاموں کے لیے درکار ہے اور اگر خدام سے مکر و فریب کے آثار ظاہر ہوں تو فوراً اُسے علیحدہ کرنا چاہیے جب کوئی غلام خیانت فاحش میں مبتلا ہو تو اُسکی تادیب یہی ہے کہ اُسے نکال دیا جائے تاکہ دوسرے خدام اُسکی صحبت سے تباہ نہ ہوں اور اسکا فساد دوسروں میں متعدي نہ ہو۔ قطعہ

صحبت مفسدان و بد فعلان	مردم نیک را تباہ کند
ہر کہ بادیگ تمنشین گردد	جامہ خویش را سیاہ کند

اور اگر کوئی ملازم اپنے مالک کی شکایت جو بادشاہ کا ملازم ہو بادشاہ کی خدمت میں کرے تو فی الفور اسکا منع کرنا لازم ہے چنانچہ سلطان محمود غزنوی کی نسبت بیان ہے کہ ایک دن وہ نماز جمعہ کے لیے روانہ ہوئے۔ راستے میں ایک خوشرو اور حسین غلام بکڑا ہوا تھا جب سلطان وہاں پہنچا تو غلام نے زمین چومی۔ سلطان نے از روئے مہربانی اُس سے پوچھا کہ تیرا کیا مقصد ہے۔ اُس نے عرض کیا کہ اے بادشاہ مجھے ترکستان سے ایک شخص اس وعدہ پر لایا تھا کہ بادشاہ کی خدمت میں تجھے پہنچا دوں گا اور تو انعام و اکرام سے مالا مال ہوگا اسی بشارت اور خوشی میں تمام مصائب برداشت کر کے میں یہاں پہنچا ہوں۔

اگر ہزار غم از روزگار پیش آید	چو روئے شاہ بہریم دلمہا سیاید
-------------------------------	-------------------------------

اب کہ میں شہر میں پہنچا تو خواجہ حسن نے مجھے دیکھا اور ہزار دینار پر خرید لیا اور مدت ہوئی کہ مجھے گھر میں چھپائے ہوئے ہے۔ اسوقت مجھے موقع ملا کہ سر راہ

پہنچ کر اپنی آرزو بیان کروں اب جو خداوند حکم فرمائیں۔

سلطان نے اس غلام کی تادیب کی اور ایک شخص کو سپرد کر کے کہا کہ اسے حسن کے پاس لیجاؤ اور اس سے کہو کہ ہزار دینار ایک غلام کے لیے جب تو نے دیا ہے تو سودینار پر ایک دربان کیوں نہیں مقرر کرتا تاکہ وہ غلام کو بغیر اجازت باہر نہ نکلنے دے سلطان سے ایک مصاحب نے دریافت کیا کہ آپ نے ایسا کیوں کیا سلطان نے جواب دیا کہ اگر خواجہ حسن کے ہزار دینار ضائع نہ ہوتے تو میں اسکو قتل کر دیتا کیونکہ اگر غلاموں کو جرات دلائی جائے تو ہر غلام اپنے مالک سے ناراض ہو کر یوں ہی شاکی ہوگا اور اس طرح بندگی اور مالکیت کے مہم میں اتیری ہوگی۔ مثنوی

چو از خواجہ خود بر بند غلام بہ بہتان و غیبت کشاید زبان غلامی کز نینسان بود خوے او	بداد و بد شرح با خاص و عام کہ تا خواجہ را افگند در زبان مبینا چشم کسے روے او
---	--

### بیان قسم دوم

اس باب میں ارکان دولت و اعیان بارگاہ نیز نابان و عمدہ داران حکومت کے آداب کا بیان ہے۔ جو دولت سلاطین سے وابستہ ہونے کی فکر کرتے ہیں۔ جانتا چاہیے کہ جو شخص کا رشاہی میں ہاتھ ڈالے اُسے چاہیے کہ اپنی سیرت کو ایسے قانون کے مطابق رکھے جو نیکنامی سلطان اور رونق مملکت کا سبب ہو اور یہ بغیر چار باتوں کی رعایت کیے ہوئے حاصل نہیں ہو سکتی۔ اول امر حق کی رعایت دوم رعایت بجانب بادشاہ۔ سوم رعایت جانب خود۔ چہارم رعایت بجانب عایا رعایت حق کے لیے پانچ شرطیں ہیں اول یہ کہ نعمت و فضل الہی کا شکر بجالائے

جو اسکے شامل حال ہے تاکہ اسکی نعمت زیادہ ہو۔

شکر نعمت نعمت افزون می دہد | مفلسان را گنج قارون می دہد

دوم یہ کہ مراسم طاعت کو فرو گذاشت نہ کرے بلکہ اُسے خدمت شاہ پر بھی مقدم رکھے تاکہ ہر ایک کے نزدیک ہر دلعزیز ہوا در تمام دنوں میں مقبول و محبوب ہو۔ حکایت ہے کہ ابو منصور وزیر شاہ طغرل نہایت عاقل مرد تھا۔ اسکی عادت تھی کہ نماز صبح سے فارغ ہو کر طلوع آفتاب تک وظائف میں رہتا بعد ازان بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوتا۔ ایک دن کوئی ضرورت پیش آئی اور بادشاہ نے اُسے علی الصباح طلب کیا۔ لوگ اُسکے بلانے کے لیے پے درپے آئے مگر جب نماز سے اُسے سر نہ اٹھایا۔ حامدون کو موقع مل گیا۔ انھوں نے سلطان سے جا کر بیان کیا کہ کس قدر وزیر مغرور ہے کہ قول سلطان پر اعتبار نہیں کرتا۔ اسی طرح کے اور کلمات کہے جس سے بادشاہ غصہ میں آیا جب خواجہ وظائف سے فارغ ہوا تو سلطان کی خدمت میں آیا۔ سلطان نے باؤ از غضب پوچھا کہ کیوں آنے میں دیر کی۔ اُسے جواب دیا کہ اے بادشاہ میں خدا کا بندہ اور تیرا نوکر ہوں جب تک بندگی سے فارغ نہ ہوں نوکری پر نہیں آسکتا سلطان رو پڑا اور اسکی بڑی تعریف کی نظم

مدہ رشتہ خدمت حق ز دست | خداوند را بندگی کن کہ ہست

سر پادشاہان گردن منہراز | بدرگاہ او بر زمین نیاز

سوم یہ کہ خدا کی رضا مندی کو بادشاہ کی رضا مندی پر مقدم رکھے کیونکہ جب حق سبحانہ تعالیٰ بندہ سے خوش ہوگا تو دوسروں کی خفگی کچھ نقصان رسان نہوگی اور اگر عیاذ باللہ خدا اُس سے ناخوش ہوا تو تمام خلق کی خوشنودی سے اُسے کچھ نفع نہیں حاصل ہو سکتا ہے



خشم دیگر کسان ضرر نہ کند

چون خداوند از تو خوشنود است

مشہور ہے کہ ایک بزرگ کسی خلیفہ کی مجلس میں تھے نماز کا وقت تنگ ہوا اور خلیفہ کسی کام میں مشغول تھا نماز کا خیال اُسکے دل سے بھول گیا وہ بزرگ نماز پڑھنے کے لیے اُٹھے تو ایک شخص نے کہا کہ ذرا صبر کرو کہ خلیفہ بھی نماز کے لیے اٹھیں اُنھوں نے جواب دیا کہ خدا کے حکم کو دوسروں کے حکم پر موقوف نہ رکھنا چاہیے۔ اُسنے پھر کہا کہ بیٹھ جاؤ ورنہ خلیفہ تم سے ناراض ہوگا جواب دیا جب خدا کی رضا مندی حاصل ہو تو غضب مخلوق کی کیا پروا ہے خلیفہ یہ سنکر اس بزرگ سے بہت خوش ہوا۔ اور مکہ میں کی تادیب کی۔ شرط چہارم یہ ہے کہ بادشاہ سے زیادہ خدا سے ڈرے۔ خیاب میں آیا ہے کہ جو شخص خدا سے زیادہ ڈرتا ہے۔ سب اُس سے ڈرتے ہیں۔ پنجم یہ کہ خدا کا امیدوار بادشاہ سے زیادہ رہے کیونکہ جو کچھ دیتا ہے وہی دیتا ہے۔ ایسے شخص کے کرم کا امیدوار ہونا چاہیے جسکی رحمت سے مایوس ہو کر کوئی امیدوار نہیں لوثتا۔

اکہ باز آیت دست حاجت تھی

محال ست گر سر برین دہنی

اور بادشاہ کی رعایت کی پچیس شرطیں ہیں۔ اول خواری و زاری اور اظہار عجز و خدمتگاری کیونکہ بادشاہوں کی بہت عظیم اور حالت بزرگ ہوتی ہے جس میں غیروں سے ممتاز ہوتے ہیں اور یہ اس سبب سے ہے کہ وہ مظہر سلطنت اکمل واقع ہوئے ہیں اور اسی وجہ سے ظل اللہ کے لقب سے یاد کیے جاتے ہیں۔ پس اس وجہ سے وہ خلق سے اظہار عبودیت و استخدام چاہتے ہیں اور اپنے کو اسکا سزاوار سمجھتے ہیں اور جو کچھ کرتے ہیں اُس میں اپنی کینائی اور استقبال کی رعایت رکھتے ہیں۔ اور جسقدر سلطنت کی بنیاد زیادہ مستحکم ہوگی یہ صفت بھی زیادہ ہوگی برین تقدیر انکا استغنا اس کا مقتضی ہے کہ محتاج اوسکیں لوگ اپنے حاجات

## اُسکے پاس لے جائیں ۵

چہ آوردم بتو چون جملہ ہر چہ بہت تہ داری  
مگر شفاعت و عجز و نیاز مندی و ذاری

دوم محنت و مشقت کو برداشت کرنا اور مکر و بات پر صبر کرنا چاہیے کیونکہ خدمت  
ملوک رحمت پر مبنی ہوتی ہے۔ کتب حکما میں مرقوم ہے کہ مردم داسا کش کے مابین  
ملازمت سلطان حائل ہے۔ طلب راحت و لذت خدمت ملوک میں محالات  
سے ہے۔ سوم یہ کہ جو سوچے اور کہے یا کرے اُسکین بادشاہ کی رعایت ملحوظ رکھے  
دنیا کی جہت سے بھی اور آخرت کی جہت سے بھی اور طرقت آخرت کو مقدم رکھے  
چہ آدم ملائمت و تطف سے ظلم کو نظر انداز کرے اور عدل کو تعریف و توصیف  
کے ساتھ اُسکے دل میں نقش کرے اور جو مصلحت مناسب سمجھے ظلم سے باز  
رکھے کیونکہ اگر بادشاہ ظلم سے راضی ہوگا تو وہ بھی مظلمہ میں شریک ہوگا اور جب  
عرصہ حشر میں احقر الذین ظلموا ادا زواجہم کی ندا ہوگی تو وہ بھی سو بدعتاب  
میں لائے جائینگے۔ تاریخ میں مذکور ہے کہ یحییٰ واسطی ایک خوشنویس کیتائے فن  
تھا۔ خلفا کے لڑکے اُس سے خط مشق کرتے تھے۔ ایک دن وزیر کے سامنے  
اُنھوں نے تعریف کی کہ یحییٰ قلم خوب بناتا ہے۔ وزیر نے قلم بنانے کے لیے  
اُسے طلب کیا۔ چنانچہ یحییٰ نے با احتیاط قلم بنا دیا۔ وزیر نے اس قلم سے جو احکام  
لکھے تو اس کا خط بہ نسبت پہلے کے اچھا تھا اس صلہ میں یحییٰ کو خلعت اور دو ہزار  
دینار نقد انعام میں دیا۔ یحییٰ خوش خوش انعام لیکر واپس ہوا۔ جب دربار شاہی  
میں آیا تو فی الفور واپس گیا اور وزیر سے کہا کہ ایک ترکیب قلم بنانے کی میں  
اس وقت بھول گیا تھا اگر اجازت ہو تو بناؤں۔ وزیر نے وہی قلم دیدیا اور یحییٰ  
نے قلم کا قسط چاقو سے کاٹ ڈالا اور خلعت و زر نقد وزیر کے سامنے رکھ دیا۔

وزیر نے پوچھا کہ تجھے کیا ہو گیا ہے جواب دیا جب میں دربار میں داخل ہوا تو یہ آیت یاد آئی ”احشر والذین ظلموا وازواجہم“، یعنی ظالموں اور ان کے مددگاروں کو جمع کرو۔ میں خوف کھاتا ہوں کہ تو قلم سے کسی پر ظلم و ستم کے لیے لکھے اور میں بھی قلم تراش کر اس میں شریک ہوں اور عتاب الہی میں گرفتار ہوں ۵

یا رستم کارمشو اسے عزیز | تاکہ ازان قوم نہ باشی تونینر |

پانچویں یہ کہ بادشاہ کو نیکی کی طرف مائل رکھے اور ایسا کرے کہ اس کی نیکی سے سب مستفیض ہوں کیونکہ بہترین انعام وہ ہے جو عام ہو جیسے شعاع آفتاب کہ ہر جگہ چمکتی ہے۔ اور قطرات ابر کہ ہر جابر سے بہن۔ کسی بزرگ سے دریافت کیا گیا کہ نیکی کس طرح کرنی چاہیے۔ جواب دیا کہ نیکی عام ہونی چاہیے اور بہترین نیکی وہ ہے جو تازہ بہ تازہ ہو اور اس کے ہمراہ منت و احسان نہ ہو۔ حکایت ہے کہ معن بن زائدہ کا کرم عام تھا اور کرم کے وقت بغایت خذہ رو اور ہشاش بشاش رہتا تھا کسی سے پوچھا گیا کہ ابر سختی تر ہے یا معن بن زائدہ۔ جواب دیا معن کی بخشش ابر سے زیادہ اور بہتر ہے باین وجہ کہ جو کچھ ابر دیتا ہے رو کر دیتا ہے اور جو معن دیتا ہے ہنس کر دیتا ہے۔ قطعہ

تازہ روے و انبساط و نشاط | در سخاوت عظیم معتبر است |  
مرد بخشنده را بوقت سخا | تازہ روے سخاوت دگر است |

ششم جب تک کہ کسی پر پورا اعتماد نہ رکھتا ہوا اس کے صفات کو آزمائے چکا اس کی تعریف بادشاہ کے روبرو نہ کرے تاکہ آزمائش کے وقت شرمندہ نہ ہو۔ حکایت ہے کہ ایک شخص مکار اور دروغگو سلطان بنجر کے عہد میں کسی حاکم کے پاس آیا اور اس کے گیسو دراز تھے اور خانہ کعبہ کا کچھ کپڑا بھی ساتھ رکھتا تھا۔ اس نے کہا کہ میں اہل بیت رسول سے ہوں۔ اس سال حج کے لیے گیا تھا اور سلطان

کی طرف سے حج کر کے روضہ حضرت رسالت پر شاہ دارکان دولت کے لیے قافلہ  
 حجاج کے روبرو مین نے دعائے خیر مانگی اگر آپ سلطان تک مجھے پہونچا دیجئے تو  
 احساندہوں گا اور اس بشارت کے ساتھ مجھے بھی نوازش کیجیے۔ حاکم نے اسکی  
 گفتگو کی تحقیق نہ کی اور سلطان کے پاس اس حاجی کی خبری تعریف کی۔ چنانچہ  
 سلطان نے مشتاق ہو کر اُسے اپنے روبرو طلب کیا۔ حاجی آیا اور سلطان کا  
 ہاتھ چوما اور فرش کے کنارے بیٹھ گیا۔ سلطان نے دریافت کیا کہ کہاں سے  
 آنا ہوا۔ اُس نے جواب دیا اصفہان سے پھر پوچھا کب حج کیا۔ جواب دیا اس سال۔  
 قصارا حاکم اصفہان کا ایچی سلطان کی خدمت میں حاضر تھا جب اصفہان کا نام  
 سنا تو اُسے دیکھا اور بادشاہ سے عرض کیا کہ میں اُسے پہچانتا ہوں یہ سید  
 نہیں ہے۔ بلکہ گھروں کا گداگر۔ یہ لوگ بیشتر کامل چھوڑتے ہیں میں اسے اس سال  
 ہمیشہ اصفہان میں دیکھتا تھا۔ اور عید اضحیٰ کے دن میرے گھر پر آکر قربانی کا گوشت  
 طلب کیا تھا۔ سلطان بغایت متاثر ہوا اور اُس حاکم کی طرف مسخہ کر کے کہا کہ تم  
 بڑے نیک سید کو ہمارے حضور میں لائے ہو۔ حاکم نہایت شرمندہ و خجل ہو کر دربار  
 سے باہر نکلا اور بقیۃ العمر سلطان کی خدمت میں نہ حاضر ہو سکا اگرچہ پلیم ہی اُس نے  
 تحقیق حال کی ہوتی اور خوب چھان بنان کر لیتا تو خجل ہونے کی نوبت نہ آتی اور  
 نظر شاہ سے نہ گرتا۔ قطعہ

مگو وصف کے نزدیک شاہان	مگر دقتی کہ اورانیک دانی
کہ گر نبود بران وصفی کہ دانی	بے در انفعال آن بانی

تہنم۔ جس چیز کی طرف بادشاہ کی رغبت ہو جیسے گھوڑا۔ نوکر۔ ساز و سامان  
 وغیرہ اسے اپنے لیے حاصل نہ کرے۔ بلکہ بطریق استدعا بادشاہ کی خدمت میں پیش  
 کرے۔ بہتم یہ کہ جب بادشاہ اُس سے کہے تو ہم تن گوش دل سے متوجہ ہو کر

سنے اور ایسا نہ کرے کہ بے توجہی سے کچھ بات نہ سنے نہ دوسری طرف دیکھے نہ کسی سے بات میں مشغول ہو کہ ضروری گفتگو کرنی ہو۔ کیونکہ سلاطین بغایت غیور ہوتے ہیں۔ جب دیکھتے ہیں کہ کوئی شخص دوسری طرف متوجہ ہے یا اوروں سے بات کر رہا ہے۔ غیرت سے اُپنہ خفا ہوتے ہیں۔ اگرچہ کچھ وقت اپنا غصہ نہ ظاہر کریں مگر کچھ بھی ضرور ظاہر ہو گا جس کا انجام برا ہو گا۔

توین یہ کہ بادشاہوں کی مجلس میں کسی سے سرگوشی نہ کرے کیونکہ اس طرح بادشاہ کو اس پر طرح طرح کے خیال گذرینگے اور اغلب ہے کہ اس کا بدلہ لے۔ بادشاہوں کی مجلس میں اس کا بیشتر خیال ہوتا ہے اور ممکن ہے کہ حاسدین اور اہل فساد بادشاہ کے گوش گذار کریں کہ فلان فلان شخص آپ سے کینہ رکھتے ہیں اور اُنکی ہوا خواہی میں فتور آگیا ہے۔ اور موقع کے منتظر رہتے ہیں اور جب اُنکو سرگوشی کرتے ہوئے بادشاہ دیکھتا ہے تو اہل غرض کی بات متاثر ہوتی ہے۔ قطعہ

سخن پوشیدہ گفتن در محافل	نباشد شیوہ دانا و عاقل
کہ از طرز ادب بسیار دور است	نشان غفلت و مکر و غرور است

دسویں اسکا لحاظ رکھے کہ جب سلطان کسی دوسرے سے سوال کرے تو وہ جواب دینے میں سبقت نہ کرے جب تک کہ وہ جواب نہ دے لے۔ کیونکہ دوسرے کے ذمہ کے سوال کا جواب دینا سبکداری اور بے توقیری کی علامت ہے ایک شخص نے کسی حکیم سے دریافت کیا کہ اگر میں مجلس سلطان میں ہوں اور بادشاہ کسی دوسرے سے پوچھے تو مجھے جواب دینا جائز ہے یا نہیں۔ اُس نے کہا کہ ہرگز نہ جواب دو کیونکہ اس میں سائل کی ہسکی ہے۔ کہ اُسے یہ معلوم نہیں تھا کہ کس سے سوال کرے اور مسئول کی بھی سبکی ہے کہ وہ اس سوال کے کیسے جانے کا مستحق نہ تھا۔ اور اس میں

دوسری قباحت بھی ہے کہ اگر بادشاہ کہہ بیٹھے کہ میں تم سے نہیں پوچھتا تو بجز انفعال اور خاموشی کے کیا جواب دے سکتا ہے۔ اور اگر ایک جماعت سے سوال کرے جمیع تو بھی شامل ہو تو جواب کے لیے بوقت نہ کر ورنہ دوسرے تیرے دشمن ہونگے اور تیرے کلام کی نکتہ چینی کریں گے بلکہ جواب میں تاخیر کرنی چاہیے تاکہ دوسرے جواب دے لیں اور ہر ایک کے جواب کی خوبی اور نقص معلوم کرے تو جو جواب بہتر معلوم ہو عرض کر ورنہ خاموش رہ۔ مثنوی

مگر در خطا و صواب سخن	اگر نقد تو بغیش آدمیار
کز ان نقد افزوده گردد عیار	وگرنہ در انظار غیبت مکوش
مرا نرا بہ ستر خموشی بہ پوش	

گیا رھوین یہ کہ جب تک بادشاہ کچھ پوچھے نہیں ابتداء سخن نہ کرے اور جب پوچھے تو بقدر کافی جواب دو ورنہ خاموش رہو الایہ کہ بادشاہ طول کلامی کو پسند کرتا ہو۔ یا رھوین یہ کہ اگر سلطان اُسے کسی خیر سے آگاہ نہ کرے تو مطلق تفحص حالات نہ کرے۔ کیونکہ بادشاہ جو مناسب سمجھتا ہے کہتا ہے اس پر واقف ہونی کی سعی کرنا سلطان کے غضب کی وجہ ہے۔ قطعہ

ہر کہ نامحرم بود با سر سلطان چہ کار	باتو سری گر نیگویند از نامحرست
باتملقا نمودن پیش در بانس چہ کار	چون کسے رادر درون خانہ رفتن راہ ہست

تیرھوین یہ کہ اگر بادشاہ کچھ تحفہ دے اگرچہ نہایت معمولی ہو مگر اُسے خوش ہو کر لے کیونکہ بادشاہ کی معمولی خیر بھی بڑی ہے اس سے استغنا ظاہر کرنا محرومیت کی دلیل ہے اور کوئی عقلمند ایسا نہیں کرتا کہ سایہ اُسی کا فیض اُسکی طرف بڑھے اور وہ خود اس سے ہٹ جائے۔

ہرچہ از پیش شہ آید خوش بود	اندک و بسیار اود گشت بود
----------------------------	--------------------------

چودھویں یہ کہ طریق امانت سے قدم باہر نہ رکھے کیونکہ امانت ایسی صفت ہے جو ذلیل آدمی کو عزیز بناتی ہے اور خیانت سے عزیز ذلیل ہوتا ہے کسی خلیفہ کا قول ہے کہ مین امین مرد کو دوست رکھتا ہوں گو وہ سفلہ ہو اور خائن سے دشمنی رکھتا ہوں گو وہ بزرگ ہو کیونکہ امانت ایمان کی علامت ہے اور حدیث میں آیا ہے کہ جو امانت نہیں رکھتا وہ ایمان بھی نہیں رکھتا خدا نے خائن کو اپنی محبت سے بے بہرہ بتایا ہے۔ ”اِنَّ اللہَ لَا یُحِبُّ کُلَّ خَوَّانٍ کَفُورٍ“ پندرھویں جو بادشاہ سے حاصل ہوا اس پر قناعت کرے اور زیادہ طلبی میں حریص نہ ہو کیونکہ حرص کا لازمہ حرامان ہے ۵

حرص و حرامان قرین یکدگرست	حرص از جملہ خلقہا بتر است
مردم از وصف حرص خوار شوند	در قناعت بزرگو ارشوند

سولہویں یہ کہ حضور و غیبت میں سلطان کے اخلاق کے محامد کا ذکر کرے اور اگر کسی سے خلاف ادب گفتگو سننے کو اسے ملامت و نصیحت کرے اگر مغرب نہ ہو تو سخت و سست کہے ورنہ صحبت ترک کر دے۔ سترھویں یہ کہ جو کام اسکے سپرد ہوا ہمیشہ لگا رہے اور غافل نہ ہو۔ جد و جہد پر کمر بستہ رہے تاکہ بیعت بادشاہ طلب کرے حاضر ہو۔ اٹھا رھویں یہ کہ سلطان کی محبت و خوشنودی پر اعتماد نہ کرے اور کثیر کام کا ذمہ دار نہ بنے کیونکہ غور و جاہ خدمت کو فراموش کر دیتا ہے۔ دوسرے یہ کہ بادشاہ پر ظاہر نہ کرے کہ تجھ میرا کوئی حق ہے بلکہ دعا گوئی اور فرمانبرداری سے سابقہ حقوق کو تازہ رکھے اس طرح کہ آخر اول یاد دلائے۔ کیونکہ سلاطین ایسے حقوق کو جنکا آخر اول سے منقطع ہو فراموش کر دیتے ہیں، کسی کی خدمت کے احسان مند نہ ہوں کیونکہ وہ خود خدمت کیلئے ہیں۔ انیسویں یہ کہ عرض حاجات موقع پر کرے، کیونکہ بادشاہ سے عرض کرنا

نماز کا حکم رکھتا ہے کہ وقت پر مقبول ہوتی ہے ۵

حراشش بود نعمت بادشاہ	اگر ہنگام فرصت نداشت از نگاہ
-----------------------	------------------------------

اور اسقدر عرض حاجت نہ کرے کہ بادشاہ ملول ہو بیستویں یہ کہ اگر سلطان اس سے عزیز رکھتا ہو تو چاہیے کہ قدیم خدام کو مقدم رکھے ورنہ اسکی خفت و سفا ہوگی کیونکہ جس پر اپنی تقدیم چاہتا ہے ممکن ہے کہ سلطان کو اس سے انس ہو اور اس کا نتیجہ بجز خفت و انفعال کچھ نہیں۔ قطعہ

بر آنکس کہ او خاص سلطان بود	تقدم مجو گر چہ باشی عزیز
اگر چہ ترا عنبر تے شدیدید	از اعزاز او ہم بر اندیش نیز

اکیستویں یہ کہ زیادتی سلطان سے بخیل نہ ہو اور اسکی درستی کو خوشنودی سے قبول کرے کیونکہ عزت شاہی اور سطوت فرمانروائی زبان کو کشادہ کر دیتی ہے اور بے سبب لوگوں سے متعرض بناتی ہے شکالی کا جواب دعا ہے۔ اور سختی کا مقابلہ ملائکت، ع تاویل و فاکر دم ہر چند وفادیدم، با یستویں یہ کہ اگر سلطان کے غیظ و غضب کا مورد ہو تو کسی سے شکایت نہ کرے اور سدا بہر اپنی ہی خطا سمجھے ۵

ہر چند جفا کند شکایت نہ کنیم	اگویم کہ حرم از طرف ماست ہنوز
------------------------------	-------------------------------

اور فحش مٹانے کی کوشش کرے بیستویں یہ کہ اگر سلطان کسی سے خفا ہو تو اسکی مخالفت سے پرہیز کرے جب تک بادشاہ کا غضب دور نہ ہو عذر خواہی بھی نہ کرے۔ چوبیسویں یہ کہ رضائے سلطان کا تابع رہے اور یہ چار باتوں سے حاصل ہو سکتا ہے، اول شرع و دین کے علاوہ بادشاہ کے کلام کی تائید کرے۔ دوم انگلی رائے و تدبیر کی ستائش کرے۔ سوم اس کے اوصاف ظاہر کرے۔ چہارم عیوب و قبائح کی پردہ پوشی کرے۔ پچیسویں اخفائے راز ہے۔ اسکا طریقہ یہ ہے کہ



ظاہر اقوال شاہ کو پوشیدہ رکھے جس پر تمام ملازمین واقف ہیں تاکہ اخفا کا ملکہ پیدا ہو جائے اور ایسے شخص سے اگر راز اچاناً افشا ہو تو سلطان متہم نہ کرے گا۔ کیونکہ راز کا افشا کرنا بالافراست سے جانا جاتا ہے۔ دوران واقعہ میں تمام لوگ متہم ہوتے ہیں۔ پس ایسا شخص تہمت سے دور ہو گا ورنہ وہ معرض تلف میں ہے۔

چنین گفت آن حکیم مصلحت کوش | کہ گر سر بایت سر را فرو پوش

حکایت ہے کہ ایک عالی منزلت بادشاہ نے حکیم سے پوچھا کہ کچھ نصیحت کرو اُس نے کہا تمام نصائح ان دو کلمات میں دیج ہیں التعظیم لامر اللہ۔ والشفقة علی خلق اللہ، فرمانہا سے خدا کی تعظیم، خلقت پر شفقت۔ رباعی

اے تازہ جوان بشنوا زین سپہ کمن | ایک نکتہ کہ ہست بیگمان اصل سخن  
باحق بادب باش عبادت میوزر | باحسب برفق باش و نیکی میکن

بادشاہ نے سیاست کے بارے میں پوچھا تو کہا۔ آدمیوں کے قتل میں سعی نہ کرو، الامین قسم کے لوگ، ایک جابر و ظالم جو ملک کو خراب کرتا ہے، دوم ایسا حاکم جو تیرا مال غصب کرتا ہے۔ سوم خائن جو تیرا راز افشا کرتا ہے حکایت میں آیا ہے کہ نوشیروان سے لوگوں نے کہا کہ فلان شخص تیرا راز ظاہر کرتا ہے فرمایا اُسے خاک میں چھپا دو تاکہ وہ راز بھی پہنانے سے قطعہ

ہر کہ سازد سر پہنان آشکار | زیر خاک تیرہ پہنان بہتر ست  
سر نگہداری سرت ماند بجای | زانکہ حفظ نہ نگہبان سر ست

حکایت ہے کہ ایک بادشاہ نے کسی ملازم سے کہا کہ اقرار کریہ راز افشا نہ کرے گا اُس نے اقرار کیا تو کہا کہ میں اپنے بھائی سے اندیشہ ناک ہوں۔ پہلے اسکے کہ وہ کوئی قصد ظاہر کرے اسکے دفعیہ کا درپے ہوں۔ تو میری خبر گیری کرنا اور بھائی کی مخبری سننے اسکے بھائی سے سب حال کہہ دیا وہ بہت اس سے خوش ہوا۔ قصار ابادشاہ کا انتقال ہوا اور

اسے سلطنت ملی۔ فی الفور اس شخص کو یہ حکم قتل کرادیا کہ میرے بھائی کا راز جب افشا کیا تو میرا راز بھی افشا کرے گا۔

بہ پیرے کہہ گئے کہ چسپت راہ نجات | بنخواست جام می و گفت راز پوشیدن  
اور خود اپنی رعایا کے لیے سات شرطیں مرعی رکھنی چاہئیں۔ اول جس جگہ کوئی چیز پہونچانے اور دینے کی انودوہان نہ پہونچائے۔ اور نہ دے۔ دوم بدی کا دفعیہ ہر شخص سے کرے سوم بلند ہمت ہے چہام یہ کہ نہ اپنے اوپر سختی روا رکھے نہ خلق پر۔ امام حجۃ الاسلام نے فرمایا ہے وہ آدمی عجیب بد بخت ہے جو مخلوق کی رضامندی کیلئے اپنے کو خالق کے خشم و غضب میں گرفتار کرتا ہے اور اپنے کو جہنم کی لکڑی بناتا ہے۔ قطعہ

از براے رضاے خلق مکن | خویش را مستحق خشم خدا  
حیف کز بہر راحت دیگران | تو در افتادہ برج و عن

پنجم اپنے اختیار و اقتدار کی قدر پہچانے اور اسکا استعمال ایسا کرے کہ مرنے سے پہلے ہی اسکا ذکر خیر ہو۔

از ان پیشتر کہ مرگ بناگہ فراسد | خورشید عمر بر سر کوہ فساد  
ششم اپنے اختیار و جاہ پر مغرور نہوا اور عزت و احترام پر تکیہ نہ کرے تھوڑے ہی زمانہ میں کایا پلٹ ہو جاتی ہے۔

مشو معر در مال و جاہ و دتیار | کہ دنیا یا دار و چون تو بسیار  
و مادہم بگذری و واگذاری | بدشمن ہر چہ داری و اسپاری

ہفتم جس قدر ممکن ہو نیکی کرو کہ تقرب ملوک کا یہی فائدہ ہے کہ فوائد احسان خاص و عام تک پہونچیں اور یقین کرے کہ جو شخص دوسروں کے ساتھ نیکی کرتا ہے۔ اپنے ساتھ نیکی کرتا ہے۔ کسی بزرگ نے کہا کہ میں نے تمام عمر کسی کے ساتھ نیکی نہیں کی۔ ایک ملازم نے پوچھا کہ تمام عمر تو آپ اسی میں مصروف ہے جواب دیا میں نے صحیح کہا ہر خدا کو مانتا ہے

ان حسنتم انفسکم، لہذا تمام نیکیاں میں نے اپنے ہی لیے کیں اور بدی کا بھی یہی حال ہو۔ نظم

نکوئی کون چو اکنون میدہد دست	بدی بگذار اگر چه قدرت هست
کہ نیکوئی نکوئی آورد پیش	واگر بدی کنی بد آیدت بیش

اور رعایا کی رعایت کے لیے جاننا چاہیے کہ جاہ و دولت کی اصلی غرض یہی ہے اور یہ رعایت دو شرطوں سے پوری ہو سکتی ہے اول یہ کہ انکی محافظت میں بڑی سرگرمی کئے دوم ظالموں کے شر و فساد کو اٹسنے دفع کرے کہ رعیت کو سفند کی طرح ہے اور حاکم چرواہے کے مانند اور بادشاہ مالک کو سفند مالک نے چرواہوں کو چراگاہ میں چرانے اور دزدوں سے حفاظت کیلئے مقرر کیا ہے۔ اسی طرح ارکان دولت کو چاہیے کہ ستمگاریوں سے رعایا کو بچائیں۔

توئی را عی این دم غنیمت شمار	غنم را از گرگ ستم بازدار
نیاید بنزدیک دانا پسند	شبان خفته و گرگ در گو پسند

ارکان دولت کے مجمل آداب کا بیان ہو چکا اب کچھ باتیں امر۔ و زرا۔ اہل قلم۔ مصاحبین کے آداب کی نسبت بیان کی جاتی ہیں۔ امر کو چاہیے کہ بارہ قاعدہ کی پابندی کریں اول فرمانبرداری حق تعالیٰ، جس قدر خلعت سے اپنی فرمانبرداری کی امید رکھے اُس سے زیادہ خدائی فرمانبرداری میں نہماں ہو۔

اگر جانب حق نگاہ داری	حق نیز ترا نگاہ دارد
-----------------------	----------------------

دوم حفظ حقوق نعمت۔ کیونکہ دلی نعمت کے کفران نعمت کا نتیجہ بُرا ہوتا ہے کسی بادشاہ کو اس پر اعتماد نہیں رہتا اور سمجھوں کے نزدیک بے اعتبار ہو جاتا ہے اور بد اقبالی کے دائرے میں انجام کار نا پس اس گرفتار ہو جاتا ہے۔ نظم۔

حق نعمت نگاہ باید داشت	حرمت بادشاہ باید داشت
ہر کہ روتا بد از ولی نعمت	بخت از روی تابد و ذولت

مردی کی علامت یہ ہے کہ دلی نعمت سے اگر مغرت پہونچے تو اُسے بمقابلہ منافع

## ناچیز سمجھے ۵

نسخہ اہم از سر کویت بعد چندین جفا رفتن	نشايد شیر مردان را بہر زخمی ز جبار رفتن
--	---

حکایت ہے کہ ایک خواجہ کے پاس خردمند غلام تھا۔ ایک دن باغ میں گیا اور کھیت سے لکڑیاں لیکر غلام کو کھانے کیلئے دین اُس نے بڑی رغبت سے کھایا۔ خواجہ نے بھی ایک تاش چکھا تو بہت کڑوی نکلی اُس نے غلام سے اس رغبت کے ساتھ کھانے کا سبب پوچھا تو اُس نے جواب دیا کہ آپ نے مجھے دی ہیں۔ ایک تلخ لقمہ پر ترش رو ہونے سے شرم کرتا ہوں ۵

از دست تو صد شربت خیرین بخشیدم	ایک شربت تلخ اب چشم باک نباشد
--------------------------------	-------------------------------

خواجہ نے خوش ہو کر اُسے آزاد کر دیا۔ سوم آداب امر میں سے یہ ہے کہ کوشش کر کے تحصیل مال کریں نہ کہ بادشاہ سے وصول کریں کیونکہ مال ہر شخص کو عزیز رکھتا ہے حکما کا قول ہے کہ سلاطین سے اسباب منافع طلب کرنا چاہیے نہ کہ نفس منافع چھام اُسکی غرض مال وجاہ سے زینت و بار ہو نہ کہ شان خود کیونکہ یہ بات غایت ادب ہے پنجم بادشاہوں کی خاص چیزوں ملبس منازل وغیرہ کی طرح اپنا سامان نہ رکھنا چاہئے ممکن ہے اس سے نقصان پہونچے ششم جو حکم سلطان نے اُسکی تائید کرے بجائیکہ خلاف شرع نہ ہو ۵

اگر شہ روز را گوید شب است این	بباید گفت اینک ماہ و پروین
-------------------------------	----------------------------

دنیاوی امور دو طرح کے ہیں۔ اچھے یا بُرے پس ہر کام کی وجہ بہتر ہی طلب کیے اور اُسکو بادشاہ کی جانب محمول کرے ہفتم اگر سلطان کی رائے اس کے مخالف ہو تو موافقت کرے اور خیال کرے کہ میں تو کہ ہوں جو متابعت پر مجبور ہے ہشتم اپنے تقرب پر مغرور نہ ہو اور بادشاہ کے اعزاز میں کوتاہی نہ کرے آداب ابن المقفع میں مذکور ہے کہ اگر سلطان تجھے برادر کہے تو اُسے خداوند جان اور اگر فرزند کا نام دے تو اپنے کو خادم جان جس قدر

وہ تیری عزت افزائی کرے تو اسی قدر خدمتگاری اور تواضع میں زیادتی کرے۔

شاہ اگر لطف بے عدد داند بندہ باید کہ قدر خود داند

خوب یاد رکھنا چاہیے کہ کسی امیر سے بادشاہ کی مثل افعال سرزد ہوں تو بالطبع اسکو ناگوار گزرے گا۔

امکن در ملک سلطان ہرچہ خواہی کہ شہرت برتتا بادشاہی

حکایت ہے کہ سلطان محمود کے بھائی کا ایک غلام تھا۔ اسنے خطا کی اور مارنے کا حکم دیا۔ سلطان محمود نے یہ حال دیکھ کر چوب و نقارہ مع لوازم شاہی اپنے بھائی کے مکان پر بھیج دیے۔ وہ دیکھ کر سلطان کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہا کہ میں نے کیا خطا کی ہے سلطان نے کہا بندوں کی سیاست کا تعلق مجھ سے ہے نہ کہ تم سے اور خدا اسکا جواب مجھے طلب کریگا نہ کہ تم سے، اگر اس غلام کو سزا دینے کا شکوہ مجاز ہے تو شاہی لوازم بھی رکھو۔ مثنوی

سیاست نشاید ز کار آگمان کہ آن خاص باشد بہ شاہ منظران  
دلیری مکن بر در شہسریار مہات شاہان بدیشان گذار

نہم سردار فوج کو چاہیے کہ ہر وقت جنگ کیلئے تیار رہے اور سامان فوج میں کمی نہ آنے پائے۔ کیونکہ نہ معلوم کس وقت پیش آریگا۔ اگر سلطان مال کے جمع کرنے میں مشغول رہے اور لوگوں کو نہ جمع کرے تو بہ وقت ضرورت عاجز رہے گا، لا ملک الا بالرجال ولا رجال الا بالمال۔

پر شکر شود ملک عالم مسخر بہ مال است ترتیب لشکر میسر

حکایت ہے کہ کسی بادشاہ نے امیر سے مشورہ کیا کہ مال جمع کرتا ہوں تو لشکر پر لگندہ ہوتا ہے اور اگر لشکر جمع کرتا ہوں تو مال نہیں جمع ہوتا۔ اس باسے میں کیا کرنا چاہیے امیر نے کہا مال جمع کیجیے کیونکہ مال ہو تو جب چاہیے لوگوں کو جمع کر سکتے ہیں۔ سلطان نے اس پر دلیل مانگی تو جواب

دیا ملاحظہ فرمائیے اس کمرے میں کوئی کھٹی ہے۔ سلطان نے کہا نہیں، امیر نے کہا اچھا اب شہد کا برتن منگوائیے۔ برتن کے آتے ہی کھیاں بھر گئیں، اُسے کہا ملاحظہ فرمائیے اسی طرح جب مال موجود ہو گا تو لشکرِ خود بخود جمع ہو جائیگا امیر سے بادشاہ خوش ہوا۔ دوسرے امیر سے بھی مشورہ کیا تو اُسے عرض کیا کہ لشکرِ مرتب کیجیے اور انکو نہ مٹائیے ممکن ہے کہ وہ وقت پر نہ جمع ہوں سلطان نے دلیل پوچھی تو اُسے کہا میں شب کو بیان کر دوں گا۔ جب رات ہوئی تو ایک برتن شہد کا منگوا یا مگر ایک کھٹی بھی نہ آئی۔ امیر نے کہا اسی طرح جب کسی کا دل پھر جاتا ہے۔ ہر چند آپ مالِ دین وہ نہ آئے گا۔ اور اسی بارے میں ایک حکایت بھی آپ کی خدمت میں بیان کرتا ہوں وہ یہ ہے کہ مصر میں ایک بادشاہ تھا جو جمع مال میں بڑی کوشش کرتا تھا اور فوج کی طرف سے غافل تھا جسقدر دولت ملتی خزانہ میں بند کر کے حفاظت سے رکھتا تھا۔ قنارہ امیر شام آمادہ پیکار ہوا اور مصر کی جانب فوج لیکر روانہ ہوا۔ یہ خبر مصر میں پہونچی اور کسی ارکانِ دولت نے بادشاہ سے کہا کہ امیر شام نے چڑھائی کی ہے اور جنگ کے لیے آ رہا ہے آپ کی فوج کہاں ہے۔ بادشاہ نے صند وقون کی طرف اشارہ کر کے کہا کہ میری فوج تحصیلِ یون اور صند وقون میں ہے جب چاہوں گا فوج بھیجا کر لون گا۔ اسی اثنا میں امیر شام نے حملہ کر دیا اور برابر بڑھتا ہوا آیا اور ہر جگہ غلبہ و نصرت حاصل کرتا رہا بالآخر تمام صند وقون اور جمع شدہ خزانہ پر قبضہ کر لیا اور کہا کہ اگر بادشاہ اسی مال سے مردان کا رزار اور جنگجو لوگوں کو جمع کرتا تو اس نتیجہ کو نہ پہونچتا۔

مالِ دہی مرد بدست آید ت	ور نہ دہی زود شکست آید ت
<p>دسویں یہ کہ مہات ملک کی انجام دہی میں مصروف رہنا چاہیے۔ اور مخبروں - جاسوسوں کو مقرر کرنا چاہیے تاکہ وہ جو اہل اطراف سے خبر پہونچائیں اور جس گوشہ ہیکل سے فتنہ و فساد کا آغاز ہو فی الفور تدارک کی کوشش کرے۔</p>	

حکایت ہے کہ صاحب ابن عباد فخر الدولہ ولیمی کا ملازم تھا اور اکثر اوقات شیراز میں قیام رہتا تھا۔ ایک مرتبہ اتفاق سے تین دن تک بادشاہ کے پاس نہ گیا۔ چونکہ روز بہ وقت صبح جب حاضر خدمت ہوا تو فخر الدولہ نے دریافت کیا کہ تین دن تک غیر حاضری کی کیا وجہ ہے۔ اس نے عرض کیا کہ پرسوں میرا ہرکارہ مملکت ختا سے آیا اور بیان کیا کہ خان ختا جب فراغ خانہ میں گیا تو اپنے ایک رکن دولت سے مشورۃً کچھ کہا۔ تین دن تک میں اسی اندیشہ میں رہا کہ اسے کیا کہا۔ لشکر کے حالات کی تفتیش کرتا رہا اور مدافعت کی تدابیر میں مشغول رہا۔ آخر کار آج صبح کو ایک قاصد آیا۔ اس سے معلوم ہوا کہ خان ختا نے فوج جمع کر کے خود اپنی مملکت کے کسی حصہ میں روانہ کیا ہے۔ جب میری خاطر جمع ہوئی تو ملازمت میں حاضر ہوا۔ امرا و وزرا اور سلاطین کے حالات کی تحقیقات دیکھو کہ کہاں ختا اور کہاں شیراز؟

اس سے پہلے خبر دن کے بائے میں دو تین کلمات درج ہو چکے ہیں۔ قطعہ

چو ضبط ملک مفوض بہ تست جہد نہائی	کہ از جوانب و اطراف باخبر باشی
بہ تیغ قہر سر رفتہ جو بہ برداری	بدفع تیر بلا خلق را سپر باشی

گیا رھوین یہ کہ فقر اکو بادشاہ تک پہونچائے کا ذریعہ ہونا چاہیے۔ اور مظلوموں داد خواہوں کو سلطان کے روبرو حاضر کرے تاکہ وہ اپنے طبیب سے درد دل بیان کرے اور شفا حاصل کرے اور جو امیر ایسا ہوتا ہے کہ اس کے خوف کی وجہ سے رعایا بادشاہ تک نہیں پہونچ سکتی تو اس کی مثال وہ صاف و شیرین چٹمہ ہے جس میں نہنگ کے ہونے سے لوگ پانی نہ پی سکتے ہوں اور اس کی ہیبت و خوف سے قریب بھی نہ جاتے ہوں۔

چو دراری اختیاری آں چنان کن	کہ درویشان ز تو اسودہ گردند
مباش آن نوع کز دست جفا	بزیر پای منم فرسودہ گردند

بارھوین یہ کہ زبردستوں کے ساتھ اس طرح زندگی بسر کرے کہ یہ خواہش کرے

کہ رعایا بھی اسکے ساتھ دیباہی برتاؤ کریگی اور حدیث صحیح میں آیا ہے کہ من لا یرحم لا یرحم جو رحم نہیں کرتا اُس پر رحم نہیں کیا جاتا اور جو شخص کہ خلق خدا پر بخشش نہیں کرتا اُس پر بھی بخشش نہیں کی جاتی۔ اخبار میں ہے کہ اپنے سے کم رتبہ کے لوگوں پر بخشش کرو تا کہ تم سے اعلیٰ رتبہ کے لوگ تم پر بخشش کریں۔ نظم

غیم زیر دستاں بخور زینہا	تبرس از زبردستی روزگار
سلوک آچنان کن بخلق جهان	کہ خواہی کہ با تو گشت آچنان

اور آداب وزراء ارکان دولت سے زیادہ ہیں۔ کیونکہ کوئی کام بارگاہ سلاطین میں وزارت سے دشوار تر نہیں ہے کیونکہ اس پر بہت حسد کیا جاتا ہے اور اُس کے حاسدین بیشتر شاہی ملازمین میں ہوتے ہیں خصوصاً وہ لوگ جو آمدنی و اخراجات کے صیغہ میں اُس کے شریک رہتے ہیں۔ متواتر یہ لوگ اُس کے منصب کے حصول میں سعی کرتے ہیں اور مکر و فریب کے جال میں پھنسانا چاہتے ہیں۔ بایں حالات وزیر کے لیے کوئی تدبیر خالصی کی بجز راستی۔ کم طمع کے نہیں ہے اور کوئی دقیقہ شر و طغیان کی تکمیل میں فرو گذاشت نہ کرنا چاہیے تاکہ انگشت نشان نہ ہو بزرگوں نے کہا ہے کہ جو شخص اپنا حساب پاک رکھتا ہے نکتہ چینوں کو مجال مداخلت نہیں رہتی۔

اگر اسد کہ کند عیب دامن پاکت	اگر ہجو قطرہ کہ بر برگ گل خند پاکے
------------------------------	------------------------------------

بزرگچہر سے لوگوں نے دریافت کیا کہ وزارت کے لائق کون شخص ہے جواب دیا جس میں چار اور تین اور دو اور ایک صفت ہو تفصیل دریافت کرنے پر کہا کہ ان چار وجوہ میں سے ایک ہوشیاری ہے جس سے کاموں کو سرانجام دے دوم بیداری کہ اپنے کو پیش از وقت مصائب میں نہ ڈالے۔ سوم دلیری کہ بڑے بڑے کام انجام دے چہاں جو فردی۔ اور ان تین اسباب میں سے ایک یہ ہے کہ جب خدمتگار دن کو کام کے لائق پائے تو انکی دلتوازی کرے۔ دوم نافرمانوں کی بیخ کنی کرے۔ سوم حوادث روزگار



کے مقابلہ کیلئے تیار ہے اور ان دو میں سے ایک یہ ہے کہ بادشاہ کی جانب رعایت ملحوظ خاطر رکھے اور دوسرے یہ کہ رعیت کی جانب سے غافل نہ ہو اور ایک یہ ہے کہ کسی کام میں حق سبحانہ کو فراموش نہ کرے۔ حدیث میں آیا ہے کہ جب خدا کسی امیر سے نیکی کرنا چاہتا ہے تو درست گفتار و راست کار وزیر دیتا ہے تاکہ وہ اگر قواعد و دودھش کو فراموش کرے تو وزیر یاد دہانی کرے اور اگر یاد ہو تو وزیر اجرا میں سعی کرے اور اگر حق تعالیٰ ایسا نہیں چاہتا تو بدکردار وزیر مقرر کرتا ہے تاکہ امیر اگر دقائق عدل فراموش کرے تو وزیر یاد نہ دلائے اور اگر یاد ہوں تو وہ مدد نہ دے۔ پس جو وزیر راست و صاف ہے وہ سلطان کا مددگار ہے اور تہید ارکان عدل میں سعی کرے تو لا رعباً

کہ رحم کرند بر حسانی فقیران  
ازو کے نام سلطان زندہ ماند

چرخ افروز ملکند آن وزیران  
وزیرالاجاہ خود در ظلم داند

شر و طو و آداب و ذرات کے باب میں ۱۹ نکتہ یاد رکھنا چاہیے۔ اول رعایت جانب حق۔ اور یہ تمام چیزوں پر مقدم ہے کیونکہ جو شخص جانب حق کی رعایت کرے گا تو ضرور اپنے حالات و افعال پر نگاہ رکھے گا اور افعال ناشائستہ سے پرہیز کرے گا۔ دوم شاد و سپاہ رعیت میں مساوات کا لحاظ رکھے اور کسی ایک جانب زیادہ میل نہ رکھے کہ ظلم کا وقوع ہو اور یہ بات نہایت نازک و مشکل ہے۔ سوم جس کام کو شروع کرے اس کے نتیجہ نیک پر نظر رکھے تاکہ آخر میں پشیمانی نہ اٹھانی پڑے اور افسوس و حسرت کرنے کا موقع نہ ملے مثنوی

از عاقبتش نکو بر اندیش  
وزیرت صلاح ترک آن کن

کاریکہ گرفتہ تو در پیش  
مصلحت است آنچنان کن

چہارم اچھے قواعد کی بنیاد ڈالے کیونکہ حدیث میں آیا ہے کہ جو شخص کار نیک حسن مقرر کرتا ہے مراد نیک حاصل کرتا ہے اور جو ناپسندیدہ اصول و بدعات کی بنیاد ڈالتا

ہے تو اُس پر جو چاہے عمل کرے مگر گناہ اُسی کے سر ہوتا ہے۔ مثنوی۔

لے آنکہ بکار شاہ بودی مشغول	خواہی کہ ہمیشہ باشد عز و قبول
بر صفحہ روزگار رسمے بگذار	کان پیش خدا و خلق باشد مقبول

پنجم امور ملک میں اپنی کفایت کا اظہار کرے کیونکہ احبہ راے مصالح میں وزیرا کی ذمہ داری اُسکے وجود میں آنے سے بڑھ کر ہے۔

حکایت ہے کہ عضد الدولہ ابوعلی خضریٰ سے رنجیدہ تھا۔ اسکے پاس ایک قاصد مشیر برہنہ لیے ہوئے روانہ کیا۔ اور اس سے کہا کہ اسکے آگے رکھ دینا۔ قاصد نے ایسا ہی کیا اور کچھ نہ کہا۔ وزیر نے قلم اسکے آگے ڈال دیا اور کہا کہ تیرا جواب یہ ہے اور عضد الدولہ کے پاس سیدھا روانہ ہوا اُس نے اسے گرفتار کر کے قید کر دیا۔

ہمہ کار شاہانِ حکمت پڑوہ	زراے وزیران پذیرد شکوہ
--------------------------	------------------------

ششم اگر سلطان مشورہ دے جس میں سلحت مالی و ملکی نہ ہو تو اُس پر راضی نہ ہونا چاہیے لیکن مجلس میں اُسے پسند کرے اور برسرِ عام اُسکی نکتہ چینی نہ کرے اور سمجھ لے کہ بادشاہ کی رائے ایک سیلاب کے مثل ہے جو پہاڑ سے آتا ہے جو شخص ایک ہی چھلانگ میں اُسے طو کرنا چاہے تو گرداب فنا میں چھنس جائیگا۔ نیز اُسکی رائے کا برائے اثر نہ ہو انوار نہ کرے بلکہ خلوت و جلوت میں براہِ مطلق و خیر اندیشی از روئے تفرغ کہتا رہے اور اگر عمل کرنے کا اتفاق پڑے تو جانبِ خلاف کی بھی رعایت رکھے ورنہ ناراضی شاہ کا نتیجہ نہایت بُرا ہوتا ہے۔ نظم

توانی بنرے و کار آگہی	کہ تفسیر راے سلاطین دہی
وگر از درستی نہ آرمی انفس	نیا بند ازان رای خود باز پس
پس آن بہ کہ اول مدار کنے	بفرصت رہ چہارہ پید کنی

ہفتم اپنے منصب و مرتبہ و تقرب پر مغرور نہ ہو کیونکہ بادشاہوں کا مزاج آج کل

کا حکم رکھتا ہے اس پر اعتماد نہ رکھنا چاہیے اولیقین رکھے کہ ہر عمل کے بعد عزل مقرر ہے اور ہر دولت کے لیے نکتہ لازم ہے کسی بزرگ سے لوگوں نے کہا کہ رہنے کیلئے آپ مکان کیون نہیں بناتے جواب دیا کہ اس شہر میں دو گھر ہیں ایک مکان عدالت جبکہ میں کام میں مصروف ہوں دوسرے زندان مکافات جبکہ میں معزول ہوں ۵

چہ باشد نازش و کاہش با قبائے وادباری | کہ تا برہم زنی دیدہ نہ این مہی نہ آن مہی

ہشتم جس قدر ہو سکے فرصت و موقع کے فوت ہونے سے پہلے ہی احسان کرے نظم

زنان پیش کہ دست ساقی دہر	در شربت دولت افگند زہر
از سر بہ این کلاہ و دستار	جمدی بکن و دلے بدست آر
کین سر بہ سالہ بالکلہ نیست	زین روی ہمیشہ بخجورہ نیست

نہم - محرومون اور امیدواروں کی حاجت روائی میں بغایت سعی کرے کیونکہ ملازمت شاہی کا کفارہ محتاجوں کی حاجت روائی ہے۔

امیر المومنین حضرت حسنؑ سے منقول ہے کہ آپ نے فرمایا اگر کسی مومن کی حاجت روائی کروں تو بہ نسبت ستر سالہ اعتکاف کے مجھے زیادہ پسند ہے پیغمبر انیال علیہ السلام سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا اس مدت میں رکاب شاہی میں اسلئے میں نے پائون رکھے کہ حاجت خردم بر لاؤن بیشتر حکما و علما نے اسی نکتہ کو پیش نظر رکھ کر ملازمت شاہی اختیار کی ہے۔ شیخ کبیر قدس سرہ سے منقول ہے کہ مسلمانوں کے ایک کام کے لیے آپ ستر مرتبہ بادشاہ کے دربار گئے مگر مطلب براری نہ ہوئی آخر دن کو عضد الدولہ نے کہا کہ شیخ اس قدر آمد و رفت کرنے پر تیرا مطلب نہ حاصل ہوا اگر پھر اسکے عرض سے باز نہیں آتا جواب دیا امیر بادشاہ میں نے اپنا کام پورا کیا کیونکہ میری نیت خوشنودی خدا کی عقی اور میری آمد و رفت سے خدا خوش ہے لیکن تیرا کام البتہ پورا نہ ہوا کہ تو نے امیر مسلمانوں میں توجہ نہ کی اور محتاجوں کو نا امید کر دیا

اور یہ نہ جانا کہ اہل دولت کا کام اس وقت تک پورا نہیں ہوتا جب تک کہ دوسروں کا کام پورا نہ کر دیں۔

کار در ویش مستمند بر آر	کہ ترانہ ساز کار ہا باشد
-------------------------	--------------------------

عصف الدولہ متنبہ ہوا اور بہت رویا اور شیخ کی فرمائشوں کو پورا کر دیا۔

در ساختن کار کسان سعی نکام	کار تو شود ساختہ از لطف خدا
----------------------------	-----------------------------

دہم۔ سلطان کو نیکی پر آمادہ رکھے اور ایسا انتظام رکھے کہ اسکی بخشش عام طور پر ہو۔ کہتے ہیں کہ اتابک کا وزیر مال شاہی سے بہت کچھ خیرات و مبرات میں صرف کیا کرتا تھا۔ ایک دن اتابک نے مستوفی کو بلا کر حکم دیا کہ اگر اب کسی کو جاگیر دیگا تو ہاتھ قلم کر دوں گا۔ دوسرے دن ایک درویش نے وزیر سے سوال کیا کہ ایک جاگیر میرے نام لکھ دو۔ وزیر نے مستوفی کو لکھنے کا اشارہ کیا مگر اسنے تامل کیا تو وزیر نے کہا کہ کیوں لکھنے سے تامل کرتا ہے۔ ہاتھ کاٹنے سے ڈرتا ہے اور اس سے نہیں تیرتا کہ میں تجھے اُلٹا لشکاؤں۔ یہ خبر اتابک کو پہونچی اس نے وزیر سے بلا کر پوچھا کہ مستوفی کو تو نے کیا سزا دی۔ اس نے جواب دیا کہ میں آپ کی دولت حکومت کی بنیاد و خیرات و مبرات سے مضبوط کرنا چاہتا ہوں مگر وہ مانع آتا ہے۔ یہ سنکر اتابک رویا اور وزیر کو خلعت دے کر اسکی عزت دو بالا کی۔

تواریخ میں مذکور ہے کہ سلطان ملک شام سے لوگوں نے کہا کہ خواجہ نظام الملک خزانہ شاہی سے ایک لاکھ دینار فقرا، علما اور گوشہ نشینوں کو دینے کے لیے نکال لیتا ہے۔ بحالیکہ آپ کو اس سے کچھ فائدہ نہیں اور اتنی رقم سے ایک کثیر فوج جمع کی جاسکتی ہے۔ سلطان نے یہ بات خواجہ سے کہی تو اس نے جواب دیا کہ اس مبلغ سے بیشک ایک فوج تیار ہو سکتی ہے۔ جو دشمنوں کو شمشیر سے جسا کا طول ایک گز ہوتا ہے۔ اور تیر سے جس کی ماتین سو گز تک ہے۔ دفع کرے مگر میں آپ کے لیے ایک ایسا لشکر

مہیا کرتا ہوں کہ اول شب سے صبح تک درگاہ کبریا میں دعا کرتے ہیں اور شکرِ مہرت  
دلون تک پہنچاتے ہیں اور تیرا ہ ساتون فلک کے پار کر دیتے ہیں اور تمام لشکر اور  
آپ میں انھیں کی حفاظت میں ہیں ۵

دگر گوے کہ درویش درپناہ کسی ست | کہ بادشاہ جہان درپناہ درویش ست

ملک شاہ رویا اور کہا میرے لیے اس سے بھی زیادہ لشکر مہیا کر۔  
یازدہم اپنے عہدے کی قدر جان کر کار سازی اور دلنوازی کی کوشش کرنی چاہیے  
آزار و اذیت کسی کو نہ پہنچانا چاہیے ورنہ جب وہ عہدہ ہاتھ سے نکل جائیگا تو بوجہ حسرت  
و افسوس کچھ نہ حاصل ہوگا ۵

چون توانستی نہ انستی چہرہ | چون بد انستی توانستی نہ بود

حکایت ہے کہ ایک بزرگ اپنے عہدہ سے معزول ہوئے تو نہایت جمع و بیقراری  
کی حالت میں تھے۔ لوگوں نے کہا کہ آپ سے شخص کو عزل پر افسوس کرنا نا مناسب ہو  
جواب دیا میں اس معزولی پر افسوس نہیں کرتا کیونکہ جانتا ہوں کہ عمل بے عمل نہیں ہوتا  
یہ اضطراب اس لیے ہے کہ اگر میں نے اس اثناء میں کسی سے نیکی کی ہے تو حسرت کرتا ہوں  
کہ کاش اور زیادہ نیکی کرتا اور اگر بدی سرزد ہوئی تو افسوس کرتا ہوں کہ کاش بدی نہ کرتا ۵

چون عاقبت جزاے بد و نیکی می دہند | اے کاش نیکی از ہمہ کسبش کردمی

دوازدہم۔ رجوع خلق اور لوگوں کی آمد و رفت سے پریشان نہ ہونا چاہیے بلکہ  
خندہ رو رہنا چاہیے اور یقین رکھنا چاہیے کہ ہم انھیں کی خدمت کیلئے لازم ہیں اور  
بغیر اسکے کوئی چارہ نہیں حکایت ہے کہ فضل بن سہیل نے اپنی وزارت میں کسی سے  
ایک دن کہا کہ لوگوں کی آمد و شد سے میں تنگ آگیا ہوں اور دادخواہوں کی بسیار  
گفت و شنود سے ملول ہو گیا ہوں۔ اس نے کہا اے وزیر اپنا اعزاز پس پشت ڈال کہ  
عہدہ وزارت میرے سپرد کر دیجیے پھر کوئی آپ کو رنجیدہ نہ کرے گا نہ آپ کے پاس

کوئی آلے نکا۔ قطعہ

پیش آن کس کہ اختیار ہست	خلق بے اختیار سے آید
وگر آن اختیار رفت ز دست	بدر اوجہ کار سے آید

سینزدہم۔ مخلص احباب پیدا کرنا چاہیے۔ مخلص دوست گنج زر سے بڑھ کر ہے۔ چہار دہم۔ خائن و ظالم حکام سے غافل نہ ہو اور پیہم انکی تحقیق و تفتیش میں مصروف رہے اور ستم کشی ظالم کو مظلوم رعایا پر حاکم نہ بنانا چاہیے اور اگر کسی سے کوئی ظلم یا خیانت سرزد ہو تو اسکی لائق سزا دے کر دوسروں کے لیے ذریعہ عبرت بنانا چاہیے اور ظالموں کی سیاست میں مطلق بے پروائی نہ کرنی چاہیے۔

پانزدہم۔ عمال سے رشوت نہ لے تاکہ وہ بھی کسی سے رشوت نہ لیں اور جب وزیر رشوت لینے کا عادی ہوگا تو گویا رشوت کی سب کو اجازت ہے بحالیکہ رشوت لینا اور دینا دونوں حرام ہے بلکہ رشوت لینا دینے سے بدتر ہے اور وزیر کیلئے پیشایان نہیں شانزدہم۔ اگر کسی حاسد کے مکر و فریب یا دشمن کی جھلی پر اطلاع پائے تو اپنے کو اس طرح ظاہر کرے کہ گویا وہ بے فکر و بے غم ہے اور سلطان کے روبرو انکی بابر حسد و کینہ کا اظہار کرے کہ انکی شکایت کی تقویت کا باعث ہو۔ اگر مقام سوال و جواب میں کھڑے ہوں تو نہایت حلم و وقار سے جواب دینا چاہیے۔ خفت و سبکدوشی کا اظہار نہ کرے کیونکہ غلبہ ہمیشہ حلم کی طرف ہوتا ہے۔

ہفزدہم۔ اپنے کو سلطان کے سامنے ایسا ظاہر کرے کہ اسکے ادنیٰ اشارہ پر اپنا کل مال و اسباب نثار کرنے پر تیار ہے۔ اس طرح سے اسکا مال و اسباب طمع شام سے محفوظ رہے گا۔ کیونکہ ایسی صورت میں اسکے مال کو بلا شاہ اپنا مال سمجھے گا۔ ہینزدہم۔ اگر کسی کے متعلق کوئی خدمت کرے تو خوب غور و فکر کے ساتھ کرنی چاہیے جیتک بار بار اسے آنا نہ لے اس پر اتماد نہ کرے تاکہ انجام کا منفعل و مشر مسار

نہ ہونا پڑے۔ نظم

بقدر ہنسہ پایگا ہنس فرود	برعکاس کیا بد نخست آزمود
نشاہت رسیدن بغور کسے	با یام تا بر نیاید بسے

نوزدہم۔ جس کام میں پڑنا آسان ہو مگر اُس سے لگنا دشوار تو اُسے شروع نہ کرے کیونکہ بزرگوں نے کہا ہے۔ ۵

توبہ مہے کہ در آئے نخست	رخسہ بیرون شد نش کن دست
-------------------------	-------------------------

رہے ارباب قلم صودہ منشی بن جو سلطان سے تعلق رکھتے ہیں اور انھیں کے زیر عمل منشی گزری کی کچہری رہتی ہے۔ انکو پتا ہے کہ امانت دار ہون خوش طبع تیز فہم واقف اصطلاحات ہون حکیم ارسطو سے لوگوں نے پوچھا کہ بادشاہ کا حاجب بہتر یا کاتب۔ اُسنے جواب دیا کاتب بہتر ہے کیونکہ حاجب اُسکا جزو ہے اور کاتب حل اور اگر کاتب لطیف الطبع ہو تو اپنی ذمہ داری کو بخوبی ادا کر سکتا ہے۔

حکایت ہے کہ شاہ ایران کا معمول تھا کہ ایک فوج منتخب کر کے سیاہ وردی پہنا دیتا تھا اور جب جنگ سخت ہوتی تھی تو حکم دیتا تھا کہ آگے بڑھ کر مقابلہ کریں ایک مرتبہ ایسا اتفاق ہوا کہ شاہ تومان سپاس ہزار کی جمعیت سے چڑھائی پر آمادہ ہوا جب فلقین حملہ کے لیے کھڑے ہو گئے تو شاہ ایران مع چند لوگوں کے ایک بلند جگہ پر کھڑا ہو گیا اور جب اُسے غنیمت کی کثرت اور زیادتی ملاحظہ کی تو مناسب خیال کیا کہ آج کے دن جنگ موقوف رکھی جائے اور اپنے قلم سے لکھا کہ سیاہ دارون سے کہو کہ واپس ہو جائیں شاہ کا منشی مرد ماقبل تھا۔ اُسے سمجھا کہ واپسی پر غنیمت کا عرصہ بہت بڑھ جائیگا۔ ممکن ہے کہ غالب آئیں یہ سراج کرنی الفور سیاہ دارون میں ایک نقطہ بڑھا کر سیاہ دارون بنا دیا جب امرائے لشکر کو حکم پہنچا تو وہ سمجھے کہ امداد کے لیے خاص فوج انگلی ہے فی الواقع لشکر کو بڑھا کر آپ عقب میں ہو گئے اور حملہ کر دیا۔ غنیمت لشکر کی ثبات و جسارت دیکھ کر پسپا

ہو گیا اور سیاہ دارون کی مدد سے فتح حاصل ہو گئی منشی نے یہ حال بادشاہ سے کہا اُسے خوش ہو کر بڑی نوازش کی اور کہا منشیوں کو ایسا ہی ہونا چاہیے کہ ایک نقطہ سے پچاس ہزار جو انون کو شکست دیں۔

ایک دوسری حکایت یہ ہے کہ ایک بادشاہ نے دوسرے بادشاہ کو لکھا تھا کہ پہلے اس کے کہ تو بچہ حملہ کرے میں بچہ حملہ آور ہوں گا۔ ارکان دولت حیران تھے کہ اس کا کیا جواب لکھیں۔ بادشاہ کا منشی خوش فکر تھا۔ اُس نے کہا کہ میں ایک جواب لکھ سکتا ہوں جسے سب لوگ پسند کریں گے یہ کہہ لکھا کہ توشیشہ ہے۔ ادرین بچہ ہوں۔ خواہ شیشہ پہلے پتھر پر گرے یا پتھر شیشہ پر گرے ایک ہی نتیجہ ہی تمام لوگوں نے اس جواب کو نہایت پسند کیا۔

سخن کان از سردانش نویسد	بمنز دعای ملان مقبول باشد
-------------------------	---------------------------

دوسرے عمال ہیں جو ذرا سے متعلق ہوتے ہیں۔ عامل کو چاہیے کہ نیک نفس اور خوشخو ہو اور حرص و طمع سے کنارہ کش ہو۔

نوشیروان کا قول تھا کہ عامل کو چاہیے کہ دست بستہ اور کشادہ رہے یعنی نیکی کے لیے ہاتھ کھولے رہے اور خیانت سے ہاتھ باندھے رہے۔ دوسرے یہ کہ رسم بدنہ مقرر کرنا چاہیے اور بلا ضرورت قانون نہ وضع کرے جو بادشاہ کی بدنامی کی وجہ ہو اور خود بھی خلق میں نفرت کا مستحق ہو۔

حکایت ہے کہ ایک وزیر نے کسی عامل کو کہیں روانہ کیا تھا عامل نے وہاں سے لکھا کہ اگر فلان کام کروں تو بہت سا روپیہ حاصل کروں۔ وزیر نے جواب لکھا کہ ظالموں اور سخت گیروں کا بازار میرے سامنے سرد ہے اور ان کی زبانیں گنگ ہیں ہاتھ بغایت کوتاہ ہیں۔ پانچ دن کے لیے تو اس کام پر مقرر کیا گیا ہے۔ ایسا نہ کر کہ میری بدنامی کا ذریعہ ہو اور اپنی ذلت و خواری کا سبب۔ دوسرے اس کا تصور نہ کرے کہ اگر بادشاہ یا امیر اس سے رہنمی ہے تو رعیت کی کچھ پروا نہ کرے۔ کیونکہ جسکی دشمن کثیر تعداد رکھتا ہے



ہو وہ سلامت نہیں رہ سکتا۔ ہاں اگر رعایا خوش ہے تو بادشاہ کی خوشنودی کا حاصل ہونا بھی سہل ہے۔

حکایت ہے کہ ایک خلیفہ نے کسی کو کام پر روانہ کیا تھا اُس نے مقام مقررہ پر پہونچ کر جدید قواعد نافذ کیے اور قدیم مناسب اور سہل قواعد منسوخ کر دیے اور بہت سی مالگذاری وصول کر کے خلیفہ کی خدمت میں پہونچا خلیفہ اُس سے بہت ناخوش ہوا اور جرمانہ کر کے قید کر دیا۔ ایک مدت کے بعد رہا کر کے پھر اُسی خدمت پر روانہ کیا اور حکم دیا کہ گزشتہ سال کی مالگذاری جلد پہونچانا وہ عامل متحیر ہوا اور ایک شیخ نے اس بارہ میں مشورہ کیا۔ شیخ نے فرمایا اس عہدہ کو قبول کرے کوئی حرج نہیں ہے۔ مگر اس سال رسمائے نیک مقرر کرنا اور درویشوں۔ فقر اکو و خائف و جاگیر دینا کہ اس سے کوئی آفت نہ پہونچے گی۔ چنانچہ وہ شخص گیا اور شیخ کے کہنے کے بموجب اچھا انتظام شروع کیا اور سال گزشتہ کی مالگذاری بجائے دس دینار کے آٹھ ہی دینار وصول کر کے بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ خلیفہ اُس سے بہت خوش ہوا اور اُس کے حال پر بڑی نوازش کی۔ اُس نے شیخ سے پھر سوال کیا کہ باوجودیکہ سال گزشتہ میں آمدنی میں نے بہت بڑھادی تھی مگر اُس کے بدلہ میں سزا بھگتنی پڑی اور اس سال کم مال لایا مگر بادشاہ خوش ہوا۔ اسکی کیا وجہ ہے۔ شیخ نے جواب دیا اُس مرتبہ کئی ہزار آدمی تیرے دشمن تھے جسکا نتیجہ بد ہوا اور اس قدر لوگ ابکی تھے شفیع بن جویریہ فرما حاصل ہوا۔ ۵

بدی کن کہ درین کشت زار زود زوال

بد اس دہر جہان بد روئے کہ می کاری

اور چونکہ مصاحبین بادشاہ کے ساتھ مجالست سے مشرف ہیں لہذا انکو قواعد ادب اور حرمت کا زیادہ لحاظ رکھنا چاہیے اسکی شرط یہ ہے کہ جو چیز بادشاہ کے

نزدیک مقبول ہوا سے مقبول اور وہ جسے مکروہ جانے اُسے مکروہ جانیں اور بادشاہ کی مقبول چیزوں کو اختیار کریں خواہ وہ اُنکے ناپسند ہی کیوں نہ ہوں۔ اور ندیم سلطان کو چاہیے کہ خوب ذہن نشین کرے کہ بندگی خدا اور خدمت مخلوق میں ترک حفظ نفس کے سوا اور کوئی چیز مفید نہیں ہے اور جب یہ بات اُسکے ذہن نشین ہو جائیگی تو جس معاملہ کی بابت اُسکے اور سلطان کے مابین گفتگو ہو اور اُس معاملہ میں خود کو بہرہ مند ہوتا ہوا دیکھے تو اپنا نفع ترک کرے اور اُس سے الگ ہو کر اُسکا نفع خاص بادشاہ کے لیے محفوظ رکھے تاکہ اُسکا نتیجہ اچھا ہو اور اُسکو بھی فائدہ حاصل ہو اور اگر پہلے ہی سے نفع کے حصول میں مشغول ہو گا تو آخر کار کام بکڑ جائے گا اور نقصان اٹھانا پڑے گا اور چونکہ وہ بادشاہ کی مجلس میں خوش اور گستاخ ہو جاتا ہے لہذا بہت لحاظ رکھنا چاہیے کہ کوئی کلمہ نا ملائم یا طعنہ بادشاہ سے نہ کہہ بیٹھے۔ اگرچہ حق اپنی ہی جانب کیوں نہ ہو اور اگر کوئی بری بات بادشاہ سے سرزد ہو تو ہرگز ہرگز کہیں اُسکا ذکر نہ کرے اگر سہواً کہیں منہ سے نکل جائے تو اُسکا اعتراف نہ کیے اگرچہ اُسکی خبر سلطان کو پہنچ چکی ہو کیونکہ اقرار و انکار میں بہت فرق ہے۔ اور اگر اُسکے اور بادشاہ کے درمیان کوئی ایسا واقعہ ہو کہ اُسکی قباحت دونوں میں سے کسی پر عاید ہوتی ہے تو الزام اپنے ہی سر لے اور سلطان کی برائت ظاہر کرے اور جب بادشاہ بری الذمہ ہو جائے تو کوشش کئے کہ اپنے ذمہ سے بھی یہ اہتمام رفع ہو جائے بادشاہوں کی خدمت میں رہنے کے لیے چشم و دل دست و زبان کو اُسی کا فرمان نبرد بنانا چاہیے تاکہ سلامتی حاصل رہے۔ رباعی۔

پیوستہ دو گوش سوے شہ باید داشت	فرمان در چشم برہ باید داشت
از نیکوئی زبان روان باید کرد	وز بد دل و دیدہ رانگہ باید داشت

۵۔ اُصعی کا بیان ہو کہ ایک دن میں خلیفہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اُسوقت وہ تخت

ہر ممکن تھا اور اُس کے پہلو میں پنج سالہ لڑکی بھی بیٹھی ہوئی تھی خلیفہ نے مجھے فرمایا کہ یہ لڑکی کون ہے۔ میں نے عرض کیا کہ مجھے معلوم نہیں۔ خلیفہ نے فرمایا کہ یہ میری پوتی ہے اُڈو اور اسکے سر پر بوسہ دو۔ میں متحیر ہوا اور جی میں سوچا کہ اگر خلاف حکم کرتا ہوں تو سزا دے گا اور اگر امتثال امر کرتا ہوں تو ممکن ہے کہ اسے غیرت آئے اور مجھ سے ناراض ہو۔ یہ سوچ کر اٹھا اور سر آستین لڑکی کے سر پر رکھ کر اٹھا لیا اور اُسے بوسہ دیا خلیفہ نے اس ادب کو نہایت پسند کیا اور کہا کہ اگر اسکے خلاف کرتا تو نعمت حیات سے محروم ہو جاتا۔ پس مجھے دس ہزار دینار انعام دیا۔ میں نے اس نمکدانہ میں کہ اس گرداب بلا سے غلصہ پائی رُسب کو صدقہ میں تقسیم کر دیا۔ آدابِ ندما میں یہ حکایت بیان کی گئی ہے کہ ایک بادشاہ کے پاس نہایت حسین لازم تھا۔

رخِ چنان کہ ز فخرشیدہ ماہ نتوان کرد  
خطی چنانکہ ز مشک سیاہ نتوان کرد

ایک دن بادشاہ نے اپنے مصاحب سے کہا کہ یہ جوان صورت زیبا اور طبیعت دلکش رکھتا ہے۔ اُس نے جواب دیا بیشک وہ نہایت صمیم و طبع ہے ساتھ ہی لطیف و ظریف بھی خوب ہے۔ بادشاہ نے فرمایا کیا تو اُسے دوست رکھتا ہے اُس نے جواب دیا نہیں۔ بادشاہ نے وجہ پوچھی تو کہا کہ جسے بادشاہ دوست رکھے میں کون ہوں جو اُسے دوست رکھوں۔ سلطان کو اُسکا ادب نہایت پسند آیا اور اُس کا مرتبہ بڑھایا۔ قطعہ

گر بجائے رسد عجب نبود  
جسے بہتر از ادب نبود

ہر کر اما یہ ادب باشد  
چون ادب است از حسب کمیت

اس رسالہ کا حجم چنانکہ بڑھ گیا ہے لہذا اب مناسب ہے کہ قلم روک لیا جائے اور

دعا سے دولت روز افزون پختہ کیا جائے۔	
سخن نہ برنج اختصار رفت آن بہ	کہ طے کنم دگر این نامہ را کہ وقت دعاست
خدایا تا فلک را سربلندیست	بزرگان را از حکمت و اجندیست
شہزادہ عالی رے و عالم آراء کالوئے سپہ آسا اور آیات آسمان فرسائمنوی	
فروزان رویش از فراکی	درخشان کوکبی از برج شاہی
ابوالمحسن شہنشاہ ہے جوان تخت	اگر بر خردار باد از تاج و از تخت
بقا سے عالم تک تابان اور چمکتا ہے اور کو کبیرہ عظمت و دبدبہ رحمت سپہ	
فتح و نصرت پر طالع و درخشان ہے عین دعا از من و از خلق جہان آمین باد۔	
یہ رسالہ پر از اسرار حکمت ختم ہوا اور اسکی تاریخ اختتام نام ہی سے ظاہر ہوتی	
ہے جو نام نامی آنحضرت کی طرف مضاف ہے قطعہ	
با خامہ لقمے کہ در سر ساختی قلم	وز مقدم تو چشم سخن یافت روشنی
اخلاق محسنی بہ تمامی نوشتہ شد	تاریخ ہم نویس از اخلاق محسنی
خاتمۃ الطبع از جانب کا پر دازان مطبع	
<p>پس از محمد کریم و رحیم و نعت رسول مقبول مخاطب خطاب انگ اعلیٰ خلق عظیم پوشیدہ</p> <p>مباد کہ دین زمان بفضل ایزد متان کتاب ندرت خطاب سہمی محبوب الاخلاق ترجمہ</p> <p>آرد و اخلاق محسنی کہ بظاہر شہساز و مختصر است و در حقیقت محیطی را کہ بوزہ آورده و</p> <p>در عبارت صاف و سلیس ترجمہ فرمودہ بار دوم در مطبع نامی گرامی منشی نو لکشیور بہاہ</p> <p>جولائی ۱۹۱۵ء مطابق ماہ شعبان المعظم ۱۳۳۴ھ بہ تمام نام و حسن انتظام بابونو ہلال</p> <p>بھار گوپیشٹنڈٹ مطبع موصوف حلیہ مطبع پوشیدہ</p>	

نام کتاب	قیمت	نام کتاب	قیمت
تحفۃ العاشقین۔	۱/۶	اور حاشیہ پر اردو میں حاصل مطلب	
معدن تہذیب مصنف		ہر شعر کا مع فوائد تصوف کامل دو	
مزا حبیب حسین صاحب بی۔	۱/۶	جلد میں تفصیل ذیل۔	
مجلد خوشنما جلد پانچہ۔	۱/۶	جلد اول۔ ترجمہ دفتر ۱ و ۲ و ۳	
مخزن الفصاحت۔ معروف۔	۱/۶	جلد دوم۔ ترجمہ دفتر ۴ و ۵ و ۶	
سدس احسن۔	۲/۶	بوستان معرفت شرح اردو ثنوی	
بوستان تہذیب۔ جامع اخلاق		مولوی روم۔ جدید الطبع و	
وآداب مرتبہ نواب حاجی محمد عمر علی		جدید تصنیف مصنفہ حضرت	
خان بہادر فیروز جنگ مطبوعہ		مولوی عبد المجید خان مؤلف	
نظامی۔	۲/۶	ریاض التحقيق شرح اردو سکندری	
بحر الحقیقت۔ اصلاح نفس		دفتر اول	
مین عمدہ کتاب ہے	۲/۶	ایضاً۔ دفتر دوم	
آب حیات۔ اخلاق و موعظت میں		ایضاً۔ دفتر سوم	
مصنفہ کامتا پر شاہ	۳/۶	ایضاً۔ دفتر چہارم	
کیمیائے حکمت حصہ اول بیان		ایضاً۔ دفتر پنجم	
شرائع علم و ادب	۲/۶	ایضاً۔ دفتر ششم	
تہذیب الاخلاق۔ مولانا مولوی		اخلاق رضی۔ مصنفہ فاضلہ	
بخم الحق صاحب	۱/۶	محمد رضی صاحب	
پیرا ہن یوسفی۔ اردو ترجمہ ثنوی		شجرہ معرفت محشی منتخبات	
مولانا روم کا منظوم شعر شہر		ثنوی مولانا روم مترجمہ سید غلام	

قیمت	نام کتاب	قیمت	نام کتاب
۱ روپے	راہِ مشورہ راو صاحب ہمت	۸ روپے	مثنوی سر حق
۵ روپے	مذاق العارفین - ترجمہ	۶ پائی	شانِ حرمت منظوم - عبرت انگیز
۵ روپے	احیاء علوم الدین - عربی ہر جلد	۵ روپے	و دلچسپ مضمون ہے
۵ روپے	کامل درو و جلد کاغذ سفید ولایتی		رسالہ شرافت - مولوی منشی
۵ روپے	ایضاً حسب مراتب مذکورہ کاغذ		نادر حسین عزیز نگرامی -
۵ روپے	معمولی ہر جلد جلد بجلد		کنز الاسرار - ترجمہ اردو نظم مثنوی
۶ روپے	گاشن سرور می نظم بین	۱ روپے	شاہ بوعلی قلندر قدس - یہ ہمنون
۶ روپے	تہذیب و اخلاق کا بیان مولفہ		مثنوی از مولوی سید غلام حیدر خان
۶ روپے	مفتی غلام سرور لاہوری		چشمہ فیض - نظم ترجمہ اردو پند نام
۶ روپے	اکسیر ہدایت - ترجمہ اردو		عطار کلام عارف کامل حضرت
۶ روپے	کیمیائے سعادت جامع شریعت		شیخ فرید الدین قدس سرہ - از
۶ روپے	حقیقت مترجمہ مولوی	۶ روپے	مولوی عبدالغفور خان بہادر
۶ روپے	فخر الدین احمد		مثنوی الکلام - معارف
۶ روپے	نصیحت نامہ - اسم باسمی		جو اہر بے نظیر مصنفہ حضرت محمد بنظیر
۶ روپے	مترجمہ منشی دیو پرشاد صاحب	۶ روپے	شاہ صاحب قادری
۶ روپے	ترجمہ رشتات - مترجمہ مولانا		کشف الاسرار - اردو ترجمہ
۶ روپے	ابوالحسن فرید آبادی - کاغذ		می باید شنید مترجمہ راجہ راجیشور راو
۶ روپے	سفید	۶ روپے	صاحب ہمت
۶ روپے	تہذیب احسانی - مولفہ حکیم		حدیقۃ الاخلاق - اردو ترجمہ
۶ روپے	احسان علی -		می باید پسندید مترجمہ راجہ



آخری درج شدہ تاریخ پر یہ کتاب مستعار  
لی گئی تھی مقررہ مدت سے زیادہ رکھنے کی  
صورت میں ایک آنہ بومیہ دیرانہ لیا جائے گا۔

---



[illegible]



